بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ اشرفیہ

کا

مجاہد ملت نمبر

ناشر

آل انڈیا تبلیغ سیرت، دھام نگر شریف

جملہ حقوق ناشر بحق محفوظ

نام کتاب	مجاہد ملت نمبر

اشاعت اولیٰ	ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ۱۹۸۲ء

اشاعت ثانیہ	آل انڈیا تبلیغ سیرت دھام نگر شریف ۱۴۴۰ھ ۲۰۱۹ء

پروف ریڈنگ	اساتذۂ دار العلوم مجاہد ملت

کمپوزنگ	مہتاب پیامی مبارک پور

ڈیزائننگ	مولانا یوسف رضا امجدی دھام نگر شریف

صفحات	416

ناشر:	آل انڈیا تبلیغ سیرت، دھام نگر شریف

رابطہ 9853757574-7504160266

ملنے کے پتے

﴿۱﴾ دفتر آل انڈیا تبلیغ سیرت خانقاہ حبیبیہ، دھام نگر شریف

﴿۲﴾ الحبیب کتاب گھر، دھام نگر شریف

﴿۳﴾ دفتر ادارۂ شرعیہ، کٹک اڑیسہ

فہرست

مشمولات	اصحاب قلم	صفحہ نمبر
عرض ناشر	ادارہ	6
مجاہد ملت اسم بامسمی تھے	مفتی محمد نظام الدین رضوی	7
تبلیغ سیرت قابل مبارک	الحاج سعید نوری	8
مجاہد ملت کے اساتذۂ کرام	حضور حبیب ملت صاحب	9
حضور مجاہد ملت کی سیرت کے.....	مبارک حسین مصباحی	21
خطوط	اکابرین ملت	42
نوائے آغاز	سید شمیم گوہر	53
حضور مفتی اعظم ہند کی رحلت	سید شمیم گوہر	59
بسیار خوباں دیدہ ام	سید شمیم گوہر	67
مجاہد ملت بحیثیت مناظر	علامہ شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ	121
باب الاستفتاء	علامہ شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ	136
مجاہد ملت کی ذات باصفات	حکیم شاہ محمد یونس نظامی	141
سرفروشان حق کے امیر	حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی	148
مجاہد ملت کو صدر شریعہ کا دیدار	حضور محدیث کبیر علامہ ضیاء المصطفی امجدی	161
مجاہد ملت علوم وفنون اور......	علامہ شاہ عزیز احمد ابوالعلائی	165
آہ! رہنمائے ملت	حضرت علامہ فضل کریم عظیم آبادی	171
آہ! محبوب دل	علامہ قتیل دانا پوری رحمتہ اللہ علیہ	174
عالم ربانی	حضرت مولانا سید الزماں حمدوی	177

فہرست

مشمولات	اصحاب قلم	صفحہ نمبر
مجاہد ملت علم ظاہری کے زاویے سے	علامہ عاشق الرحمٰن قادری حبیبی	183
مجاہد ملت ایک عظیم مناظر	حضرت شاہ عبدالوحید فریدی	190
ایک مجاہد کا حج	حضرت مولانا ادریس	194
حضور مجاہد ملت میری نگاہ میں	حضرت علامہ عبدالرب حبیبی مرادآبادی	200
اذان خطبہ پر مجاہد ملت کا مناظرہ	مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	210
مجاہد ملت علیہ الرحمہ	پروفیسر اظہر علی فاروقی	217
فلک انتساب حضور مجاہد ملت	ڈاکٹر سید محمد طلحہ برق رضوی	225
مجاہد ملت ایک منارۂ نور	مولانا اسلم بستوی	236
مجاہد ملت کا انداز فقیرانہ	مولانا افتخار احمد قادری	241
مجاہد ملت کی فکری وعلمی قیادت	علامہ یٰسین اختر مصباحی دارالقلم دہلی	246
آہ مجاہد ملت!	علامہ بدرالقادری ہالینڈ	292
میدان جہاد کے مظلوم مسافر	علامہ سید رکن الدین اصدق	296
حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ	حضرت سید شاہ محمد خالد ابوالعلائی	309
مجاہد ملت۔ ایک تاثراتی خاکہ	رئیس التحریر علامہ محمد احمد مصباحی مبارک پوری	315
مجاہد ملت، ایک پیکر عزیمت	علامہ عبدالمبین نعمانی چریاکوٹ	322
مجاہد ملت کی ایک کرامت	جناب ہاشم صدیقی	328
مجاہد ملت، ایک فقیہ ایک ولی	حضرت راز الہ آبادی	329
مجاہد ملت کے رفقائے درس	مولانا محمد اختر القادری	344

فہرست

	اصحاب قلم	
عرس چہلم کا آنکھوں دیکھا حال	علامہ فروغ احمد حبیبی جمد اشاہی	364
حضور مجاہد ملت۔نائب رسول	ڈاکٹر غلام جیلانی مرادآبادی	370
وصل الحبیب الی الحبیب	جناب اشرف رضا نورانی	375
مرد حق شناس،مجاہد ملت	جناب قاری محمد اسماعیل عزیزی	385
مجاہد ملت کا مجاہدانہ کردار	جناب ڈاکٹر منور علی انصاری	391
اہل سنت کا تاجور	جناب خورشید جان قریشی	394
مجاہد ملت کا انداز تواضع	جناب سید عالم فیض آبادی	395
مادۂ تاریخ	جناب حشمت علی	398
منقبت	حضور تاج الشریعہ	400
نذر عقیدت	حضرت شاہ حکیم محمد یونس نظامی الہ آباد	401
نذر عقیدت	شرر مصباحی	402
شان مجاہد ملت	انجم عرفانی	403
منقبت	اسلم بستوی	405
بازگشت	اسلم بستوی	406
خراج عقیدت	احمد حسین	409
ایک عظیم شجر	احمد کمال	410
درد کا درما	تبسم عزیز	413
منقبت	امام الدین مصطفوی	414

عرض ناشر

سلطان المناظرین امام المتکلمین شمس العارفین حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر یہ نمبر جس کی اشاعت ماھنامہ اشرفیہ کے زیر اہتمام چھتیس سال قبل ہوئی تھی جسے مقبول عام کا درجہ ملا تھا۔طویل عرصہ گزر جانے کی وجہ سے یہ قیمتی اثاثہ اب نایاب ھو چکا تھا ،بنابریں حساس علمائے اہل سنت ودانشوران قوم وتنظیموں کے سربراہوں ، بالخصوص اساتذہ دارالعلوم مجاہد ملت دھام نگر کی دلی خواہش تھی کہ اس کی اشاعت ثانیہ ہو۔گزشتہ سال عرس مجاہد ملت کے موقع پر جب بندہ ناچیز نے اپنے محبوب وموقر استاد، گرامی وقار علامہ حنیف حبیبی مصباحی شیخ الحدیث دارالعلوم مجاہد ملت سے اشاعت ثانیہ کا اظہار کیا تو آپ نے سراہتے ہوئے فرمایا کہ یہ بڑا کام آل انڈیا تبلیغ سیرت خانقاہ مجاہد ملت کے اہتمام میں ہونا چاہئے۔حضرت کے مشورہ کے مطابق پہلی فرصت میں سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ عزیز ملت علامہ عبد الحفیظ مبارک پوری سے اشاعت ثانیہ کی اجازت کے لیے براہ راست رابطہ کیا تو انھوں نے سن کر بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ آل انڈیا تبلیغ سیرت نے یہ بیڑا اٹھا کر اہل سنت کے اہم کام کو انجام دینے کا عزم کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ تبلیغ سیرت کو مزید خدمت اہل سنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،اس امر میں تمام اساتذہ دارالعلوم مجاہد ملت کا کلیدی رول رہا ہے جس کے باعث اس نمبر کی اشاعت ثانیہ ہو رہی ہے ۔۲۰۱۸ کے عرس مجاھد ملت میں اضافہ کے ساتھ اس نمبر کی اشاعت کا اعلان کیا گیا تھا اور علما سے مضامین کے ارسال کی گزارش کی گئی تھی مگر دو چند ہی پہنچے،انکو شامل کر لیا گیا۔اس نمبر کو ان شاء اللہ ہم تبلیغ سیرت کی ویب سائٹ میں بھی اپ لوڈ کر دیں گے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے ،ساتھ ہی اس نمبر کو عاشقان مجاہد ملت کے لیے قیمتی اثاثہ بنائے۔آمین بجاہ سید المرسلین

احقر عاشق القادری عزیزی

ناظم آل انڈیا تبلیغ سیرت خانقاہ حبیبیہ دھام نگر شریف بھدرک

مجاہد ملت اسم بامسمی تھے

رئیس اعظم اڑیسہ مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی علیہ الرحمہ اپنے عہد کے ایک عالم با فیض، مجاہد اسلام، ممتاز منتظم، شخصیت ساز، مستقبل شناس دانش ور، عبقری اور امت مسلمہ کے عروج کی فکر میں غلطاں رہنے والے زندہ دل انسان تھے۔ ان کی حیات کا لمحہ لمحہ ان کی جفاکشی اور مضبوط قوت ارادی کا گواہ ہے۔ انھوں نے باطل کے ہر ظلم و جبر کو بڑے صبر و رضا سے برداشت کیا ہے۔ ظالم حکومتوں کے دباؤ کو جھیلا ہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ حق گوئی کے معاملے میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کی سنت پر عمل کیا ہے۔ ان کا اتباع کر کے سرمایہ ملت کی نگہبانی کی ہے۔ ایک طرف حکومت کے جبر کا سامنا تھا تو دوسری طرف بد مذہب فرقوں سے محاذ آرائی تھی۔ ان سے مناظرہ و مقابلہ تھا۔ مناظروں میں کرسی صدارت پر بیٹھ کر اگر کوئی صحیح معنوں میں اس کا حق ادا کرتا تھا تو وہ مجاہد ملت کی ذات تھی۔ تنظیمی سطح پر بھی آل انڈیا تبلیغ سیرت اور خاکساران حق کی تاریخی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ الجامعہ اشرفیہ اور حافظ ملت علیہ الرحمہ دونوں کا یکساں احترام کرتے تھے۔ اور اشرفیہ مبارک پور کی تعمیر و ترقی کی دعائیں کرتے تھے۔ آپ اشرفیہ کے بہت بڑے محسن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے 1982ء میں ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور نے ان کی بلند قامت ذات اور دینی و علمی خدمات پر مشتمل ایک جامع مجاہد ملت نمبر شائع کیا جو اب کمیاب ہے اور فقط لائبریریوں میں نظر آتا ہے۔ انتہائی قابل مبارک باد ہیں مولانا محمد عاشق القادری عزیزی اور ان کے رفقا جن کی کوششوں سے دارالعلوم مجاہد ملت کے زیر اہتمام وہ دستاویزی نمبر دوبارہ منظر عام پر آ رہا ہے۔ اللہ کریم یہ کاوش قبول فرمائے اور ہم سب کو مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے علمی و روحانی فیضان سے مالا مال فرمائے۔ آمین

محمد نظام الدین رضوی

(صدر المدرسین و صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ)

4/ دسمبر 2018ء سہ شنبہ

تبلیغ سیرت قابل مبارک

الحاج سعید نوری صاحب قبلہ   بانی وموسس انٹرنیشنل رضا اکیڈمی ممبئی انڈیا

اسلامی تاریخ میں اولیاء کرام کی زندگی، ان کے احوال وکوائف اور شب وروز کے معمولات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ اولیاءعظام کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔ وہ ہر عمل میں خداوند قدوس اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کو مقدم رکھتے ہیں۔ دنیا کی محبت، حرص جاہ، ذخیرہ اندوزی، عجب وریا کاری، ظلم وزیادتی، بدعہدی، بدسلوکی، تکبر، سرکشی اور بخل و بزدلی جیسے اخلاقِ ذمیمہ سے ان کا دامن پاک وصاف ہوتا ہے اور دنیا سے بے رغبتی، جاہ وحشم سے بے نیازی، راست بازی، تواضع وانکساری، مخلوقِ خدا کی حاجت برآری ونفع رسانی، توکل، صبر، شکر اور انصاف پروری جیسے اوصاف حسنہ سے ان کی ذات مزین وآراستہ ہوتی ہے۔ ان جملوں کی مصداق حضور مجاہد ملت کی ذات ستودہ ہے جسے راقم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، حضرت کی ذات گرامی پر متعدد کتب ورسائل وغیرہ منظر عام پر آئے راقم کا ذہن کام کررہا ہے کہ ماہنامہ اشرفیہ کے اہتمام میں نشر شدہ نمبر امتیازی مقام کا حامل ہے، جس کی اشاعت ثانیہ کا احساس مجھ میں ہمیشہ رہا تھا۔ جب مولانا عاشق القادری مصباحی کے توسط سے حضور حبیب ملت کا ارسال کردہ رقعہ موصول ہوا کہ جیسے پڑھ کر غایت خوشی ہوئی، یقیناً آل انڈیا تبلیغ سیرت خانقاہ حبیبیہ دھام نگر شریف کے ارکان قابل مبارک باد ہیں جنہوں نے اس کام کو انجام دینے کا عزم کیا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ حضور حبیب ملت کو دین اسلام کی بڑی سے بڑی خدمات انجام دینے کی توفیق دے۔   آمین بجاہ سید المرسلین

احقر سعید نوری

رضا اکیڈمی ممبئی انڈیا

مجاہد ملت کے اساتذۂ کرام

حضور حبیب ملت علامہ سید غلام محمد حبیبی صاحب قبلہ
سجادہ نشیں خانقاۂ حبیبیہ، دھام نگر شریف

قائدِ اہلِ سنت، مجاہدِ دوراں، فخر الاحرار، فاتح عرب وعجم حضرت علامہ ومولانا حبیب الرحمٰن قادری عباسی علیہ الرحمہ المعروف بہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ گونا گوں خوبیوں کے حامل بلند پایہ عالم دین، نکتہ آفریں مفتی، بے لوث خادم دین اور قوم کے عظیم قائد و راہنما تھے۔ آپ کی شخصیت سازی اور کردار سازی میں ان نابغۂ روزگار اساتذۂ کرام کی تعلیم وتربیت کا اثر ہے جن کے اقبال کا سورج آفتاب نیم روز کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دھام نگر شریف میں مولانا عبد الصمد صاحب موگرائی والے، مولانا عبد الحمید، مولانا شفقت حسین مرادآبادی اور عارف باللہ عاشق رسول حضرت شاہ ظہور حسام مانک پوری سے حاصل کی۔ پھر شاہ ظہور حسام مانک پوری علیہ الرحمہ کے مشورے پر علوم ظاہری کی تکمیل کی خاطر ''مدرسہ سبحانیہ، الہ آباد'' کا قصد فرمایا۔ وہاں آپ نے مولانا نجم الدین بہاری اور مولانا عبد الرحمٰن بادشاہ پوری سے تقریباً دو سال تک اکتساب فیض کیا مگر آپ کے دل میں طلب علم کی ایسی سوزش تھی کہ دریاؤں سے علمی پیاس نہیں بجھ رہی تھی۔ چناں چہ آپ نے اعلیٰ تعلیم کی غرض سے اجمیر شریف جانے کا قصد فرمایا اور اپنا تعلیمی سفر جاری رکھتے ہوئے ''مدرسہ معینیہ'' اجمیر معلّٰی میں داخلہ لیا۔ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے دریاے علم وفن صدر الشریعہ بدر الطریق حضرت مفتی امجد علی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دی، مدرسہ معینیہ ہی میں ہی مولانا سید حامد حسین اجمیری سے عربی ادب اور معقولات کی تعلیم مولانا عبد الحیٔ سرحدی سے حاصل کی۔ مدرسہ معینیہ میں حصولِ علم کے بعد آپ جامعہ نعیمیہ مرادآباد تشریف لے گئے جہاں صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ سے حدیث کی

اعلی کتابوں اور طب یونانی کی تکمیل فرمائی۔ یہاں ہم ان میں سے بعض کا کچھ تفصیلی ذکر کرتے ہیں۔

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی قادری برکاتی علیہ الرحمہ

نام: محمد امجد علی اعظمی رضوی قادری برکاتی۔

لقب: صدرالشریعہ، بدرالطریقہ، قاضی شرع۔ **سلسلۂ نسب:** مولانا مفتی امجد علی اعظمی بن مولانا حکیم جمال الدین بن حکیم مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین (علیہم الرحمہ)۔ آپ کے والد ماجد حکیم جمال الدین اور دادا حضور خدا بخش فن طب کے ماہر تھے۔

تاریخ ولادت: آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۰ھ / بمطابق نومبر / ۱۸۸۲ء کو محلّہ کریم الدین پور، قصبہ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ، ریاست اتر پردیش میں ایک مشہور و معروف دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: ابتدائی تعلیم اپنے دادا حضرت مولانا خدا بخش علیہ الرحمہ سے گھر پر حاصل کی، پھر اپنے قصبے ہی میں مدرسہ ناصر العلوم میں جا کر گوپال گنج کے مولوی الٰہی بخش صاحب سے کچھ تعلیم حاصل کی۔ پھر جونپور پہنچے اور اپنے چچا زاد بھائی اور استاذ مولانا محمد صدیق سے کچھ اسباق پڑھے لیکن اور اپنا تعلیمی سفر جاری رکھتے ہوئے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے علم و فن کے بحر ذخار جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ ہدایت اللہ خان علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کیا، ان سے علم دین کے چھلکتے ہوئے جام نوش کیے اور یہیں سے ہی علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی لیکن حصول علم کے تئیں دل میں ایک ایسی سوزش تھی جس نے آپ کو طلب علم میں سرگرداں رکھا اور دورۂ حدیث کی تکمیل کے لیے علم حدیث کی مشہور دبستان پیلی بھیت میں حاضری دی، استاذ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے علم حدیث میں کامل مہارت حاصل کی اور خوب پڑھا حتیٰ کہ خود محدث سورتی علیہ الرحمہ نے اپنے اس لائق

وفائق شاگرد کی خداداد صلاحیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا: ''مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے۔''

بیعت وخلافت: آپ علیہ الرحمہ امام اہل سنت مجدد دین ملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ہی آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہے۔

تدریسی خدمات: دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف میں طویل عرصہ تک فرائض تدریس انجام دینے کے بعد حضرت صدر الشریعہ ''دار العلوم معینیہ عثمانیہ'' اجمیر شریف میں صدر کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو طلبا کی ایسی جماعت ملی جس پر آپ کو ناز تھا، ان نابغۂ روزگار تلامذہ میں حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ بھی تھے۔ پھر بریلی شریف چلے آئے اور تین سال تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد نواب حاجی غلام محمد شیروانی رئیس ریاست دادوں (علی گڑھ) کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس ''دار العلوم حافظیہ سعیدیہ'' میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بکمال حسن وخوبی فرائض تدریس انجام دیئے۔

مشاہیر تلامذہ: حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد لائل پوری، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری عباسی اڑیسوی، صدر العلما علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، شمس العلما علامہ شمس الدین جون پوری، علامہ عبد المصطفی اعظمی اور امین شریعت مفتی رفاقت حسین مظفر پوری علیہم الرحمہ

صدر الشریعہ بارگاہ اعلیٰ حضرت میں: صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں ۱۸/ سال گزارے۔ آپ کی جد وجہد اور آپ کی مصروفیات دیکھ کر حیرانگی ہوتی ہے، کہ ایک انسان اتنے کام بھی کر سکتا ہے؟ آپ کو ''انجمن اہل سنت'' کی نظامت اور اس کے پریس کے اہتمام کے علاوہ مدرسہ میں تدریس، دوسرے

پریس کے کام یعنی کاپیوں کی تصحیح، کتابوں کی روانگی، خطوط کا جواب، آمد وخرچ کا حساب، یہ سارے کام تنہا انجام دیا کرتے تھے۔ان کاموں کے علاوہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے بعض مسودات کا مبیضہ کرنا، فتووں کی نقل اوران کی خدمت میں رہ کر فتوی لکھنا یہ کام بھی مستقل طور پر انجام دیتے تھے۔اس کے علاوہ شہر و بیرون شہر تبلیغی اسفار فرماتے تھے۔ بعد نماز عصر تا مغرب اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔اور رات کتب بینی ومطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ یہ درحقیقت اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی نگاہ فیض کرم کا اثر تھا کہ آپ نے کبھی بھی کام کے تئیں اکتاہٹ وکلفت محسوس نہیں کی بلکہ ہمیشہ خود کو دین کی خدمت کے لیے تازہ دم پایا۔

صدرالشریعہ کی جلالت علمی:

الملفوظ حصہ اوّل میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے فرماتے ہیں:

''آپ موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیگا، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخّاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔'' اور اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو ''صدرالشریعۃ'' کے خطاب سے نوازا۔

قاضی شرع: جب اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے بریلی شریف میں دارالقضا کے قیام کی بنیاد رکھی تو صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو منصب قضا پر بٹھا کر فرمایا: ''میں آپ کو ہندوستان کے لیے قاضیٔ شرع مقرر کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضیٔ شرع ہی کرسکتا ہے وہ قاضیٔ شرعی کا اختیار آپ کے ذمہّ ہے۔''

اعلی حضرت کے جنازہ کے لیے وصیت:

اعلی حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اپنے نماز جنازہ کے سلسلے میں اس طرح فرمایا تھا: ''غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاوی

میں لکھی ہیں، خوب از بر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی''۔

فقیہ اعظم ہند امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے یہ پاکیزہ کلمات تھے جو حرف آخر اور سند کا درجہ رکھتے ہیں، جن سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صدر الشریعہ کس درجہ کے فقیہ اور مفتی تھے۔

تصانیف: آپ نے تمام تر تعلیمی، تربیتی، دینی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود جماعت اہل سنت کو علمی و تحقیقی کتب کا بیش بہا خزانہ عطا کیا۔

(۱) بہار شریعت: اردو میں فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا اور دائرۃ المعارف ہے جس میں آپ نے ضخیم عربی کتب میں پھیلے ہوئے سینکڑوں فقہی مسائل کو سلک تحریر میں پرو کر ایک جگہ جمع فرما دیا۔ انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک درپیش ہونے والے ہزارہا مسائل فقہیہ بہار شریعت میں موجود ہیں۔ اس کی خوبی یہ کہ اعلیٰ حضرت ابوحنیفۂ ہند علیہ الرحمہ نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے اور آپ نے ہر موضوع کی مناسبت سے کثیر آیات قرآنیہ و احادیث کریمہ کو جمع فرما دیا۔ یہ اپنے آپ میں ایک عظیم کام ہے۔ آپ اس کے بیس حصے تیار کرنا چاہتے تھے لیکن سترہ حصے ہی تک لکھ پائے اور معذوری کے سبب بقیہ حصے کی تکمیل کے لیے اپنے تلامذہ کو وصیت کر دی۔ آپ کے تلامذہ نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

(۲) فتاویٰ امجدیہ: یہ ضخیم چار جلدوں پر ایک عظیم فقہی شاہکار ہے۔ اس میں روزمرہ کے مسائل کے علاوہ اہم تحقیقی فتاوی بھی شامل ہیں۔

(۳) حاشیہ شرح معانی الآثار عربی: امام طحاوی علیہ الرحمہ کی معرکۃ الآراء کتاب ''شرح معانی الآثار'' کے جلد اول کے نصف اول کا مبسوط حاشیہ ہے۔ آپ نے اس میں حدیث کے جملہ علوم کی رعایت کی ہے۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

وصال: حضرت صدر الشریعہ اور سرکار مفتی اعظم ہند دونوں اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کے لیے بریلی شریف سے ممبئی روانہ ہوئے۔راستے میں سخت بارش کے سبب صدر الشریعہ کو ٹھنڈک لگی اور نمونیہ ہوگیا۔ممبئی اسٹیشن سے قیام گاہ لائے گئے۔مفتیِ اعظم اپنی قیام گاہ سے عیادت کے لیے تشریف لاتے رہتے۔جس روز بحری جہاز کے کھلنے کا وقت تھا،اس سے ایک دن قبل ہی ۱۳۶۷ھ کے ذیقعدہ کی دوسری شب ۱۲/ بجکر ۲۶/ منٹ پر بمطابق ۶/ دسمبر ۱۹۴۸ء کو آپ کا وصال پر ملال ہوا۔

درج ذیل آیت مبارکہ آپ کی وفات کا مادۂ تاریخ ہے۔''**اِنّ المتّقین فی جنّٰتٍ وَّ عیونٍ**''(الحجرۃ:۴۵)

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ

نام: سید محمد نعیم الدین چشتی اشرفی قادری برکاتی مرآبادی۔**لقب:** صدر الافاضل،مفسر قرآن، بدر الاماثل۔**سلسلۂ نسب:** سید نعیم الدین مرادآبادی بن حضرت مولانا محمد معین الدین متخلص بہ نزہت بن حضرت مولانا سید امین الدین راسخ بن مولانا سید کریم الدین آرزو۔آپ کے جد امجد اپنے عہد کے مشاہیر علما وشعرا میں شمار کیے جاتے تھے اور اردو و فارسی دونوں زبانوں میں کامل دسترس رکھتے تھے۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت ۲۱/ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ بمطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز پیر شمالی ہند کے مشہور شہر''مرادآباد''میں ہوئی۔آپ کا نام''نعیم الدین''رکھا گیا جبکہ علم ابجد کے اعتبار سے تاریخی نام''غلام مصطفٰی''(۱۳۰۰) تجویز ہوا۔آپ کے والد ماجد سید معین الدین مرادآبادی کے کئی فرزند حافظ قرآن ہونے کے بعد وفات پاچکے تھے۔آپ کی پیدائش پر آپ کے والد ماجد نے نذر مانی کہ اللہ تعالی نے اسے حیات بخشی تو خدمت دین کے لیے اس فرزند کو وقف کردوں گا۔

تحصیل علم: صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی عمر جب چار سال کی ہوئی تو''رسم بسم

اللہ خوانی'' بڑے دھوم دھام سے ادا کی گئی ۔اس کے بعد آپ نے حفظ قرآن کریم شروع کیا اور آٹھ سال کی چھوٹی سی عمر میں حفظ قرآن مکمل کر لیا۔ پھر آپ نے اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم والدگرامی حضرت مولانا سید محمد معین الدین سے حاصل کی ۔پھر حضرت ابوالفضل فضل احمد سے عربی متوسطات کی چند کتب پڑھیں ۔پھر آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا ابوالفضل آپ کو ساتھ لے کر شیخ الحدیث،امام العلما حضرت علامہ سیّد گل محمد قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یہ صاحبزادے نہایت ذکی فہیم ہیں،میری خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی تعلیم آپ سے تکمیل کریں'' ۔چنانچہ آپ نے استاذ الاساتذہ علامہ سید گل محمد سے منطق،فلسفہ،اقلیدس،توقیت،ھیئت، عربی بحروف غیر منقوطہ،تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ بہت سے علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔آپ کا سلسلۂ سند حدیث قدوۃ الفضلاء حضرت سیّد محمد مکی خطیب و مدرس مسجد الحرام کے ذریعہ محشّی درّ مختار خاتم المحققین سیّد احمد طحطاوی سے ملتا ہے جن کی سند عرب وعجم میں مشہور ہے، پھر ایک سال تک فتویٰ نویسی کی مشق فرمائی ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰۲ء میں ۲۰ سال کی عمر میں ایک عظیم الشان جلسہ میں علما ومشائخ کے ہاتھوں دستار بندی ہوئی،اس مبارک موقع پر آپ کے والدگرامی نے قطعۂ تاریخ تحریر فرمائی۔

ہے میرے پسر کو طلبہ پر وہ تفضّل سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت
نزہت! نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے دستار فضیلت کی ہے تاریخ ''فضیلت''

صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے علم طب حکیم حاذق حضرت مولانا حکیم فیض احمد امروہوی سے حاصل کی۔جس طرح آپ علوم عقلیہ ونقلیہ میں ہم عصر علما میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے اسی طرح میدان طب میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے۔آپ طبابت وحکمت کے ذریعہ بھی خدمت خلق فرمایا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت: آپ اپنے مربی واستاذ حضرت علامہ گل محمد صاحب کے

دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور استاذ محترم نے اپنے لائق فائق شاگرد کو چاروں سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ اس کے علاوہ آپ کو غوث زماں، قطب دوراں شیخ المشائخ حضرت سیّد شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی اور امام اہل سنت، مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہما سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

تدریسی خدمات: صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۸ھ میں مرادآباد میں ''مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت'' کی بنیاد ڈالی جس میں منتہا درجہ تک کی تعلیم کا اہتمام تھا۔ ۱۳۵۲ھ میں آپ کے اسم گرامی کی نسبت سے اس کا نام جامعہ نعیمیہ رکھا گیا۔ آپ اپنی مختلف دینی وعلمی مصروفیات کے باوجود درس وتدریس سے جڑے رہے۔ آپ با کمال مقرر، نکتہ سنج مفتی، عظیم قائد کے باوجود با کمال مدرس بھی تھے۔ خصوصاً آپ کے درسِ علم حدیث کا بڑا غلغہ و چرچا تھا۔ مجاہد ملت علیہ الرحمہ آپ کے درس علم حدیث کا چرچا سن مرادآباد کا سفر طے کیا تھا۔ آپ تا دم زیست درس وتدریس سے جڑے رہے۔ اس لیے آپ کی دبستان علم سے خوشاں چیں کرنے والے اپنے وقت میں علم ومعرفت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

مشاہیر تلامذہ: مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی، حضرت علامہ سیّد ابوالحسنات احمد قادری لاہوری، مفسر قرآن علامہ محمد احمد اشرفی لاہوری، تاج العلما مفتی عمر نعیمی کراچی، حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اور مفتی حبیب اللہ نعیمی سابق شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد علیہم الرحمہ قابل ذکر ہیں۔

بیس سال کی عمر میں پہلی تصنیف: آپ کو ابتدا ہی سے لکھنے اور پڑھنے کا شوق رہا، چناچہ آپ دوران طالب علمی میں مختلف رسائل وجرائد اور ''البلاغ'' و ''الہلال'' کلکتہ میں مضامیں لکھتے رہے، اسی دوران دل میں خیال آیا کہ ''علم غیب مصطفیٰ ﷺ'' کے عنوان پر ایسی کتاب لکھی جائے جس میں معترضین کا مسکت ومدلل جواب ہو۔ آپ

کے پاس اس وقت اتنی کتابیں دستیاب نہیں تھیں کہ حوالہ جات نقل کرتے تو آپ نے مصطفیٰ باد (رام پور، یوپی) کا سفر کیا، وہاں کے کتب خانہ سے حوالہ جات دیکھ کر آتے اور مرادآباد میں لکھتے۔ اس طرح آپ نے محض بیس سال کی عمر میں ایک لاجواب کتاب بنام ''الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی'' تصنیف فرمائی۔ جب یہ شائع ہو کر منظر عام پر آئی تو اعلیٰ حضرت کے ایک مرید خاص حاجی محمد اشرف شاذلی یہ کتاب لے کر اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کو ملاحظہ فرما کر کے فرمایا: ''ماشاء اللہ بڑی عمدہ نفیس کتاب ہے، یہ نو عمری اور اتنے احسن دلائل کے ساتھ اتنی بلند کتاب مصنف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔''

صدرالافاضل اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں: صدر الافاضل کے دل میں اعلیٰ حضرت کی محققانہ تصانیف کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت سے گہری عقیدت و محبت بس چکی تھی اور اعلیٰ حضرت آپ کی مذکورہ بالا کتاب دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے آپ کو بریلی طلب فرمایا تو آپ حاجی محمد اشرف شاذلی کے ہمراہ بریلی شریف تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے بے پناہ شفقت و محبت سے آپ کو نوازا تو آپ ہمیشہ کے لیے بریلی کے تاجور کے گدا بن گئے۔ اعلیٰ حضرت آپ کی بڑی قدر کرتے تھے اور آپ کے مشورے کو قبول فرماتے تھے۔ ''الطاری الداری'' کا مسودہ صدرالافاضل علیہ الرحمہ کو دکھایا گیا تو آپ نے کثیر مضامین کے متعلق حذف کرنے کا مشورہ دیا تو اعلیٰ حضرت نے اسے قبول کیا اور رسالہ سے ان مضامین کو حذف کرنے حکم دیا۔ آپ کو بارگاہ اعلیٰ حضرت سے اس قدر عقیدت تھی کہ آپ اعلیٰ حضرت کی اجازت کے بغیر کوئی سفر نہیں کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی طویل نظم ''الاستمداد'' میں ذکر احباب میں آپ کو اپنی دعا سے اس طرح نوازا:

میرے نعیم الدین کو نعمت دے اس سے بلا میں ساتے یہ ہیں

تصنیفات: حضرت صدر الافاضل نے بے پناہ دینی وملّی مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کا بڑا ذخیرہ چھوڑا۔ آپ نے ۱۳۴۳ھ میں مرادآباد میں مسلمان کی دینی و مذہبی راہنمائی کے لیے ماہنامہ ''السواد الاعظم'' جاری فرمایا۔ آپ کی یادگار کتب یہ ہیں: (۱) تفسیر خزائن العرفان، (۲) نعیم البیان فی تفسیر القرآن، (۳) الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی (۴) اطیب البیان در رد تقویۃ الایمان (۵) اسواط العذاب علی قوامع القباب (۶) آداب الاخیار (۷) سوانح کربلا (۸) سیرت صحابہ (۹) التحقیقات لدفع التلبیسات (۱۰) ارشاد الانام فی محفل المولود القیام (۱۱) کتاب العقائد وغیرہ۔ اس کے علاوہ آپ اردو، فارسی اور عربی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے اور شعر وسخن کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کا شعری مجموعہ ''ریاض نعیم'' طبع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے۔

وصال: ۱۹ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ بارہ بج کر ۲۵/منٹ پر آپ اس دار فانی سے ملک عدم کے راہی ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی مسجد کے بائیں گوشے میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

عارف باللہ شاہ ظہور حسام مانک پوری علیہ الرحمہ

نام: شاہ ظہور حسام چشتی مانک پوری۔ **لقب:** عارف باللہ اور عاشق رسول۔

سلسلۂ نسب: شاہ ظہور حسام بن شاہ محمد جعفر بن حضرت شاہ احمد حسین بن حضرت شاہ حسین قلی بن حضرت شاہ فقیر اللہ بن حضرت شاہ مقصود علی بن حضرت شاہ پیر محمد میاں بن حضرت شاہ علی احمد عرف بدھی میاں بن حضرت شاہ غلام مظفر بن حضرت شاہ حسن غلام بن حضرت شاہ خلیل اللہ بن حضرت شاہ قاسم بن حضرت شاہ بندگی احمد عرف میراں شاہ بن حضرت شاہ نظام الدین بن حضرت شاہ فیض اللہ بن قطب الاقطاب صاحب ولایت حضرت شاہ حسام الحق علیہم الرحمۃ۔ آپ کے والد محترم شاہ محمد جعفر کا نکاح بدرن بی بی سے ہوا، ان سے دولڑکے شاہ نور حسام، شاہ ظہور حسام اور ایک صاحبزادی بسہن بی بی تولد ہوئے۔ حضرت شاہ نور حسام لا ولد تھے، اور حضرت شاہ

ظہور حسام کا نکاح لطیف النساء سے ہوا۔آپ سے دولڑکے شاہ انور حسام عرف اچھے میاں، شاہ مظہر حسام اور دو صاحبزادی کنیز فاطمہ اور حسینہ بی بی کی ولادت ہوئی۔

عارف باللہ شاہ ظہور حسام حسامی مانک پوری کا تعلق چودہویں صدی عیسوی کے مشہور بزرگ مخدوم مانک پور شاہ ظہور حسام الحق علیہ الرحمہ سے ہے۔شیخ حسام الحق علیہ الرحمہ شیخ نورالدین قطب عالم کے مرید وخلیفہ اور اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں سے تھے،علم شریعت اور علم طریقت کے ماہر عالم تھے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ''اخبار الاخیار'' میں آپ کا،آپ کے والد بزگوار اور جد مکرم کا تذکرہ فرمایا ہے۔شاہ ظہور حسام علیہ الرحمہ کا نسب تقریباً چودہ پشتوں میں مخدوم مانک پور سے ملتا ہے۔

حضرت شاہ ظہور حسام مانک پوری علیہ الرحمہ بڑے متقی پرہیز گار عالم ربانی تھے،آپ ایک سچے عاشق رسول عارف باللہ تھے،آپ علم وفضل، شرافت ونجابت ،تقوی وپارسائی، سادگی وعاجزی اور اخلاق وکردار میں اپنے آبا واجداد کے نقش قدم پر قائم اوران کے سچے واث تھے۔حضور مجاہد ملت نے آپ سے متوسطات اور روحانیت کا درس لیا،آپ ہی کے مشورے سے مجاہد ملت نے الہ آباد کا سفر طے کیا تھا،آپ کو مجاہد ملت سے اور مجاہد ملت کو آپ سے گہرا لگاؤ تھا، اور مجاہد ملت مانک پور شریف بارہا تشریف لے گئے۔

آپ علوم ظاہری وباطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے۔آپ چشمۂ حسامی کے ابلتے ہوئے سوتے تھے جس سے تشنگان علوم ومعارف اپنا جام بھرتے تھے۔آپ کے علمی شوق کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی ذاتی کتب خانہ سے اعلی حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے دو رسالے ''ازاحۃ العیب بسیف الغیب'' اور ھدی الحیر ان فی نفی الفی عن سید الاکوان دستیاب ہوئے ہیں۔لیکن آپ کی کسی تصنیف کا علم نہیں ہو سکا۔آپ شعروشاعری اور نعت گوئی کا عمدہ اور پاکیزہ مزاج رکھتے تھے۔آپ کا ایک کلام دستیاب ہوا ہے جس کے چند اشعار ہم قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

کم نہیں برہمیِ زلف سیہ فام ابھی | بکھرا بکھرا سا ہے شیرازۂ ایام ابھی
اور کچھ خون کے آنسو دل ناکام ابھی | پھیکا پھیکا سا ہے رنگِ شفق شام ابھی
ہو کے آزاد بھی پابند گلستاں ہے تو | تیری فطرت ہے اسیر قفس دوام ابھی
بادۂ شوق سے میخانۂ دل خالی ہے | مستیاں ہیں تیری محتاج مئے و جام ابھی
کیا قیامت ہے کہ وہ تشنہ دہن پھرتے ہیں | جن کے قبضہ میں تھے مینا و مئے و جام ابھی
مالک صبح چمن تیرے تبسّم کے نثار | میری دنیا پہ مسلط ہے وہی شام ابھی
پھر صُراحی کو مرے سامنے جھکنا ہوگا | ہوں تو گردش میں حسامی صفت جام ابھی

وصال: آپ اپنے ایک عقیدت مند حاجی محمد متین خاں کے گھر سرائے غنی، الہ آباد میں تشریف فرما تھے۔ ۱۵/اکتوبر ۱۹۷۴ء بروز بدھ کو آپ کی طبیعت ۷/ بجے چائے نوش فرماتے ہوئے بگڑ گئی، آپ نے آنکھ ومنہ بند کرلیا اور تقریباً گیارہ دن استغراقی کیفیت رہی۔ ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۴ء بروز جمعرات شب ۹ بجکر ۵۵ منٹ کو آپ کی جان قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ دوسرے دن صبح ۵/ بجے سرائے غنی سے مانک پور کے لیے روانگی ہوئی، بعد نماز جمعہ نماز جنازہ پڑھا گیا اور ۴/ بجے شام تجہیز و تکفین عمل میں آیا۔

نوٹ: حضرت صدر الشریعہ اور صدر الافاضل علیہما الرحمہ کے حالات ''حیات حافظ ملت''، ''تذکرۂ صدر الشریعہ'' اور ''تذکرۂ صدر الافاضل'' سے اخذ کیے گئے ہیں جب کہ شاہ ظہور حسام علیہ الرحمہ کے حالات نبیرۂ شاہ صاحب منصور حسامی سے حاصل ہوئے۔

حضور مجاہدِ ملت علیہ الرحمہ کی سیرت کے چند تابندہ نقوش

مبارک حسین مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قابلِ صد احترام بزرگ، نازشِ طریقت، حبیبِ ملت حضرت علامہ سید شاہ غلام محمد حبیبی سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ حبیبیہ دھام نگر شریف، دامت برکاتہم القدسیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاجِ گرامی وقار بخیر وعافیت ہوں گے!

مئی ۱۹۸۲ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ترجمان ماہ نامہ اشرفیہ نے ''مجاہدِ ملت نمبر'' شائع کرنے کا شرف حاصل کیا تھا، ۲۵۶ صفحات کا یہ زریں نمبر حضور مجاہدِ ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری قدس سرہ العزیز کی نابغۂ روزگار شخصیت پر تھا، معلومات، مضامین اور حسنِ ترتیب کا مرقع تھا، اس لیے بے پناہ مقبول ہوا۔ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ اور حضور مجاہد ملت نور اللہ مرقدہ کے درمیان حد درجہ رفاقت ومحبت تھی، سلطان الہند حضور خواجہ غریب نواز کے دیار پاک میں دونوں بزرگ برسوں تک ہم جماعت اور شیر وشکر رہے۔ اس بابرکت طالبانِ علومِ نبویہ کی جماعت پر حضرت خواجہ ہند الولی قدس سرہ کا خوب فیض تھا، ان تلامذہ پر آپ کے اساتذہ اور خاص طور پر آپ کے ممتاز استاذ گرامی صدر الشریعہ حضور مفتی شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ کو ناز اور فخر تھا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں پر رحمت و نور کی مسلسل بارش فرمائے، آمین۔

ذکر تھا ماہ نامہ اشرفیہ کے مجاہدِ ملت نمبر کا، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے اپنے عظیم محسن پر خاص نمبر نکال کر کوئی احسان نہیں کیا، بلکہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہوا۔ جامعہ اشرفیہ اور ماہ نامہ اشرفیہ کے مربی حضور حافظِ ملت اور حضور مجاہدِ ملت کے درمیان فکر وخیال کی جو ہم آہنگی تھی اس کی تشریح کی ترجمانی سے ہمارا قلم عاجز ہے۔ ولایت ومعرفت کی جن بلند منزلوں پر یہ دونوں بزرگ فائز تھے، وہاں تک ہماری فکروں کا پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ان دونوں نے بارہا اپنے خاص محسن واستاذ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ یہ ایک سچائی ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی زریں خدمات اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہیں۔ تاریخ کی اس سچائی سے کون مسلمان واقف نہیں کہ تصویر کے بین الاقوامی قانون کے باوجود حضور حافظِ ملت نے فوٹو کے بغیر حج و زیارت کی سعادت حاصل فرمائی، اور حضور مجاہدِ ملت نے نجدی حکومت کے باطل حکمرانوں کے سامنے حق وصداقت کا مجاہدانہ اعلان فرمایا اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے بخوشی رہنا گوارا فرمایا۔ مگر جبر وتشدد کے سامنے سرِ اقدس خم نہیں فرمایا۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور سے اس نمبر کی ترتیب واشاعت میں سب سے بنیادی کردار نام ور فاضل اشرفیہ، معروف ادیب، نقاد اور شاعر، ماہ نامہ اشرفیہ کے سابق مدیرِ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر الہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ کا کردار رہا۔ حضور مجاہدِ ملت سے ان کی بے حد عقیدت ومحبت کو ہم سلام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں شعر وسخن اور روحانی عظمتوں کے ساتھ اس سے بھی کہیں زیادہ فضل وکمال کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ یہ سب فیضان ہے شہزادۂ حضور حافظِ

ملت حضور عزیزِ ملت علامہ شاہ عبدالحفیظ عزیزی، سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کا، حضرت سربراہِ اعلیٰ اپنی بلند پایہ روحانی عظمتوں کے ساتھ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی وسعت وترقی میں شب وروز لگے ہوئے ہیں۔ حضرت اس مجاہدِ ملت کے حوالے سے بھی بے پناہ مبارک بادیوں کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ کرم ہمارے سروں پر دراز فرمائے۔ اس وقت استاذ القرا حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ مبارکپوری علیہ الرحمہ اور قاضیِ شریعت حضرت علامہ محمد شفیع اعظمی مبارک پوری علیہ الرحمہ بھی جامعہ اشرفیہ کے لیے سرگرمِ عمل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو بھی جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

ہمیں بے حد مسرت ہے کہ آپ بحیثیت صدرِ اعلیٰ آل انڈیا تبلیغِ سیرت ''مجاہدِ ملت نمبر'' شائع فرما رہے ہیں۔ بڑی خوشی اس بات کی بھی ہے کہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے مئی ۱۹۸۲ء میں ''مجاہدِ ملت نمبر'' جو شائع کیا تھا، قدرے اضافے کے ساتھ یہ اسی کی جدید اشاعت ہے۔ اسی کے ساتھ ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں آل انڈیا تبلیغ سیرت کے ناظمِ اعلیٰ محبّ مکرم حضرت مولانا عاشق القادری عزیزی مصباحی دام ظلہ العالی کی بارگاہ میں جنھوں نے اس رخ پر حد درجہ محنت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس اہم نمبر کو شرفِ قبول عطا فرمائے، اہلِ عقیدت اور اہلِ سنت اسے ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنی محبت کا ثبوت دیں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

سچی بات یہ ہے کہ راقم عہدِ شعور ہی سے حضور مجاہدِ ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ سے آشنا ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جب لکھنے لکھانے کا سلسلہ شروع ہوا تو ہم نے بھی چاہا کہ ہم بھی کچھ لکھ کر خریدارانِ یوسف علیہ السلام میں اپنا نام درج کرا لیں۔ حضور کے تعلق سے کچھ سنا اور کچھ پڑھا بھی تھا، مگر بات آئی گئی ہوتی رہی۔ دراصل ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، مقدر میں اسی نمبر میں شمولیت کا لکھا تھا، اس لیے آرزو کی

تکمیل نہیں ہو پائی ۔ اس تحریر میں بھی سرکار مجاہدِ ملت نور اللہ مرقدہ کا فیض ہے اور تقاضوں کی بھر مار کرنے والے ہیں حضرت مولانا عاشق الرحمٰن عزیزی دام ظلہ العالی ۔

متعدد ملاقاتوں کے بعد ہم آپ کی بلند پایہ روحانی اور علمی شخصیت سے تو عرصۂ دراز سے متاثر ہیں۔ ہر بار جلسوں اور کانفرنسوں میں آپ کی صدارت اور سرپرستی میں ہی گفت وشنید کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان مواقع پر آپ نے جس بلند اخلاقی اور نوازشِ خسروانہ کا مظاہرہ فرمایا، ہم ان الطافِ کریمانہ کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ آپ جس حسنِ اہتمام کے ساتھ اپنے تعلیمی اداروں اور تحریکوں کو لے کر چل رہے ہیں سن سن کر آنکھیں پرنور اور دل مسرور رہتا ہے۔ آپ کے معروف دار العلوم میں چند باکمال فرزندانِ اشرفیہ اور دیگر فضلاے اہلِ سنت زریں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔

ہم نے متعدد بار حضور مجاہدِ ملت نور اللہ مرقدہ کے مبارک عرس میں حاضری کی سعادت کا ارادہ کیا مگر ہزار چاہتوں کے بعد بھی ہم شرکت کی سعادت سے محروم رہے۔ خیر اللہ تعالیٰ اب کبھی کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا اور پھر آپ کی اعلیٰ روحانی سجادہ نشینی میں بارگاہِ حضور مجاہدِ ملت نور اللہ مرقدہ میں حاضری کا شرف حاصل کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ شاید باتیں کچھ زیادہ ہو گئیں، اس سمع خراشی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

آپ کی نوازشوں کا آرزومند
مبارک حسین مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ ومدیرِ اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور
یکم جنوری ۲۰۱۹ء/۲۳ ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ

حضور مجاہدِ ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری رئیس اڑیسہ قدس سرہ العزیز

اپنے عہد کے نابغۂ روزگارمہِ کامل تھے، آپ ایک دولت مند خاندان کے فردِ فرید تھے، خاص اورسب سے خاص بات یہ ہے کہ آپ خاندانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک کی ایک خوب صورت نشانی تھے۔ آپ نے عصری تعلیم کے بعد دینی فضل وکمال کے حصول کے لیے حد درجہ قربانیاں دیں۔ اساتذۂ کرام کا بھرپور ادب واحترام، معاصرین سے حد درجہ یگانگت ومحبت آپ کا طرۂ امتیاز تھا، جودوسخا، عبادت وریاضت اور تقویٰ و پرہیزگاری آپ کے ممتاز کمالات کے لازمی عناصر تھے، اولیاے کرام اور مجاذیب سے فیوض و برکات کے حصول کے لیے مچل جاتے تھے، آپ سب سے جھک کر ملتے اور بعض اوقات دست بوسی فرمانے کی کوشش فرماتے تھے۔ وہ اپنی دست بوسی اور قدم بوسی کرانا ہرگز گوارا نہیں فرماتے تھے۔

اس وقت ہمیں یاد آرہے ہیں خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ جنھوں نے ان کے دربارِ گوہر بار سے بار بار اپنا کشکول بھرا ہے اور جی بھر کر زیارت کرنے کا شرف بھی حاصل فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''لانبا قد، گندمی رنگ، بیضوی اور نورانی چہرہ، گول اور چھدری داڑھی، کشادہ اور بلند پیشانی پر سجدے کا چمکتا ہوا نشان، سر پر دو پلہ ٹوپی، ململ یا مارکین کا لانبا کرتا جس میں کئی کئی پیوند، سلیم شاہی جوتا یا گھسی پٹی چپل، نارنجی یا عنابی رنگ کی بغیر سلی لنگی، برسوں کی سلی سلائی صدری، جس کی جیب میں کاغذات کا پلندہ، گرجتی ہوئی آواز اور ہاتھ میں آل انڈیا ٹائم ٹیبل، مختصر سا بستر، ٹوٹی ہوئی کنڈیہ میں لوٹا، مسواک، کلوخ، جاے نماز، یہ ہیں مولانا حبیب الرحمٰن، نہ پوچھیے اس مردِ مجاہد کی داستان زندگی، صوبہ اڑیسہ ضلع بالیسر قصبہ دھام نگر کے رئیس اعظم، نسباً عباسی، مسلکاً سنی حنفی، رضوی، مشرباً قادری، اشرفی، رضوی۔'' (گوگل)

حضرت مجاہدِ ملت ابتدا میں نذرانے قبول نہیں فرماتے تھے، بعد میں قبول

فرمانے لگے تھے، مگر اخراجات سے زیادہ ہوتا تو اسی وقت واپس فرماتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ تدریس کی تنخواہ آپ نے قبول نہیں فرمائی بلکہ باضابطہ مدارس اور مساجد کا تعاون فرماتے تھے، آپ دو درجن سے زیادہ غریب اور محنتی طلبہ کو اپنی جانب سے کھانا کھلواتے، حاجت مند طلبہ کی حسب ضرورت نقدی وغیرہ سے مدد بھی فرماتے تھے، بلکہ بعض طلبہ کے اہلِ خانہ کو بھی روپے وغیرہ سے اعانت فرماتے تھے۔

آپ نے ملک کے مختلف گوشوں میں بد مذہبوں سے مناظرے فرمائے، کثیر مواقع پر مناظروں کی صدارت فرمائی، ملک وملت کے مسائل حل کرنے کے لیے آپ نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کی بنا ڈالی، اس کے طے شدہ منصوبوں کے مطابق اہلِ سنت و جماعت کے دردناک مسائل حل فرمائے، آپ نے درجنوں کانفرنسیں منعقد کیں، کتنے ہی مواقع پر آپ نے صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو آئینہ دکھایا، حج وزیارت کے بعض مواقع پر نجدی حکومت کو للکارا، قید وبند کی صعوبتیں برداشت فرمائیں، بلاشبہہ آپ مردِ میداں اور مجاہد دوراں تھے، آپ نے طوفانوں کی زد پر چراغ جلائے، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں کبھی حالات سے سمجھوتا نہیں فرمایا۔ آپ نے تحریک خاکسارانِ حق قائم فرما کر ملک ودین کی حفاظت کے لیے اسلامی پولس کے دستے تیار فرمائے۔ سنن ابنِ ماجہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ ذِیْ سُلْطَانٍ جَابِرٍ. ''کسی ظالم وجابر بادشاہ کے روبرو حق گوئی۔''

یہ مجاہدانہ کارنامہ آپ نے زندگی میں بار بار انجام دیا ہے۔ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ — ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

خاندانی پس منظر اور ولادت باسعادت:

مجاہدِ ملت کا سلسلۂ نسب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن حضرت عباس رضی اللہ

عنہ بن عبدالمطلب سے ملتا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب کے آقا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ حضرت مجاہدِ ملت کے جدِّ اعلیٰ حضرت شاہ کمال بلخی قدس سرہ العزیز بلخ، افغانستان سے ہندوستان تشریف لائے، پٹاس پور ضلع مدنا پور مغربی بنگال کو آپ نے اپنا مرکزِ رشد و ہدایت بنایا، حضرت شاہ بلخی کے پر پوتے حضرت مولانا شاہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سے ہجرت فرمائی اور بھدرک ضلع بالاسور، اڑیسہ میں اقامت فرمائی اور اور بھدرک ہی میں صلاح وفلاح کے اہم کارنامے انجام دینا شروع فرمائے۔ آپ نے انتہائی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دین وسنیت کی وسیع خدمات انجام دیں اور ایک دن واصل الی الحق ہو گئے۔ آپ کا مزار اقدس محلّہ ملا شاہی میں زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

حضرت مجاہدِ ملت کے دادا جان حضرت مولانا محمد مظہر الحق عرف حضرت ملا مظہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو صاحب زادگان ہوئے، حضرت ملا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا عبدالدیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت ملا عبدالمنان علیہ الرحمہ کی چار اولاد ہوئی، حضرت مجاہدِ ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قدس سرہ العزیز (۲) حضرت قاری مجیب الرحمٰن علیہ الرحمہ (۳/۴) لڑکیاں۔

حضرت مجاہد ملت کے دادا جان حضرت ملا مظہر الحق علیہ الرحمہ کے ماموں منشی عبد الرؤف دھام نگر میں لاولد تھے، انھوں نے آپ کے دادا جان کو گود لے لیا اور رؤفیہ اسٹیٹ کا متولی منتخب فرما دیا۔ اس طرح حضرت مجاہدِ ملت کا خاندان دھام نگر میں آباد ہو گیا۔ حضرت مجاہد ملت کی ولادت باسعادت ۸ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/۲/ مارچ ۱۹۰۴ء بروز شنبہ صبح صادق کے وقت ہوئی، حضور مجاہدِ ملت نے جاگیر دارانہ خاندان میں آنکھیں کھولیں، اسی لیے انھیں رئیس اڑیسہ بھی کہا اور لکھا جاتا ہے، والد گرامی حضرت ملا عبدالمنان علیہ الرحمہ ایک پورے اسٹیٹ کے مالک تھے، مگر حضرت مجاہدِ ملت پر فقر و درویشی کا غلبہ رہا۔ آپ نسبی

اعتبار سے عباسی ہوئے آپ نے عباسی ہونے کا باتِ خود متعدد بار ذکر فرمایا ہے۔

تعلیم وتربیت:

آپ کے والدِ گرامی نے اپنی اس آرزو کا متعدد بار ذکر فرمایا، ہم اپنے اس فرزند کو اپنی آخرت کے لیے عالمِ دین بنائیں گے اور اپنے بھتیجوں عطاء الرحمٰن اور شفاء الرحمٰن کو عصری تعلیم دلائیں گے تاکہ اسٹیٹ کی دیکھ بھال کرسکیں۔ ابھی آپ کی عمر ۴؍ برس ہوئی تھی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری والدہ ماجدہ محترمہ کلیمۃ النساء مرحومہ بنت محمد طاہر الحق مرحوم اور ماموں حضرت ملا ابرار الحق علیہ الرحمہ پر عائد ہوئی۔ ماموں جان آپ کو لے کر کٹک چلے گئے اور ایک انگریزی اسکول میں داخل کرا دیا، آپ آٹھویں کلاس تک پہنچ گئے، اس کے بعد آپ سخت علیل ہوئے، دماغی توازن بھی متاثر ہونے لگا، ایک ماہ کی سخت علالت کے بعد رمضان المبارک آ گیا، پھر آپ مسلسل علاج کے بعد صحت مند ہوئے اور گھر ہی پر دینی تعلیم کا آغاز فرما دیا۔ ابتدائی طور پر حضرت مولانا شفقت حسین مرادآبادی علیہ الرحمہ سے فارسی تعلیم حاصل کی، فارسی کی مزید تعلیم حضرت مولانا عبد المجید استاد جی مرحوم سے حاصل فرمائی، عربی کی ابتدائی تعلیم میزان سے کافیہ تک حضرت مولانا عبد العزیز اجمیری ثم کلکتوی علیہ الرحمہ سے حاصل فرمائی۔ اس کے بعد دھام نگر شریف میں آپ کی تعلیم کے لیے ''مدرسہ حمیدیہ'' کا قیام عمل میں آیا۔ جہاں آپ نے حضرت مولانا مفتی سید شاہ ظہور حسام حسامی مانک پوری علیہ الرحمہ سے عربی قواعد کی کتابوں کا درس لیا اور حضرت مولانا عبد الصمد علیہ الرحمہ سے شرح تہذیب، شرح وقایہ اور شرح جامی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

حضرت مولانا سید شاہ ظہور حسام علیہ الرحمہ کے مشورے پر مزید تعلیم کے لیے ۱۳۴۲ھ میں الٰہ آباد تشریف لائے اور مشہور درس گاہ مدرسہ سبحانیہ میں داخلہ لیا، یہاں اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی کے تلمیذ حضرت مولانا نجم الدین بہاری علیہ الرحمہ سے

قطبی مع میر پڑھی، یہ مؤقر استاذ کچھ دنوں کے بعد مدرسہ سے مستعفی ہو گئے۔ کئی اور مدرسین آئے مگر حضرت مجاہد ملت مطمئن نہیں ہو سکے، پھر آپ ہی کی خواہش پر مدرسہ سبحانیہ کے مہتمم حضرت مولانا حافظ عبدالکافی علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن بادشاہ پوری علیہ الرحمہ کا تقرر فرمایا، مجاہدِ ملت نے اپنے اس استاذِ گرامی سے دو سال تک تعلیم حاصل فرمائی، ملا جلال مع بحر العلوم اور ترمذی شریف وغیرہ اہم کتابیں بڑی محنت سے پڑھیں۔

مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس:

آپ نے الہ آباد میں محنت ولگن سے دینی اور فنی علوم کی متعدد کتابیں پڑھیں، ان دنوں ملک بھر میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کا شہرہ تھا، اس کی سب سے اہم وجہ خواجۂ خواجگاں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی نور اللہ مرقدہ کا مزار اقدس تھا، جن کے دربار میں صدیوں سے دنیا بھر کے اکابر و اساطین کاسۂ گدائی لے کر کھڑے رہتے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت نے اجمیر مقدس میں حصولِ علم کا ارادہ فرمایا اور وہاں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں حصولِ علم اور طلبِ فضل کے لیے داخل ہو گئے۔ وہاں آپ نے پیرزادہ حضرت مولانا شاہ سید حامد حسین علیہ الرحمہ سے عربی ادب کی اہم کتب پڑھیں، معروف استاذ حضرت مولانا عبدالحی پشاوری علیہ الرحمہ سے متعدد علمی و فنی کتابوں کا درس لیا۔ خلیفۂ امام احمد رضا صدر الشریعہ حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی نور اللہ مرقدہ سے خصوصی طور پر تعلیم و تربیت حاصل فرمائی۔ حمد اللہ، میر زاہد، قاضی مبارک، امورِ عامہ اور توضیح تلویح جیسی اہم کتابوں کا درس لیا۔ حضرت صدر الشریعہ فرماتے تھے: ''مجھے اپنی زندگی میں یہ ایسی جماعت ملی جو واقعی پڑھنے والی ہے۔''

آپ کے رفقائے درس میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ شاہ سردار احمد گورداسپوری قدس سرہ العزیز (و: یکم شعبان ۱۳۸۲ھ/ ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۲ء)، استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ

مبارک پور(و: یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/ ۳۱رمئی ۱۹۷۶ھ)، صدر العلما امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ العزیز (و:۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/ ۸رمئی۱۹۷۲ء)،مناظرِ اہلِ سنت حضرت علامہ رفاقت حسین قدس سرہ العزیز مفتیِ اعظم کانپور(و:۔۔۔۔۔۔)،شمس العلما حضرت علامہ قاضی شمس الدین جعفری جونپوری قدس سرہ العزیز(و:یکم محرم الحرام۱۴۰۲ھ/ ۳۰راکتوبر۱۹۸۱)۔وغیرہ یہ دس نفوسِ قدسیہ پر مشتمل جماعت تھی،ہرایک اپنی جگہ علم وفضل کا آفتاب وماہتاب تھا۔

آپ اجمیر مقدس کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد تشریف لے گئے،یہاں خاص طور پر صدرالافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز(م:۱۸رذو الحجہ ۱۳۶۷ھ/ ۲۳راکتوبر ۱۹۴۸ء) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے،صدرالافاضل کی بلند پایہ شخصیت بڑی خوبیوں کی جامع تھی،آپ تفسیر وحدیث میں اپنا ایک امتیازی مقام رکھتے تھے،حضرت مجاہدِ ملت نے آپ سے احادیث نبوی کی اعلیٰ کتب کا درس لیا اور حضرت صدرالافاضل نے آپ کو سندِ حدیث سے بھی سرفراز فرمایا۔آپ نے حضرت صدرالافاضل سے طب وحکمت کی تعلیم بھی حاصل فرمائی۔

تدریس اور طلبہ کی ہمدردی:

حضرت صدرالافاضل قدس سرہ العزیز نے آپ کو باضابطہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مدرس مقرر فرمایا،آپ نے جامعہ نعیمیہ میں بغیر کسی معاوضے کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔طلبہ آپ سے حد درجہ مطمئن تھے،آپ حسب ضرورت طلبہ کی خاموشی سے مدد بھی فرمایا کرتے تھے۔کئی ایسے نادار طلبہ تھے جنھیں حضرت کافی روپے دیتے تھے،ہرطرف رئیسِ اڑیسہ کے نام سے متعارف تھے۔بڑے بڑے اہلِ علم اور اہلِ ثروت آپ کے قریب بیٹھنا فخر سمجھتے تھے،مرادآباد کے بعض حکام پر بھی حضرت کا خوب اثر تھا۔ایک جج صاحب بھی آپ کے شیدائی ہوگئے تھے،ان کا ایک یکّہ (تانگہ)

تھا جس پر ان کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھتا تھا، وہ یکّہ عام طور پر حضرت کے لیے حاضر رہتا، جج صاحب عرض گزار رہتے، حضرت! آپ کو جہاں بھی جانا ہو خدمت کے لیے ہمارا یکّہ حاضر ہے۔"

پیر طریقت حضرت مولانا مفتی عبدالرب حبیبی علیہ الرحمہ نے اپنا جو واقعہ تحریر فرمایا ہے اس کا مفہوم یہ ہے:

"اسی دوران میں نے مدرسہ نعیمیہ میں داخلہ لے لیا اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا، تعلیم شروع ہوگئی، میری والدہ ہر جمعہ کو مجھ سے ملنے آتی تھیں، میرا سرپرست اس وقت میری والدہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ والد گاؤں کے کافی بڑے آدمی تھے، خاندان بھی کافی بڑا تھا، مشیتِ الٰہی میرے والد کا انتقال اس وقت ہوگیا جب میری عمر صرف چھ سال کی تھی تو خاندان والوں نے ہماری بیوہ ماں کو بہت پریشان کیا، یہاں تک کہ زمین گھر وغیرہ سب سے بھی الگ کر دیا۔

حضرت مفتی عبدالرب حبیبی علیہ الرحمہ نے جو مزید تحریر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کی دو بہنیں تھیں، ایک بڑی اور ایک چھوٹی۔ آپ کی والدہ اپنے تینوں بچوں کو لے کر سخت پریشان تھیں، اسی بستی کی ایک جھونپڑی میں رہنے لگیں۔ آپ کی والدہ غربت وافلاس سے پریشان ہوکر دوسروں کے گھر جا کر چکی چلاتیں، صاحبِ خانہ کچھ آٹا اور پیسے وغیرہ دیتا اس سے ہمارا گزر ہوتا، یہ ان دنوں کی بات ہے جب آٹا گھر میں چکی سے پیسا جاتا تھا اور دھان ہاتھ ہی سے موسل سے کوٹے جاتے تھے۔ حضرت شیخ طریقت کی والدہ بے پناہ محنت ومشقت اٹھاتیں اور اپنے بچوں کی پرورش کا سامان فراہم کرتی تھیں، لیکن حضرت کی والدہ نے انھیں کام نہیں کرنے دیا بلکہ مسلسل فرماتی تھیں: "**اے میرے پیارے بیٹے! تم پڑھو اور ایک کامیاب عالم بنو**" بعض اہلِ محلّہ اور بعض خاندان والے کہتے تھے، یہ عورت کتنی بیوقوف ہے، بچے کو پڑھا رہی ہے اور اس عمر

میں خود کام کر رہی ہے۔ اب لڑکا کام کے لائق ہو گیا ہے کچھ نہ کرے گا تو کم از کم دوسروں کی بھینسیں ہی چرائے گا تب بھی کافی پیسہ کما لے گا۔ یہ مشورہ جب ایک خاتون نے دیا تو والدہ چراغ پا ہو گئیں اور فرمانے لگیں: **''میں تو اپنے بیٹے کو عالم بناؤں گی، آپ کے مشورے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔''**

حضرت مجاہد ملت رئیسِ اڑیسہ تھے، دولت مند خاندان کے چشم و چراغ تھے بقول مفتی عبدالرب حبیبی ''کئی ایسے لڑکے تھے جو حضرت کے خرچ سے پڑھتے تھے اور ان کو حضرت پیسے دیتے تھے، لیکن کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی، حضرت مجھ پر بھی خاص توجہ فرماتے تھے اور اپنے بہت قریب رکھتے تھے۔''

حضرت مفتی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دن معلوم کرنے لگے کہ یہ عورت جو تم سے ملنے آتی ہے، کون ہے؟'' میں نے والدہ کے بارے میں اور اپنے گھر کے بارے میں تفصیل سے بتایا، حضرت بغور سنتے رہے اور تیور بدلتے گئے۔ بعد میں حضرت نے فرمایا کہ: **''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا اس بات کو تم کیوں چھپاتے رہے؟ خیر اب تم گھر جاؤ اور اپنی والدہ سے میرا اسلام بول دینا اور کہنا کہ کل میں ان کے گھر پر آ رہا ہوں۔''**

میں حضرت کے حکم پر گھر پہنچا اور والدہ مرحومہ سے بتایا کہ حضرت کل ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں۔ والدہ مرحومہ نے سنا اور کہنے لگیں کہ تم نے شاید گھر کا حال حضرت سے بیان کر دیا ہے، میں نے کہا: ہاں یہی بات ہے۔ خیر ساری بستی والوں کو معلوم ہو گیا کہ فلاں بیوہ کے ہاں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ تشریف لا رہے ہیں۔ بستی کا عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے سرمایہ دار یہ چاہتے تھے کہ حضرت میرے یہاں قدم رکھ دیں، گاؤں میں کوئی اس بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ اتنی بڑی شخصیت ایک بیوہ کے گھر آئے گی، جن کے پاس نہ گھر ہے نہ در، اگر آئے بھی تو یہ

بیٹھیں گے کہاں! لوگوں نے سوچا شاید اس طرف سے کہیں دوسری جگہ جانا ہوگا اور اس لڑکے نے زور دیا ہوگا کہ حضور میرے گھر بھی چلیں تو حضرت نے ہاں کرلی ہوگی۔

دین نگر پور (معروف ڈینگر پور) کے ایک صاحب نے اپنے گھر میں حضرت کے لیے انتظام کرلیا کہ اگر آئیں تو میں اپنے یہاں ٹھہراؤں گا اس بیوہ کے پاس کیا بیٹھیں گے۔ بہرحال دوسرے دن حضرت اسی جج والے یکّے سے دین نگر پور جو شہر مراد آباد سے چودہ کلو میٹر سنبھل روڈ پر ہے، پہنچے۔ لوگ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے اور یہ خبر پوری بستی میں بجلی کی طرح پھیل گئی، حضرت میرے یہاں ٹوٹی ہوئی چار پائی پر بیٹھ گئے۔ وہ صاحب بھی تشریف لائے جنھوں نے حضرت کے قیام کا انتظام کیا تھا۔ کہنے لگے: حضور! میرے یہاں چلیں سارا سامان آپ کے لئے ٹھیک ہے، وہاں آرام سے بیٹھیے گا۔ حضرت نے بہت ہی ناخوش لہجے میں جواب دیا کہ: **''میں یہاں ان کا مہمان ہوں، تمہارا نہیں، جب تک یہاں ہوں ان کے یہاں کھاؤں گا، رہوں گا۔''**

حضرت نے اس خاتون کے خاندان والوں کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ مجھ کو جانتے ہو؟ سب نے کہا: حضور آپ کو کون نہیں جانتا۔ پھر حضرت نے ہمارا معاملہ پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے جلد ہی ان کی زمین اور گھر خالی نہیں کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔ جب ان لوگوں کو ڈرایا دھمکایا انھوں نے زمین میں پیداوار کا آدھا حصہ دینے کا وعدہ کیا اور مکان خالی کرنے کا۔ **پھر حضرت نے والدہ مرحومہ کو کچھ روپے دیے اور فرمایا: کہ ہر ماہ میں تم کو خرچ دیتا رہوں گا، تم گھر میں رہو کسی کی چکی چلانے کی ضرورت نہیں۔** پھر مجھ کو لے کر مراد آباد تشریف لائے۔ پھر کیا تھا، زمین کی پیداوار آدھی ملنے لگی، مکان خالی ہوگیا، جب تک فصل نہیں کٹی **حضرت والدہ مرحومہ کو ہر ماہ روپے دیتے رہے، میرا تو کل خرچ اٹھاتے ہی تھے۔**

حضرت مفتی عبد الرب حبیبی لکھتے ہیں:

''پھر والدہ سے حضرت نے فرمایا کہ اس لڑکے کو مجھے دے دو۔ والدہ نے فرمایا کہ ایک ہی بیٹا ہے چاہے آپ اپنے پاس رکھیں یا میرے پاس رہنے دیں۔ بہر حال حضرت نے میری پڑھائی لکھائی، شادی وغیرہ کی ساری ذمہ داری نبھائی۔''

مرشدِ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالوحید فریدی بنارسی لکھتے ہین:

''مجھے حضرت صدر الافاضل مراد آبادی اپنے ساتھ لے گئے تو حضرت کے قدموں میں رہا کرتا تھا، تذکروں کے دوران ایک مرتبہ حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی آ گیا، میرے حضرت کے چشم ہائے مبارک میں نمی آ گئی اور فرمایا: ''مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کا عجیب حال تھا، ان کے والد ماجد رئیس تھے، دوسو روپے ماہ وار آتا تھا، جس طالب علم کے پاس کپڑا نہ ہوتا مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اس کا کپڑا بنوا دیتے، جس کی جاگیر نہ ہوتی اس کے لیے ہوٹل میں کھانا کھانے کا انتظام کرتے، فرماتے: کھاؤ اور پڑھو۔ پندرہ سولہ طالب علموں کے کھانے کا انتظام کر دیا کرتے تھے۔ حضرت اس واقعہ کو فرماتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔''

(مجاہد ملت نمبر، ص: ۱۱۰/۱۱۱)

حضرت مجاہد ملت اکثر علوم وفنون پر دستگاہ رکھنے والے عظیم استاذ تھے، آپ علومِ عقلیہ میں بے پناہ شہرت ومقبولیت رکھتے تھے، مگر اصل واقعہ ایسا نہیں، دراصل ان دنوں میں معقولات کی عام طور پر پزیرائی تھی، فاضل ومحقق اسی کو سمجھتے تھے جو منطق، فلسفہ، ہیئت اور نجوم پر مہارت رکھتا ہو۔ یہ تمام معقولاتی فنون ذرائع ہیں، اصل علوم تو قرآن تفسیر، حدیث، فقہ اور علمِ کلام ہیں۔ حضرت مجاہد، ملت علیہ الرحمہ ان دینی علوم پر گہری بصیرت رکھتے تھے، یہ سچ ہے کہ آپ درس گاہ میں معقولات پر بھر پور توجہ فرماتے تھے۔ آپ کے تلمیذ رشید حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''عام طور پر قطبی کے بعد ملا حسن پڑھائی جاتی ہے، لیکن آپ نے ''شرح مرقاۃ''

جیسی معرّ ی کتاب داخلِ نصاب فرمائی، اس کتاب میں آپ نے ملا حسن، ملا جلال، قاضی اور حمد اللہ تک کے مباحث کھنگال دیے۔ یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ آپ کو معقولات پر کتنا عبور حاصل تھا۔'' حضرت مجاہد ملت بلا شبہہ معقولات میں مشہور تھے مگر حدیث وتفسیر اور فقہ وکلام سب میں آپ اپنی انفرادی شان اور ممتاز پہچان رکھتے تھے۔

کچھ ایام کے بعد مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کے ذمہ دار استاذ شیخ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالکافی علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال ہوگیا، جن کے وجودِ ناز کے اٹھ جانے سے مدرسہ سبحانیہ کے حالات متاثر ہونے لگے، حضرت مجاہد ملت کے سامنے درس گاہی نظام کے متاثر ہونے کے پس منظر میں آپ کو بحثیت صدرالمدرسین مدعو کیا گیا۔ حضرت مجاہد ملت دردمند دل رکھتے تھے، آپ ۱۹۳۴ء میں مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد تشریف لے گئے، مگر تنہا نہیں، آپ کے ساتھ ان طلبہ میں سے بھی چند آ گئے جنھیں آپ علمی اور معاشی طور پر سرفراز فرماتے تھے۔ الٰہ آباد میں آپ کی تشریف آوری کے بعد مدرسہ سبحانیہ نے کافی شہریت ومقبولیت حاصل کی۔ آپ نے عرصۂ دراز تک باضابطہ ایک ذمہ دار شیخ کی حیثیت سے تدریس وتربیت کا اہتمام فرمایا، آپ نے ایک طویل مدت کے بعد تدریسی سلسلہ کو ترک فرمادیا، مگر جزوی طور پر طلبہ اور علما آپ سے استفادہ فرماتے رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد تو طویل ہے، ہم چند اسمائے گرامی پیش کرتے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی نظام الدین بلیاوی علیہ الرحمہ، شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی عبدالرب حبیبی علیہ الرحمہ، مفتیِ اعظم اڑیسہ حضرت مفتی عبدالقدوس قادری علیہ الرحمہ، خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی، حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ علیہ الرحمہ، حضرت مولانا معین الدین علیہ الرحمہ، حضرت مولانا سید عبدالحی اجمیری ثم جے پوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا صوفی مسعود حسین مرادآبادی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مجیب الرحمٰن بھاگل پوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بھاگل پوری علیہ الرحمہ، حضرت

مولانا قاری مقبول حسین الٰہ آبادی علیہ الرحمہ وغیرہ۔

اہم درس گاہوں میں بحیثیت ممتحنِ اعلیٰ:

حضرت مجاہدِ ملت قدس سرہ العزیز منقولات ومعقولات میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، اکابر علمائے اہلسنت آپ پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔ بڑی بڑی درس گاہوں میں اعلیٰ اور اہم کتابوں کا امتحان لینے کے لیے آپ کو مدعو کیا جاتا تھا۔ آپ نے درجنوں ذمہ دار درس گاہوں میں امتحانات کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھایا، حضور حافظ ملت اور حضور مجاہدِ ملت کے درمیان بڑے مخلصانہ روابط تھے، حضور حافظِ ملت نے آپ کو متعدد بار دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے منتہی طالبانِ علوم نبویہ کا امتحان لینے کے لیے مدعو فرمایا اور آپ باآں فضل وکمال جلوہ گر بھی ہوئے۔ ایک بار آپ کو سالانہ اجلاس میں مدعو کیا گیا، اسی کے ساتھ امتحان بھی لینا تھا، آپ نے طلبہ کی ایک اعلیٰ جماعت کا امتحان لینا شروع فرمایا۔ سوال کا آغاز آپ نے لفظ ''المقدمہ'' سے کیا۔ آپ نے سوال فرمایا: بتاؤ اس کے حرف دال پر فتحہ ہے یا کسرہ؟ سوال وجواب اور تنقیح طلب امور پر گھنٹوں سلسلہ چلتا رہا، ماضی میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کی یہ خصوصیت تھی کہ امتحان کے وقت اراکین میں بھی چند حضرات تشریف رکھتے، توضیح وتشریح کا یہ سلسلہ دراز ہوتا رہا، یہاں تک کہ دن کا آدھا حصہ گزر گیا، حضرت مجاہدِ ملت دارالعلوم کے طلبہ کی استعداد اور صلاحیت سے بہت خوش ہوئے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت:

آل انڈیا تبلیغ سیرت کی صدارت فرماتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا عبد القدیر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''ہمارا اور مولانا حبیب الرحمٰن کا یہ فرق ہے کہ ہم لوگ سب سے ڈرتے ہیں خدا سے نہیں ڈرتے اور مولانا حبیب الرحمٰن کسی سے

نہیں ڈرتے خدا سے ڈرتے ہیں۔ حضرت کے یہ جملے بلا شبہہ حضرت مجاہدِ ملت کی ولایت کا واضح ثبوت ہے۔ مگر ہم یہاں عرض کریں گے کہ ''ولی را ولی می شناسد'' بلاشبہہ یہ دونوں بزرگ ولیِ کامل تھے۔

حضرت مفتی عبدالقدیر بدایونی نے تبلیغ سیرت پٹنہ کانفرنس میں فرمایا تھا:

''کہ اب میں سیاست سے دور ہو گیا، لیکن اگر ضرورت پڑی تو چور دروازے سے نہیں صدر دروازے سے آؤں گا اور مولانا حبیب الرحمٰن کو یقین دلاتا ہوں اگر جیل کی نوبت آئی تو ان کے پیچھے سب سے پہلے عبدالقدیر نظر آئے گا۔''

آل انڈیا تبلیغ سیرت کا سالانہ اجلاس ۹/۱۰/۱۱/ اپریل ۱۹۵۴ء کو انجمن اسلامیہ ہال، پٹنہ، بہار میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کے اخراجات کے لیے حضرت مجاہدِ ملت اپنی اہلیہ کے زیورات لے کر آئے تھے، منتظمین نے لینے سے سخت انکار کیا، مگر آپ مسلسل دینے کے لیے کوشش فرماتے رہے، جب انھوں نے قبول نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: **''اب تو یہ باہر آگئے ہیں، اب واپس اندر نہیں جائیں گے۔''** یہ آپ کی تقویٰ شعاری ہے۔ مشہور تو یہ ہے کہ فلاں عالم نے تن من دھن کی قربانی پیش کی، مگر سچی بات تو یہ ہے کہ لوگ تن من تو لگا دیتے ہیں مگر دھن دینے کا حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ ہم عقیدتوں کے ہزاروں سلام پیش کرتے ہیں کہ حضرت مجاہدِ ملت قدس سرہ العزیز نے دھن اور وہ بھی اہلیہ کا زیور، بھی قربان کر دیا۔ ہر انسان جانتا ہے کہ ایک خاتون کو اپنے زیور سے حد درجہ پیار ہوتا ہے مگر یہ کوئی عام خاتون نہیں تھیں، انھوں نے عرصۂ دراز تک اپنے تاجدار سرکار مجاہدِ ملت کی صحبت اختیار فرمائی تھی اور مثل مشہور ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند

ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار کے قیام کے بعد انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں ادارہ کے زیرِ اہتمام سہ روزہ کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں ملک کے کثیر علما و مشائخ کے خطابات

ہوئے، حضرت مولانا مفتی فضل کریم قاضی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ لکھتے ہیں:

''آخر میں حضرت مجاہدِ ملت علیہ الرحمہ، اسٹیج پر رونق افروز ہوئے، مجمع ہمہ تن گوش تھا، آپ نے اپنے مجاہدانہ انداز میں تقریر شروع کی اور مسلمانوں پر کیے گئے مظالم کا تفصیلی طور پر ذکر فرماتے ہوئے، حکومت پر سخت تنقیدیں کیں اور اسے ظالم و جابر حکومت قرار دیتے ہوئے انسدادِ فساد کے لیے پرزور الفاظ میں تنبیہ کیا کہ اگر یہ فتنہ و فساد کا سلسلہ بند نہ ہوا تو حکومت کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ چکی کا پاٹ اگر نیچے سے اوپر آ گیا تو پھر کیا ہوگا۔'' (مجاہدِ ملت نمبر، ص:۹۵)

اس شیر دل مردِ مجاہد نے جو ولولہ انگیز خطاب فرمایا میں ورطۂ حیرت میں ڈوبا ہوا تھا اور آپ کے مجاہدانہ لب و لہجے سے یہ خطرہ محسوس کر رہا تھا کہ کہیں آپ کو گرفتار نہ کر لیا جائے، آپ بار بار اس جملے کو دُہرا رہے تھے، میں حبیب الرحمٰن بول رہا ہوں، جو کچھ بول رہا ہوں اس کا ذمہ دار میں خود ہوں، یہ مجمع اس کا ذمہ دار نہیں ہے، جب کہ سی آئی ڈی والے آپ کی تقریر کو نوٹ کر رہے تھے۔

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

تقویٰ شعاری اور کرامات و تصرفات:

حضرت مجاہدِ ملت نور اللہ مرقدہ ابتدائی ایام ہی سے شریعت کے سخت پابند تھے، فرائض و واجبات کی پابندی تو لازمی طور پر فرماتے ہی تھے، سنن و نوافل کا بھی بھرپور اہتمام فرماتے تھے۔ خدمتِ خلق، دین و سنیت کی مکمل خدمت، لاچاروں اور مجبوروں کی غم گساری، نادار طلبہ کی مدد، ان کی تابندہ حیات کے انفرادی نقوش تھے۔ آپ نے مشہور روایت کے مطابق کبھی گرم پانی سے وضو نہیں فرمایا، اس عمل میں دراصل اس حدیثِ رسول پر عمل تھا کہ آقا ﷺ نے فرمایا: نهى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الوضوء مما مست النار۔۔ یعنی آقا ﷺ نے گرم پانی سے وضو کرنے سے روکا۔

حضرت علامہ نظام الدین حبیبی بلیاوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضرت مجاہد ملت نے حکم فرمایا کہ: تم میرے ساتھ بند کی چلو، وہاں جلسہ ہے، تھوڑی دیر تقریر کر دینا، میں ہمیشہ نزلہ کا مریض رہا، ان دنوں نزلہ شباب پر تھا، میں نے اپنا حال ظاہر کیا، حکم فرمایا کہ نہیں تم کو چلنا ہے۔ میں خاموش ہو گیا اور حضرت کے ساتھ کفش برداری میں چل پڑا۔ جب وہاں پہنچے تو جس کے یہاں جلسے کی تقریب تھی وہ ہومیو پیتھک کے ڈاکٹر تھے، رات کو کھانا کھانے کے بعد مجھ کو مسلسل کھانسی آنے لگی اور آواز بیٹھ گئی۔ اب حضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا، میزبان کو بلایا اور فرمایا کہ: میں ان کو تقریر کے لیے لایا تھا، ان کا یہ حال ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ یہ ابھی تقریر کریں گے، نہیں معلوم انھوں نے کیا دوا دی، مگر حضرت کی توجہ نے کچھ ایسا کام کیا کہ میری آواز کھل گئی، دوا کا بہانہ ہی رہا اور میں تقریر کے قابل ہو گیا۔ فرمایا: چلو تقریر کرو، اس وقت جو تقریر ذہن میں آئی محض ان کی عطا اور توجہ تھی۔''

کہنے کو یہ معمولی بات نظر آتی ہے، مگر جو علما تقریر فرماتے ہیں ان سے معلوم کرو کہ آواز کی کتنی اہمیت ہوتی ہے اس وقت ان کی حالت ماہیِ بے آب کی طرح ہوتی ہے اب ایسے مواقع پر کسی کی نگاہِ فیض ہو جائے تو یہ کرم بالائے کرم ہوتا ہے۔

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ حسان الہند حضرت بیکل اتساہی نے اپنی قیام گاہ بلرام پور میں فرمایا کہ ایک بار ہماری آواز بے کار ہو گئی، ہم نے لاکھ دوا کی مگر صحت یاب نہیں ہوئے، ہم نے اپنے بزرگ حضرت مجاہدِ ملت کی بارگاہ میں عرض کیا، آپ نے ہمیں کوئی چیز عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ چلو پڑھو، ہم نے پڑھنا شروع کیا، چند منٹوں کے بعد ہلکی سے کھانسی آئی اور ایک کالی سی چیز حلق سے باہر آئی، ہم نے اسے پانی سے کلی کر کے صاف کر لیا اور اس کے بعد جو پڑھنا شروع کیا، آواز پوری طرح صاف ہو گئی اور مبارک پور کا مجمع حسبِ سابق جھوم اٹھا۔ یہ سب حضور مجاہدِ ملت کی کرامتیں ہیں اور ان

جیسی اور بھی بہت سی کرامتوں کا آپ کی ذات سے صدور ہوا۔

عام طور پر پیروں میں دیکھا جاتا ہے کہ ان کے مریدین اپنے وطن کے کم ہوتے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت کے مریدین دھام نگر اڑیسہ میں سب سے زیادہ ہیں اس کے بعد آپ نے الٰہ آباد سکونت اختیار فرمائی تو اس پورے علاقے میں بھی آپ کے مریدین اور محبین کی تعداد بہت کثیر ہے۔

شدید مرض کے بعد ابھی آپ بہت کمزور تھے، عمر شریف صرف ۹؍ برس کی تھی، رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو گیا، مگر آپ نے روزہ رکھنے کا آغاز فرما دیا۔ آپ کے ماموں جان ملا ابرار الحق علیہ الرحمہ فرماتے: آپ ابھی بہت کمزور ہیں، عمر بھی کم ہے، آپ روزہ رکھنا بند کر دیں۔ حضور مجاہد ملت خود فرماتے ہیں: ''مجھے کئی دنوں کے بعد ہوش آیا تھا، نقاہت کا پورا پورا احساس تھا، مگر ماہِ صیام آیا تو روزے بھی رکھنے لگا۔''

ایک بلند پایہ روحانی شخصیت کی پہلی منزل فتوے پر عمل کرنا ہے، جب کہ آخری منزل تقویٰ شعاری ہے۔ حضرت مجاہد ملت بھی ان تقویٰ شعاروں میں تھے جن کی ایک ایک ادا پر زمانہ ''دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا ست'' کا نظارہ دیکھتا ہے۔

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی حیات میں کٹک، اڑیسہ تشریف لے گئے تھے، بحر العلوم اپنا مشاہدہ نقل فرماتے ہیں:

''افطار کے وقت فرش کے اخیر کنارے پر ایک گوشہ میں ایک بڑی چٹائی دسترخوان کی طرح حضرت کے سامنے بچھا دی جاتی، خود حضرت کے مکان سے واقف مقدار میں کھانا اور افطاری آتی، روزانہ دسترخوان پر آس پاس کے پچیسوں آدمی جن میں چالیس پچاس میل دور تک کے آدمی ہوتے، اپنی اپنی افطاری ساتھ لے کر آتے۔ حضرت ہی کے دسترخوان پر وہ سب بھی رکھا جاتا، سب ساتھ کھاتے اور کچھ تبرکاً دسترخوان سے واپس اپنے گھروں کو لے جاتے۔ میرے لیے یہ بات بے حد حیرت

ناک تھی کہ حضرت کے سامنے صرف افطار کی برکت حاصل کرنے کے لیے لوگ اتنی دور سے اس کثرت سے آتے ہیں۔ میں نے ہم عصر بزرگوں کا دربار بھی دیکھا ہے، خود اپنے وطن میں حضور مجاہدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کو جو قبولِ عام اور رجوع خلق ملا تھا الا ماشاء اللہ کسی میں نہ پایا۔''

(ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص:۷۷/۷۸)

نوٹ: مزید تحریر کرنے کے لیے مواد تو بہت تھا مگر وقت ہو گیا اور ہم نے قلم رکھ دیا۔ اب ان شاء اللہ بعد میں اسے مکمل کریں گے۔ بس اس مصرع پر اپنی تحریر ختم کرتا ہوں۔

جو کچھ بیاں ہوا یہ آغازِ باب تھا

شمس العلما حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب جعفری جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ حمیدیہ، بنارس

مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے لائق شاگردوں میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قادری اڑیسوی علیہ الرحمہ بھی تھے۔ عالم باعمل ہونے کی حیثیت سے بھی اپنے تمام ساتھیوں میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ تواضع اور احباب خصوصاً شاگرد پروری میں تمام اقران و امثال پر فائق تھے۔ مناظرے میں بے حد کامیابی حاصل تھی۔ ان کی کامیابیاں بہت قابل لحاظ ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہم عمروں اور ہمعصروں میں یہ مرتبہ کسی کو حاصل نہ تھا تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔

خوشی کی بات ہے کہ حضرت مولانا کے کردار و عمل سے متعلق ماہنامہ اشرفیہ ''مجاہد ملت نمبر'' شائع کر رہا ہے۔ کاش کہ ''صدر الشریعہ نمبر'' اور ''صدر العلما نمبر'' کا بھی اہتمام کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔

قاضی شمس الدین جونپوری غفرلہ

۲۳؍اکتوبر ۱۹۸۱ء

نوٹ: ۲۳؍اکتوبر ۱۹۸۱ء بعد نماز مغرب میں جامعہ حمیدیہ بنارس کے شیخ الحدیث علامہ شمس العلما (علیہ الرحمہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تقریباً ۹؍بجے رات تک صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا۔ میں نے ''مجاہد ملت نمبر'' کا ذکر کیا تو آپ نے خوشیوں کا اظہار کیا اور میری درخواست پر اپنے قیمتی تاثرات کا املا بھی کرایا جو اس نمبر میں فخریہ پیش

کیا جارہا ہے۔ غالبًا حضرت علیہ الرحمہ کا یہ آخری ہی املا ثابت ہوگا۔
۳۰/اکتوبر ۱۹۸۱ء کو جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس میں علم و حکمت اور منطق و فلسفہ کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

نور اللہ مرقدہ

جانشین حضور حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

مدیر ماہنامہ اشرفیہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ قابلِ مبارک باد ہیں کہ ماہنامہ اشرفیہ کی جانب سے ''مجاہد ملت نمبر'' شائع کرنے جارہے ہیں۔ وقت کا یہ اہم ترین تقاضا ہے کہ اپنے بزرگوں اور رہنماؤں کے مبارک حالات و واقعات کو زیادہ سے زیادہ صفحات پر محفوظ کیا جائے اور ان کے زریں کردار و عمل کو عام کیا جائے۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ جیسی جامع الصفات اور روحانی شخصیت کے کردار و عمل، اوصاف و محاسن اور ایثار و قربانی کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے تحفظ و بہبود کی خاطر آپ نے اپنی ساری زندگی قربان کر دی۔ مجاہد ملت کے احسانات کا شمار کرنا مشکل ہے۔ آج مجاہد ملت نہ رہے تو محفل مناظرہ سونی سونی سی دکھائی دے رہی ہے۔ رب کریم! آپ جیسا بدل مرحمت فرمائے۔ آمین

''مجاہد ملت نمبر'' کا اہتمام بھی ادارۂ اشرفیہ کے کارناموں میں بلا شبہ عظیم کارنامہ ثابت ہوگا۔ ہمیں پوری پوری امید ہے کہ ''حافظ ملت نمبر'' کی طرح ان شاء اللہ ''مجاہد ملت نمبر'' بھی اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آئے گا۔ کتابت و

طباعت دیدہ زیب ہونی چاہیے۔

والسلام
عبدالحفیظ عفی عنہ
۲۲/اکتوبر ۱۹۸۱ء

پیر طریقت ابی وسیدی حضرت علامہ الحاج حکیم سید شاہ عزیز احمد
صاحب قبلہ ابوالعلائی
زیب سجادہ خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ چک، الٰہ آباد

ولدی العزیز مدیر ماہنامہ اشرفیہ، سلمہ اللہ تعالیٰ آمین

عظیم جریدہ ''ماہنامہ اشرفیہ'' نے ''مجاہد ملت نمبر'' کا اعلان شائع کر کے جس اہم ذمہ داری کا ثبوت پیش کیا ہے۔ یہ توفیق بھی اشرفیہ ہی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کے مسلسل کارناموں نے ایشیا کے ایک بڑے علاقہ کو متأثر کر رکھا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی حیات بابرکات سے نہ جانے کتنی علمی و روحانی تاریخیں وابستہ ہیں۔ جن سے دنیاے اسلام ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے گی۔ اپنے ماضی کو یاد رکھنے والی قوم کبھی نہیں مرا کرتی۔ کردار و عمل، تقویٰ و طہارت، ہمت و بے باکی اور حق و صداقت کا ایک نیر تاباں جو تمام عمر خدمت دین میں مصروف رہا۔ اس عظیم انسان کے حالات و واقعات کو یکجا کرنے پر میں ادارۂ اشرفیہ کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آنے والا یہ نمبر ہر اعتبار سے عظمت و انفرادیت کا حامل ہوگا اور ملتِ اسلامیہ پورے انہماک کے ساتھ استفادہ کرنے کی سعادت حاصل کرے گی۔

دعا گو:
حکیم سید عزیز احمد ابوالعلائی

حضرت علامہ الحاج محمد شفیع صاحب اعظمی
ناظمِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، (یوپی)

حضور مجاہد ملت قدس سرہ العزیز!
جرأت حق کے پیکر...............ملت کے دیوانہ
آ ئین جواں مرداں، حق گوئی و بیبا کی کے کامل مصداق
ایسے باعزیمت انسان تھے کہ سنگینوں کے سائے میں بھی آواز حق بلند کی.........اور نماز عشق ادا کی دولت وثروت کو ٹھوکر مار کر..........حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے زہد واستغنا کی یاد تازہ فرمائی، دنیائے سنیت کا یہ مردِ مجاہد..........ہمیشہ تابندہ رہے گا۔

حضرت مولانا سید شاہ محفوظ اللہ صاحب قبلہ ابوالعلائی، داناپوری
سجادہ نشین خانقاہ ابوالعلائیہ سجادیہ شاہ ٹولی، داناپور، پٹنہ

مدیر المحترم مزید عمرک   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے خط کے ذریعہ یہ جان کر بے پناہ مسرت ہوئی کہ ’’حافظ ملت نمبر‘‘ کے بعد ماہنامہ اشرفیہ ’’مجاہد ملت نمبر‘‘ کا اہتمام کرنے جا رہا ہے۔ میری جانب سے دلی مبارک باد قبول کریں۔ ع

اللہ کرے جوشِ جواں اور ہو زیادہ۔

اس مختصر سے خط میں اس سے زیادہ اور کیا عرض کر سکتا ہوں کہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ سے ہم لوگوں کے بڑے قدیم مراسم تھے۔ داناپور برابر تشریف لاتے تھے آپ کو خانقاہ ابوالعلائیہ سجادیہ داناپور سے بڑی گہری عقیدت تھی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ حضور مجاہد ملت، ابی المکرّم حضرت علامہ الحاج سید شاہ ظفر سجاد صاحب ابوالعلائی علیہ الرحمہ سے کتنی ٹوٹ کر محبت فرماتے تھے۔ آپ جب بھی خانقاہ تشریف لاتے تھے ابی مرشدی لمحہ لمحہ حضرت کا خیال رکھتے۔ ہم لوگ خود بھی ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے۔ سادات کرام کی عزت کرنے والا شخص میں نے مجاہد ملت جیسا کہیں نہیں دیکھا۔ آپ جیسی جامع الصفات شخصیت بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ مجاہد ملت نمبر شائع ہونے پر ایک جلد میرے نام بھی وی پی کر دیں۔

سید محفوظ اللہ ابوالعلائی داناپوری

حضرت علامہ نظام الدین صاحب بلیاوی الہ آبادی

عزیزم مولانا محمد شمیم گوہر سلمہ، بہت بہت دعائیں۔

آپ نے متعدد دفعہ مجھ سے فرمایا کہ حضرت مجاہد ملت کے متعلق کچھ بھی لکھ دو۔ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ میرا ضعف اور کثرت کار مانع رہے مگر آپ کا اصرار بھی کچھ معنی رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں کیا لکھوں حضرت کے جس گوشہ پر نظر پڑتی ہے اور لکھتا ہوں تو آنسو کی نمی سے کاغذ دکھائی نہیں دیتا مجبوراً قلم رکھ دیتا ہوں۔ آج یہ خیال ہوا کہ آپ کیا سوچتے ہوں گے اس لیے تھوڑا سا موقع ملا چند سطریں حاضر ہیں میری اس تحریر کا عنوان ہے:

مجاہد ملت کا راز بلندی:

اس سلسلہ پر صرف یہ کہنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے حکم فرمایا کہ تم میرے

ساتھ بند کی چلو وہاں جلسہ ہے تھوڑی دیر تقریر کر دینا۔ میں ہمیشہ نزلہ کا مریض رہا چنانچہ ان دنوں نزلہ شباب پر تھا میں نے اپنا حال ظاہر کیا حکم فرمایا کہ نہیں تم کو چلنا ہے۔ میں خاموش ہو گیا اور حضرت کے ساتھ کفش برداری میں چل پڑا۔ جب وہاں پہنچے تو جس کے یہاں جلسہ کی تقریب تھی وہ ہومیو پیتھک کے ڈاکٹر تھے رات کو کھانا کھانے کے بعد مجھ کو مسلسل کھانسی آنے لگی اور آواز بیٹھ گئی۔ اب حضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا میزبان کو بلایا اور فرمایا کہ میں ان کو تقریر کے لئے لایا تھا ان کا یہ حال ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ یہ ابھی تقریر کریں گے۔ نہیں معلوم انھوں نے کیا دوا دی، مگر حضرت کی توجہ نے کچھ ایسا کام کیا کہ میری آواز کھل گئی دوا کا بہانہ ہی رہا۔ اور میں تقریر کے قابل ہو گیا فرمایا چلو تقریر کرو۔ اس وقت جو تقریر ذہن میں آئی محض ان کی عطا اور توجہ تھی۔ آیت کریمہ تلاوت کی: ورفعنا لک ذکرک. اس کے ذیل میں عرض کیا کہ باری تعالیٰ اس آیت کریمہ میں اپنے محبوب کی بلندی کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس کے ثبوت کی تمہید میں نے اس طرح کی کہ عالم کے موجودات دو طرح کے ہیں ایک وہ جو خود قائم ہو دوسرا وہ جو کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہو پہلے کو جوہر دوسرے کو عرض کہتے ہیں جیسے گلاب اور اس کا رنگ و بو۔ اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب میں نے آپ کے ذکر کو آپ کے لیے بلند کیا ہے، اور ذکر قسم دوم (عرض) میں داخل ہے اور عرض ہمیشہ کسی جوہر کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ لہٰذا ذکر بھی کسی نہ کسی کے ساتھ قائم ہوگا۔ ذکر جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے اسی کو ذاکر کہتے ہیں۔ ذکر تو خود بخود پایا ہی نہیں جا سکتا۔ جب ہوگا تو اپنے جوہر یعنی ذاکر کے ساتھ ہوگا اس طرح لازمی طور پر ذکر کی بلندی کے ساتھ ذاکر بلند ہو کر رہے گا۔

پروردگار عالم نے اپنے حبیب کے ذکر کی بلندی کے ساتھ اس کے ذاکر کو بھی بلندی بخشی اور ذکر اپنے ساتھ ذاکر کو بھی بلند کرے گا۔

میری اس گفتگو پر حضرت بہت مسرور ہوئے اور میری طرف مسکرا کر دیکھا۔ چونکہ وہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں یعنی پاس انفاس میں مشغول رہتے تھے اس لئے انھیں بڑی لذت محسوس ہوئی اور سر ہلا ہلا کر میری گفتگو کا مزا لیتے رہے۔

حضرت کی پوری زندگی پر نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کی بلندی کا راز ذکر الٰہی ہی تھا جس نے فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کی منزل پر فائز کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نہ ان کو کوڑے کا خطرہ تھا۔ اور نہ بیڑی کا خوف۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی کی بات کرو یہی ان کی تسکین خاطر کا سبب تھا بس۔

حضرت مشتاق احمد نظامی

مدیر اعلیٰ ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد

عزیز محترم مولانا سید شمیم گوہر

اتنی دعائیں جو شمار نہ کی جاسکیں! ''مجاہد ملت نمبر'' سے متعلق آپ کا بشارت نامہ موصول ہوا اس امید پر کہ اس کی اشاعت یقینی ہے وقت سے پہلے تبریک وتہنیت قبول کیجئے! آپ ایک علمی وروحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اس لئے آپ سے کچھ ایسی ہی امیدیں وابستہ ہیں کہ آپ قوم ونسل کو ایسا گراں قدر اثاثہ دیں گے جسے آپ کی طرف سے قلمی یادگار وامانت کے بطور ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔ خدا کا سجدۂ شکر ادا کیجئے کہ اب ماہنامہ اشرفیہ آپ کی علمی وعملی جد وجہد کا ایسا شاہکار بن چکا ہے کہ آپ کے متاخرین اسے اپنے حق میں مشعلِ راہ قرار دیں گے۔

مرے عزیز! آپ نے ایک ایسے وقت میں مجھے یاد کیا جب کہ چند در چند بیماریوں نے مجھ پر گھراؤ ڈال رکھا ہے ورنہ اس عنوان پر میں چند صفحات نہیں بلکہ اتنا لکھ دیتا کہ ان کے اقتباسات میں آپ کو سوچنا پڑتا کہ اس میں سے کیا لیا جائے اور کسے چھوڑا جائے۔ صحت

اس قابل نہیں کہ سیدی سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے کسی گوشۂ زندگی کو منتخب کر کے اس پر سیر حاصل گفتگو کی جائے۔ اب آنے والی چند سطروں میں جو کچھ ہے وہ قاشہائے دل ہیں ایک نااہل ونا کارہ غلام کی طرف سے اپنے آقا کی بارگاہ میں نذر ہیں۔

مجاہد ملت! ایک ایسی فقید المثال ونادر روزگار شخصیت کا نام ہے۔ جس کی زندگی کے عام گوشوں میں ''انفرادیت'' ایسی ایسی کوٹ کوٹ کر بھری ہے جو ان کے معاصرین اور ان کے درمیان خط فاصل کا کام کرتی ہے۔ جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) عام لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ وہ تھوڑی سی پونجی سے سرمایہ دار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف سرکار مجاہد ملت ایک عظیم اسٹیٹ کے مالک تھے لیکن دین کی راہ میں اسے اپنے لمبے لمبے ہاتھوں سے ایسا لٹایا کہ اس دنیائے ناپائیدار سے اس طرح گئے کہ نہ کوئی بینک بیلنس تھا نہ کوئی تجوری اور نہ کوئی ایسی صندوقچی جس میں ایک کانی کوڑی محفوظ ہوتی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔ گویا اسٹیٹ کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور درویشی کی چادر اوڑھ لی۔

(۲) ہماری عام درس گاہوں میں ''میر قطبی'' کے بعد ''ملا حسن'' پڑھائی جاتی ہے لیکن علوم و معارف کے اس بحر ذخار نے جب درس گاہ سنبھالی تو ملا حسن، کی جگہ ''شرح مرقات'' جیسی معریٰ کتاب کو جس پر ایک سطر کا حاشیہ تک نہیں اسے داخل نصاب کیا اور اسی کتاب میں ملا حسن، ملا جلال، قاضی حمد اللہ تک کے مباحث کو کھنگال دیا جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انھیں معقولات پر کس حد تک ید طولیٰ حاصل تھا۔

(۳) آل انڈیا تبلیغ سیرت کلکتہ کانفرنس کی صدارت فرماتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''ہمارا اور مولانا حبیب الرحمٰن کا یہ فرق ہے کہ ہم لوگ سب سے ڈرتے ہیں خدا سے نہیں ڈرتے اور مولانا حبیب الرحمٰن کسی سے نہیں ڈرتے صرف خدا سے ڈرتے ہیں''۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور

شیخ الاسلام کے یہ جملے سرکار مجاہد ملت کی زندگی کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔

(۴) تبلیغ سیرت پٹنہ کانفرنس میں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ''میں اب سیاست سے دور ہو گیا لیکن اگر ضرورت پڑی تو چور دروازے سے نہیں صدر دروازے سے آؤں گا اور مولانا حبیب الرحمٰن کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر جیل کی نوبت آئی تو ان کے پیچھے سب سے پہلے عبدالقدیر نظر آئے گا۔''

(۵) مجاہد ملت کی زندگی ریل کی کم جیل کی زیادہ تھی۔

(۶) علی العموم یہ دیکھا گیا کہ مشائخ طریقت کی پیری مریدی ان کے گھروں سے باہر کامیاب رہی ''الا ماشاء اللّٰہ''، لیکن مجاہد ملت نے اپنے مریدین کی سب سے بڑی فوج اپنے وطن مالوف دھام نگر شریف میں چھوڑی ہے۔ دھام نگر کے بعد حضرت علیہ الرحمہ کا وطن ثانی الٰہ آباد تھا چنانچہ دھام نگر کے بعد حضرت کا حلقۂ ارادت الٰہ آباد ہی ہے۔ جو ان کے کردار کے پختگی کی بھرپور ضمانت ہے۔

(۷) تقسیم ہند کے بعد جب مذہبی و نیم سیاسی جماعت کی ضرورت محسوس کی گئی تو ایسے نازک و کٹھن ماحول کی قیادت کے لئے جمہور علمائے اہل سنت کی نظر حضور مجاہد ملت پر پڑی اور غائبانہ بمبئی کی مجلس میں حضرت کو صدر منتخب کیا گیا۔ جس کی توثیق بریلی شریف میں آخری نشست میں کر دی گئی۔

چنانچہ جب جماعت کی طرف سے یہ بوجھ حضرت کے کاندھے پر ڈالا گیا تو عجم سے لے کر عرب تک اس کا پورا حق ادا کر دیا جس پر ان کا سفر حج شاہد عدل ہے بالیسر، سلطانپور، غازی پور جیل کی زنجیریں و بیڑیاں آج بھی گواہ ہیں۔

(۸) ریاست پاؤں کی دھول تھی لیکن کبھی بھی فرسٹ کلاس میں سفر نہ فرماتے۔ اپنے اس معمول میں سیدی سرکار مفتیِ اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہ کی پوری پوری پابندی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ قوم کا پیسہ رائیگاں نہیں کرنا چاہئے۔ ابتدائی دور میں نذرانہ قبول ہی نہ فرماتے۔

۱۹۴۷ء میں اسٹیٹ ٹوٹنے کے بعد اگر منت وسماجت سے نذرانہ قبول بھی فرماتے تو بقدر ضرورت اور اکثر اسے بھی تبلیغ سیرت کے فنڈ میں جمع کرا دیتے۔

(۹) عہد شباب سے عہد پیری تک کے تقریباً تمام اہم مناظروں کی ننانوے (۹۹) فیصدی صدارت فرمائی۔ حضرت کا آخری مناظرہ غیر مقلدین سے بجر ڈیہہ ضلع بنارس کا تھا۔ مناظرہ کے آخری روز ۱۲ر بجے کے بعد حضرت نے مجھ جیسے تہی دست کی صدارت کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اب میں نے مناظرہ کی صدارت عزیزی مولوی مشتاق کو سونپ دی اور بطور ضابطہ اعلان فرمایا کہ اس کا کہنا میرا کہنا وغیرہ وغیرہ یہ تو حضرت کا صرف کرم تھا ورنہ من آنم کہ من دانم۔

حضرت کو مناظرہ سے والہانہ شغف تھا یوں کہنا مناسب ہوگا کہ مناظرے کو سونگھا کرتے تھے اور بسا اوقات بن بلائے پہنچ جاتے اگر اس موضوع پر لکھا جائے تو مستقل ایک کتاب بن جائے۔

بریلی شریف کا اہم مناظرہ جو شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولوی منظور احمد نعمانی کے درمیان ہوا تھا، حضرت مجاہد ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی صدارت فرمائی تھی۔

(۱۰) صوبہ گجرات ضلع کھیڑا میں جب فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو سب سے پہلے حضور مجاہد ملت جماعت کی نمائندگی فرماتے ہوئے تبلیغ سیرت کا وفد لے کر پہنچے۔ یہ خادم بھی شریک سفر تھا۔

(۱۱) سمپورنانند کے دور وزارت میں جب اخبار پانیر نے توہین نبوت کی، تو سب سے پہلے بادلوں کی گھن گرج کے ساتھ میدان میں کود پڑے۔ شیر اور ہاتھی کی طرح جب للکارتے اور چنگھاڑتے آگے بڑھے تو یوپی وزارت کے قدم ڈگمگا گئے۔

(۱۲) ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کے انسداد کی خاطر آپ نے ''خاکساران حق'' کی

داغ بیل ڈالی اور اسے بیلچہ کے ساتھ ایک عسکری لباس بھی دیا جو آج ملک کے مختلف حصوں میں اپنا دستوری کام کر رہی ہے۔

(۱۳) دارالعلوم جامعہ حبیبیہ، خاکساران حق، اور آل انڈیا تبلیغ سیرت آپ کی یادگاریں ہیں۔

نوٹ: یہ کوئی مضمون نہیں آنسوؤں کے چند قطرات ہیں جس میں دوات کی روشنائی نہیں جگر کا لہو شامل ہے اگر آپ کے معیار کے مطابق ہو تو اسے شریک اشاعت کر لیں تا کہ یہ سعادت میرے بھی نصیبے میں آ جائے خدا کرے یہ چند سطریں آپ کی خوشنودی خاطر کا سبب بن سکیں

غمزدہ:

مشتاق احمد نظامی

نوائے آغاز

سید شمیم گوہر

دنیا ان حضرات کی بھی ہمیشہ احسان مند رہی ہے جنھوں نے اپنے دَور کے بزرگوں کے حالات مرتب کئے اور دوسروں کے لئے لکھنے کی راہیں ہموار کیں۔ مگر جن قلم کاروں کے حصہ میں یہ توفیق نہ آئی جنھوں نے غفلت سے کام لیا۔ انھوں نے دنیا کو ایک روحانی نعمت سے محروم رکھا۔ ایسی محرومی کے دَور کو خود ہماری آنکھیں بھی دیکھ رہی ہیں اور دل بھی محسوس کر رہا ہے کہ نہ جانے کتنے علمائے ربانیین اور اللہ کے سچے اولیا دنیا سے رخصت ہوتے گئے۔ ہم کو چھوڑ کر روانہ ہوتے رہے مگر ملت اسلامیہ کے ذمہ داروں نے اُن کے حالات کو یکجا کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا۔ ایک معمولی سا کتابچہ تک شائع نہ ہوسکا۔ اگر دو چار عالموں اور بزرگوں کے بارے میں کچھ لکھا بھی گیا تو پچاسوں ہستیوں کو فراموش بھی کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ کے سعادت مند بندے جب ان کے حالات ڈھونڈنا چاہیں گے ان کی آنکھیں آنسو برسا کر رہ جائیں گی۔ دل بے چین ہو کر رہ جائے گا مگر کتابوں میں کچھ نہ پاسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا جب بھی کوئی برگزیدہ بندہ اور اس کا سچا ولی دنیا کو خیر باد کہتا ہے تو اپنے پیچھے عشق و محبت، لطف و کرم اور حق و صداقت کی ہزاروں داستانیں بھی چھوڑ جاتا ہے۔

اتنی توفیق دے یارب کہ جدا ہونے پر
لوگ اتنا تو کہیں نقش وفا چھوڑ گیا

کردار و عمل کی وہ ایسی قندیل روشن کر جاتا ہے کہ سارا زمانہ اس کی آغوش میں جانے لگتا ہے۔ اور راہِ حق پر چلنے کے لئے تابانی حاصل کرتا رہتا ہے۔ حضور مجاہد ملت بھی ایک ایسے ہی عالم ربانی تھے۔ ایک ایسے ہی اللہ کے سچے ولی تھے۔ جن کی عظمت مآبی کے سامنے بڑے بڑوں نے اپنے سر جھکائے اور عقیدت کے پھول نچھاور کئے آپ نے

احکام الٰہی اور سنت نبوی کی روشنی میں زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارا اور مصائب و آلام کی ہزاروں راہیں طے فرمائیں۔صرف رضائے الٰہی کے لئے صرف اس آرزو کی خاطر کہ ؎

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے
اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

ہمارے جذبۂ شوق کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق مرحمت فرمائی جو حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی بارگاہ میں ایک مختصر سا نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ورنہ حضرت کی ولایت اور کارناموں کی تو وہ عظمت ہے کہ جس کے ہر ہر پہلو پر صفحات کے ڈھیر لگا دیئے جائیں تو بھی قلم کی حسرت باقی رہ جائے۔ایک معمولی سے نذرانۂ عقیدت پر ہم فخر بھی کیسے کر سکتے ہیں۔سوا اس کے اور کیا کہا جائے کہ فریضہ تو ضرور ادا ہوا مگر باتیں ادھوری رہ گئیں۔

اللہ میرے حسن عقیدت کی خیر ہو
کرتا رہوں گا ذکر اگر زندگی رہی

حضرت کے وصال کے بعد جب میں نے ''مجاہد ملت نمبر'' شائع کرنے کا خیال ظاہر کیا تو جانشین حضور حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ اور حضرت علامہ الحاج محمد شفیع صاحب قبلہ اعظمی ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ نے نہ صرف میرے خیال کی تائید کی بلکہ میرے جذبات کو سراہا بھی اور بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی۔اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ یہ نمبر منصۂ شہود پر آیا اور ادارۂ اشرفیہ نے یہ سعادت حاصل کی۔نمبر کے سلسلے میں مالی تعاون اور حصولِ مضامین کے لئے میں نے الٰہ آباد، پٹنہ، داناپور، بنارس اور بھدوہی وغیرہ کا متعدد بار سفر کیا اور کامیابی حاصل ہوئی۔ اصحابِ قلم کا میں خصوصی طور سے ممنون ہوں جنھوں نے میری درخواست پر اپنے معیاری مضامین عنایت فرمائے اور میری غیر معمولی حوصلہ افزائی فرمائی۔محبّ گرامی مولانا نظام

الدین صاحب رضوی مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے میرے ساتھ اکثر مضامین کا مطالعہ کرنے کی زحمت فرمائی اور سہوِ قلم کا اندازہ کرنے پر ان کی تصحیح بھی کی۔ میں ان کا بھی مشکور ہوں کہ وہ نمبر کے لئے اپنا قیمتی وقت عنایت کرتے رہے۔

مجاہد ملت کے حالاتِ زندگی اور حقائق و واقعات کی ترتیب کے دوران میں ابی المکرّم حضرت علامہ الحاج سید شاہ عزیز احمد صاحب قبلہ ابو العلائی الٰہ آباد، حضرت علامہ الحاج قاری سید مقبول حسین صاحب حبیبی الٰہ آباد، حضرت مولانا حکیم شاہ محمد یونس صاحب نظامی اور حضرت علامہ الحاج عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی الٰہ آباد کا بھی میں بہت ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے میری کافی رہنمائی فرمائی اور حالات مرتب کرنے میں غیر معمولی تعاون فرمایا۔ حضور حجۃ الاسلام بریلوی قدس سرہ کا عربی خلافت نامہ مجھے حضرت سید قاری مقبول صاحب قبلہ ہی کی جانب سے دستیاب ہوا۔ جو اردو ترجمہ کے ساتھ میرے مضمون میں شامل ہے۔ حضور مجاہد ملت کے نسب نامہ کے سلسلے میں میری پہلی کوشش کو میرے خیر خواہ محترم جناب سید آل رسول صاحب اڑیسوی متعلّم جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد نے کامیاب بنایا۔ مگر تفصیلات حضرت علامہ قاری سید صاحب قبلہ سے حاصل ہوئیں میں دونوں ہی حضرات کا ممنون ہوں۔

بنارس میں محبّ گرامی حضرت مولانا سید شاہ اصغر امام صاحب نائب صدر المدرسین جامعہ فاروقیہ بنارس نے میرے ساتھ نمبر کے لیے پر خلوص جد و جہد فرمائی۔ ان کا بھی مشکور ہوں کہ انھوں نے اپنے حلقۂ اثر میں نمبر کا تعارف کرایا اور مالی تعاون کی طرف توجہ دلائی۔ خصوصاً جناب الحاج محمد یٰسین صاحب حبیبی صدر جامعہ فاروقیہ، جناب الحاج محمد فاروق صاحب سکریٹری جامعہ فاروقیہ، جناب محمد شمس تبریز صاحب حبیبی ناظم تعلیمات جامعہ فاروقیہ، جناب محمد نعیم صاحب حبیبی رکن جامعہ فاروقیہ، اور جناب عبد الحمید صاحب حامدی جامعہ فاروقیہ وغیرہم نے مالی تعاون کے سلسلے میں خصوصی جد و جہد

فرمائی اور نمبر کے لئے اپنی اپنی گہری ہمدردی کا ثبوت پیش کیا۔ جناب غلام مصطفیٰ صاحب حبیبی انجمن تبلیغ سنت گوری گنج بنارس نے اتفاق رائے کے بعد اپنی انجمن کی جانب سے پانچ سو روپے نمبر کے لئے نذر کئے۔ مولانا افتخار احمد صاحب ابوالعلائی سمرا بنارس اور محترم جناب افضال احمد صاحب ابوالعلائی پیلی کوٹھی بنارس نے بھی نمبر کی اشاعت کے سلسلے میں خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ان تمام حضرات کے علاوہ جتنے بھی معاونین نے نمبر کا استقبال کرتے ہوئے اس کے لئے نذرانۂ عقیدت پیش کیا اور معاونت فرمائی۔ ادارہ سبھی کا ممنون ہے۔ اوران کی مکمل فہرست پیش کرتا ہے۔

حضرت علامہ الحاج حکیم سید شاہ عزیز احمد صاحب قبلہ الٰہ آباد۔
جناب محمد زبیر صاحب رضوی خزانچی جامعہ فاروقیہ۔
جناب محمد انیس صاحب الٰہ آباد۔
جناب حاجی عبدالقدوس صاحب رکن جامعہ فاروقیہ۔
جناب صوفی محبوب عالم صاحب بھدوہی۔
جناب حاجی عبدالعلیم صاحب رکن جامعہ فاروقیہ۔
جناب اظہار احمد صاحب کارپیٹ اکسپورٹ کارپوریشن بھدوہی۔
جناب محمد عثمان صاحب بازار سدانند۔
جناب عبدالقادر صاحب ایسٹرن کارپیٹ کمپنی بھدوہی۔
جناب عبدالغفور صاحب ریوڑی تالاب۔
انڈومان رگس بھدوہی۔
جناب حاجی عبدالحکیم صاحب اینڈ سنس، ریوڑی تالاب۔
مولانا شاہ عبدالوحید صاحب، شکر تالاب، بنارس۔
جناب حاجی محمد ادریس صاحب، اسکارف مرچنٹ، ریوڑی تالاب۔
جناب حاجی محمد یٰسین صاحب، صدر جامعہ فاروقیہ، بنارس۔
جناب حاجی علی رضا صاحب حبیبی، بازار سدانند۔

جناب حاجی عبدالقیوم صاحب، مینیجر فاروقیہ، بنارس۔
جناب حاجی ہلال الدین صاحب، بازارسدانند۔
جناب عبدالوحید صاحب، بازارسدانند۔
جناب عبدالتقی صاحب، بازارسدانند۔
جناب محمد انیس صاحب، بازارسدانند۔
جناب جمال احمد صاحب، بازارسدانند۔
جناب محمد نعیم اشرفی صاحب، بازارسدانند۔
مولانا حکیم محمد لقمان صاحب، بازارسدانند۔
جناب محمد فاروق صاحب، بازارسدانند۔
جناب حاجی واعظ الرحمٰن صاحب، ریوڑی تالاب۔
جناب شمس تبریز صاحب، بازارسدانند۔
جناب محمد ہارون صاحب، ریوڑی تالاب۔
جناب حاجی عبدالرحیم صاحب حبیبی، بازارسدانند۔
جناب عبدالعلیم صاحب رضوی، مالتی باغ۔
جناب عبدالوحید صاحب، بازارسدانند۔
جناب محمد ایوب صاحب، پانڈے حویلی۔
جناب خلیق الزماں صاحب، بازارسدانند۔
جناب عبدالرشید صاحب، رام باغ۔
جناب محمد ابراہیم صاحب، محلّہ فریدی، رام باغ۔

نمبر کا مطالعہ کرنے کے دوران جہاں قارئین حضرات کو نمبر کے صفحات پر حضور مجاہد ملت کی پوری زندگی نظر آئے گی وہیں اس کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دو تین گوشوں سے متعلق اس میں مضامین زیادہ شامل ہیں۔ ایسے حضرات کو بخوبی جان لینا چاہئے کہ مضامین کا یہ توارد حضرت کی علمی و عملی حیات کی حد متعین نہیں کرتا بلکہ ایک عظیم

پیشوا کے بعض کارناموں کی اس قدر آفاقی عظمت واضح کرتا ہے کہ ساری دنیا اس کی روشنی سے اپنا دل منور کر رہی ہے۔

اللہ کے ایسے نہ جانے کتنے ولی گذرے ہیں جن کی دو تین کرامتوں کے علاوہ دنیا کو کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ مگر برسہا برس سے ان کرامتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے اور قلم تھکنے کا نام نہیں لیتا۔ ایک ہی موضوع سے متعلق اگرچہ قارئین کو متعدد مضامین نظر آئیں گے۔ مگر کسی نہ کسی اعتبار سے ہر مضمون معلومات میں اضافہ ضرور کرے گا۔ بعض علمی، اور معلوماتی مضامین کی شمولیت سے نمبر کے معیار کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک قابل فخر تاریخی دستاویز کی صورت میں اس خصوصی شمارہ کو یقیناً سراہا جائے گا۔ حضور مجاہد ملت کے بے شمار عقیدت مندوں اور ریسرچ اسکالروں کے لئے سہارا ثابت ہوگا۔ خوش نصیبی سے اس کے صفحات پر ان تمام حضرات کی عقیدت مندیاں سمٹ آئی ہیں۔ جن میں اہل سنت کے عظیم دل و دماغ بھی شامل ہیں۔ اور علم وادب کے نئے متوالے بھی۔ پروردگار عالم ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے اور بارگاہ مجاہد ملت میں سرفرازی حاصل ہو۔ آمین

آخر میں ہم یہ بھی عرض کرنا اپنا فریضہ تصور کرتے ہیں کہ انتہائی احتیاط و ذمہ داری، معتبر معلومات، اور نظر ثانی کے باوجود بھی کہیں پر کوئی خامی و غلطی نظر آجائے تو قارئین کرام ادارہ کو مطلع کر کے ممنون فرمائیں گے۔ اللہ تعالی میری غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

حقیر:

سید شمیم احمد گوہرؔ

غم زدہ

سید شمیم گوہر

شہزادۂ امام احمد رضا حضور مفتیِ اعظم ہند کی رحلت پر ساری دنیا چیخ پڑی، نماز جناہ میں بیسوں مما لک کے نمائندوں کی شرکت تاجدارِ اہل سنت کے الوداعی سفر اور فاتحہ سوم کا آنکھوں دیکھا حال:

۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء کو تقریباً ۱۱ر بجے صبح الجامعۃ الاشرفیہ میں بنارس سے ٹرنک آیا اور کانپتی ہوئی آواز میں یہ دل خراش خبر دی گئی کہ تاجدار اہل سنت دارِ فانی کو خیر باد کہہ گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پھر چند ہی لمحوں میں پورے جامعہ میں کہرام مچ گیا۔ آنکھیں آنسوؤں سے تر نظر آنے لگیں۔ اسی وقت قرآن خوانی کا اعلان ہوا۔ سارے طلبا، اساتذہ اور ارکان تلاوت قرآن حکیم میں مصروف ہوگئے دو گھنٹہ کے بعد فاتحہ ہوا۔ علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی نے روتے بلکتے ہوئے دعائیں مانگی۔ ختم قرآن کا ایصال ثواب کیا اور ادارے میں تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔

یہ اطلاع ملنے پر کہ نماز جنازہ ۱۳ر نومبر کو بعد نماز جمعہ ادا کی جائے گی۔ ہم لوگ اسی وقت بریلی شریف جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اکثر اساتذہ کے علاوہ طلبہ کی بھاری تعداد بھی جانے کو تیار ہوئی۔ مغرب کے بعد اعظم گڑھ جانے کے لئے ہر ٹیکسی اساتذہ طلبہ سے بھرنا شروع ہوگئی۔ جس ٹیکسی میں ہم لوگ بیٹھے تھے اس میں حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، مولانا افتخار احمد صاحب قادری، مولانا محمد نصیر الدین صاحب عزیزی اور مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی وغیرہم بھی موجود تھے (علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری اور علامہ محمد شفیع صاحب اعظمی ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ دوسرے راستے سے

بریلی شریف پہنچے تھے) غم واندوہ کا بار گراں لادے ہوئے یہ قافلہ اعظم گڑھ سے دس بجے رات تک شاہ گنج پہنچا۔ اسٹیشن پر اور بھی عقیدت مندوں کی تعداد دکھائی دی پوری رات پلیٹ فارم پر گذاری گئی۔ ساڑھے چار بجے صبح کو سیالدہ اکسپریس آئی پلیٹ فارم پر کافی بھیڑ تھی۔ جس کو جہاں موقع ملا کمپارٹمنٹ میں داخل ہوتا گیا۔ حسن اتفاق کہ مجھے اور مولانا نصیر الدین صاحب کو بھی تھری ٹائر بوگی میں جگہ مل گئی۔ اور اس طرح تھوڑی دیر کے بعد ٹرین ایک بار پھر بریلی کی طرف روانہ ہونے لگی۔ جیسے جیسے شہر علم وادب قریب آتا جاتا تھا دھڑکنوں میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اس سے پہلے ہم لوگ حضور مفتی اعظم ہند کے رخ زیبا کا دیدار کرنے جایا کرتے تھے۔ آج چھلکتے ہوئے آنسوؤں کی سوغات لے کر حاضر ہورہے ہیں۔ پوری ٹرین دردمندوں سے بھری ہوئی تھی۔ دو بجے دن کو سیالدہ اکسپریس بریلی شریف پہنچی۔ اسٹیشن سے باہر آئے تو لوگوں کا سیلاب دیکھ کر آنکھیں حیران رہ گئیں۔ مجھے ایک مقامی شخص نے بتایا کہ آج سارا شہر ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ لاکھوں مسلمانوں کی آبادی اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں سمٹ جانا چاہتی ہے۔ ہر مذہب کے لوگوں کے چہرے مرجھائے نظر آرہے ہیں اور شہر کی اکثر دکانوں پر تالے لٹکے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد میں آگے بڑھ جاتا ہوں۔ بھیڑ کی وجہ سے ایک دوسرے کا ساتھ چھوٹنے لگا تھا۔ اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع میدان میں لاکھوں کا مجمع پہلے ہی سے موجود تھا۔ نماز جمعہ کے بعد شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ مختار اشرف صاحب زیب سجادہ سرکار کلاں کچھوچھ شریف نے نماز جنازہ پڑھائی اور تین بجے کے بعد جنازے کا یہ تاریخی جلوس محلّہ سوداگران کی طرف روانہ ہونے لگا۔ جدھر جدھر سے یہ جلوس گزرتا جاتا تھا مسلم خواتین اپنی اپنی چھتوں سے خراج عقیدت پیش کررہی تھیں اور آنکھوں میں آنسو لیے ایک ولی کے جنازے کو الوداع کہہ رہی تھیں۔ لاکھوں عقیدت مندوں کی چھاؤں میں جلوس آگے بڑھتا رہا۔ سیکڑوں گھڑسوار اور پیدل پولیس جو صبح ہی

سے ہجوم پر قابو پانے کی کوشش میں مصروف تھے۔اس وقت بھی ان کی جدو جہد جاری تھی۔آستانۂ رضوی تک جانے کے لئے بہاری پور ڈھال اور چھوٹے دروازے سے موٹر رکشہ اور سائیکل وغیرہ لے جانے پر صبح ہی سے پابندی لگا دی گئی تھی۔فیض آباد سے آنے والی خاکسارانِ حق کی ایک جماعت جو اپنے ہمراہ ایک اسٹیشن وین (منی ٹرک) بھی لائی تھی وہ بھی مسلسل خدمات انجام دینے میں مصروف تھی۔جنازے کے جلوس نمایاں سرگرمی دکھاتے رہے راستے میں کاندھا دینے والوں کا اس طرح سیلاب امنڈا ہوا تھا کہ جنازے پر قابو پانا دشوار ہوگیا اور جنازے کا ایک بانس تک ٹوٹ گیا۔تابوت کو منی ٹرک پر رکھنا پڑا۔سفر ایک بار پھر جاری ہوا۔تین گھنٹہ کے بعد جنازے کا جلوس آستانۂ رضویہ تک پہنچا۔جہاں امام احمد رضا قدس سرہ اور مولانا حسنین رضا ابن مولانا حسن رضا بریلوی قدس سرہما کی تربتوں کے درمیان حضور مفتی اعظم ہند کی لحد تیار کی گئی تھی۔اب تھوڑی ہی دیر کے بعد سنیت کی عظیم امانت کو سپرد خاک کر دیا جائے گا۔

آستانہ میں صرف چند حضرات موجود تھے۔عقیدت مندوں کا مجمع در و دیوار سے لپٹ لپٹ کر آنسو بہا رہا تھا۔معتبر اطلاع کے مطابق شام ۶ / بج کر ۲۰ / منٹ پر حضرت کا جسد خاکی لحد میں اتارا گیا۔آخری دیدار کے لئے جیسے ہی کفن سرکایا گیا چہرے پر نور برستا دیکھا گیا۔دو باشرع حضرات حاجی محمد اقبال اور جناب طفیل احمد نے پتھر تراشے اور لحد کو ڈھانکا۔اس کے بعد مٹی دی جانے لگی۔مٹی دینے کے بعد سب سے پہلے اذان دی گئی بعدہ صلوٰۃ وسلام اور مناقب پڑھے گئے نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری نے تربت اقدس پر ایسی رقت انگیز دعائیں مانگی کہ سارے حاضرین تڑپ اٹھے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔مولانا حسنین رضا خان صاحب علیہ الرحمہ کی تربت کے قریب جو مٹی جمع کر دی گئی تھی اس میں سے تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر نہایت عقیدت و ادب اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے لوگ باری باری کر کے ساری

رات مٹی دیتے رہے۔ آٹھ بجے کے بعد فقیر کو بھی سعادت حاصل ہوئی۔ آستانہ میں داخل ہوتے ہی دل کی ساری کیفیت بدل گئی۔ روحانی خوشبوؤں سے سارا آستانہ مہک رہا تھا سیکڑوں حاضرین بادیدۂ نم سلام ومناقب پڑھنے میں مصروف تھے۔ ہاتھوں میں مٹی لئے میرے آگے مولانا انوار احمد صاحب نظامی الٰہ آباد آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ مٹی دینے کے بعد میں نے فاتحہ پڑھا۔ سبھوں کے ساتھ سلام ومناقب پڑھا اور کافی دیر کے بعد اپنی اشک بار آنکھیں لئے واپس آ گیا۔ ہر شخص کا آستانے میں موجود رہنا ممکن نہ تھا۔ میرے بعد میرے مکرم جناب اسرار احمد صاحب بریلوی حاضری دینے گئے۔ جو میرے ہمراہ تھے۔

جمعہ کو تقریباً ساڑھے ۸/ بجے صبح مولانا نعیم اللہ خان صاحب رضوی نے غسل دینے کا شرف حاصل کیا۔ غسل دینے والوں میں حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری، مولانا عبدالحمید صاحب افریقی، قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی، جناب محمد عیسیٰ صاحب ماریشس، جناب سید محمد حسین صاحب افریقی اور حاجی فاروق صاحب بنارس وغیرہم بھی شامل تھے۔ تدفین کے وقت آستانے کی جالی سے مولانا نعیم اللہ خاں صاحب رضوی نے مجھے یہ بھی بتایا کہ حضرت کے وصال تک جتنے حضرات تیمارداری میں مصروف تھے ان کے نام یہ ہیں۔ مولانا ریحان رضا خاں صاحب، جناب عبدالحمید افریقی، جناب بدر صاحب، جناب عبدالغفار صاحب، جناب سید محمد حسین افریقی، جناب محمد عیسیٰ صاحب ماریشس، جناب سراج احمد صاحب، جناب سفیر اللہ صاحب اندوری، ان حضرات کے علاوہ اور بھی چند حضرات موجود تھے۔ گھر کے سبھی حاضرین تیمارداری میں مصروف رہے۔

وصال کی خبر پھیلتے ہی بریلی کے سبھی قریبی شہروں اور علاقوں مثلاً میر گنج، شیش گڑھ، شاہی غربی، ملک، رام پور، مرادآباد، امروہہ، سنبھل، دھامپور، نگینہ، بجنور،

چندوسی، بدایوں، اوکھلا، بھوری پورہ، ریچھا، جام، بہیڑی، کچھا، ہردوانی، نینی تال، اور پور، کاشی پور، رام نگر، رٹھورا، حافظ گنج، نواب گنج، شاہی، امریا، پیلی بھیت، کھٹیما، نبیا، ٹنک پور، پورن پور، بیسل پور، فرید پور، تلہر، کٹرہ، شاہ جہاں پور، محمدی اور گولہ وغیرہ مقامات کے لوگ بے پناہ تعداد میں حاضر ہوئے۔ ہندوستان بھر سے آنے والے عقیدت مندوں نے کئی لاکھ کی تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اس کے بعد بھی لوگ آتے رہے۔ ایک اندازے کے مطابق آٹھ لاکھ لوگوں نے آستانے پر حاضری دی۔ جیل منسٹر شری رام سنگھ کھنہ پاکستانی سفیر جناب عبدالستار اور جنابہ عابدہ بیگم، فخر الدین علی احمد کے علاوہ سیلون، نیپال، بنگلہ دیش، برما، سنگاپور، ایران، افغانستان، ترکستان، متحدہ عرب امارات، عراق، لیبیا، مصر اور تھائی لینڈ وغیرہ کے نمائندوں نے بھی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ آسٹریلیا، انڈونیشیا، تائی وان، جاپان، انگلینڈ، امریکہ، ماریشس، کویت، بحرین اور مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے تعزیت نامے بھیجے گئے۔ جنابہ عابدہ بیگم نے حضرت کی اہلیہ مکرمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعزیت پیش کیا۔ پاکستانی سفیر کی حاضری کے باوجود جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان نے اپنا خصوصی تعزیت نامہ بھیجا۔ مرکزی وصوبائی وزیروں، پارلیامنٹ کے ممبروں اور بہت سے سرکاری ذمہ داروں نے بھی اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ ہندی روز نامہ امراجالا بریلی ۱۴؍نومبر ۱۹۸۱ء کے شمارے میں لکھتا ہے کہ مفتی اعظم ہند کے انتقال پر آج تمام شہریوں نے اپنے کاروبار بند رکھے۔ اور مسلم حلقوں میں سبھی دوکانیں بند رہیں۔

حالانکہ نہ صرف دوکانیں بند رہیں بلکہ اسکول و کالج اور بعض سرکاری دفاتر تک بند رہے۔ دور دراز سے آنے والے خصوصی جہازوں کو بریلی ایرپورٹ لینڈ کرنے کا اسپیشل پرمیشن بھی دیا گیا۔ بریلی ضلع کلکٹر شری بگا جی، ایس.ایس. پی. جناب محمد حسین

صاحب، سی.او.کوتوالی، سی.او قلعہ، اورسی.او. بارہ دری وغیرہم بھی قابل مبارکباد ہیں جنھوں نے لاکھوں کے مجمع پر پوری سرگرمیوں کے ساتھ کنٹرول رکھا اور امن وسلامتی کو بچائے رکھا۔ جناب اشفاق احمد صاحب ایم.ایل.اے. بریلی کینٹ اورشری چوبے جی ایم.ایل.اے. کے علاوہ اور بھی دوسرے حضرات اپنی اپنی ذمہ داریوں کا مظاہرہ کرتے رہے۔ میں نے دیکھا تھا کہ آستانۂ رضویہ کے قریب مفتی اعظم ہند کے رکھے ہوئے گہوارے کولوگ آنکھوں سے لگاتے رہے اور گہوارے کو دیکھ کر آنسو بہاتے رہے۔ پھولوں اور ہاروں کی دوکانوں پرلوگ ٹوٹے پڑ رہے تھے اور خرید خرید کر آستانہ کی جانب بڑھتے جاتے تھے۔ چادروں اور پھولوں کے چڑھانے کا سلسلہ رات بھر جاری رہا۔ اور آج تک جاری ہوگا۔ دس بجے رات کے بعد جناب اسرار احمد صاحب عرف استاد کے ہمراہ جناب عبدالمجید صاحب محلّہ سیلانی چلا آیا۔ فاتحہ سوم تک میرا قیام یہیں رہا۔

۱۵ر نومبر کو فاتحۂ سوم ہوا۔ آج بریلی شریف کی ساری مسجدوں اور مسلم گھروں میں فجر کے بعد ہی سے قرآن خوانی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ تلاوت قرآن حکیم اور ناشتہ سے فراغت پانے کے بعد جناب عبدالمجید بھائی صاحب کے ہاں سے جناب ابرار بھائی کے مکان پہنچا۔ حسن اتفاق کہ وہ بالکل تیار ملے۔ ہم لوگ تقریباً ساڑھے نو بجے تک محلّہ سوداگران پہنچے۔ حضرت علامہ رحمانی میاں صاحب کے مکان کے سامنے حضرت مولانا سید شاہ مظفر حسین صاحب قبلہ کچھوچھوی ایم. پی. پر نظر پڑی۔ اتنے میں مولانا رحمانی میاں صاحب بھی باہر تشریف لے آئے۔ دونوں ہی حضرات سے میری ملاقات ہوئی۔ اور مصافحہ بھی ہوا۔ ایم. پی. صاحب نے ہمیشہ کی طرح مشفقانہ انداز میں میری خیریت دریافت کی۔ رحمانی میاں صاحب کے آتے ہی ہم لوگ خانقاہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ اس قافلہ میں میرے جاننے والوں میں حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ صدر دارالافتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، حضرت علامہ الحاج ضیاء المصطفیٰ

صاحب قادری نائب صدر المدرسین جامعہ ہذا، حضرت علامہ الحاج محمد شفیع صاحب اعظمی ناظم اعلیٰ جامعہ ہذا، مولانا افتخار احمد صاحب استاذ جامعہ ہذا اور مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی استاذ جامعہ ہذا کے علاوہ متعدد طلبائے اشرفیہ بھی موجود تھے۔ ہم سارے لوگوں کو اسٹیج پر بیٹھنے کا موقع ملا۔ پہلے سے بیٹھے ہوئے علما، ادبا اور دانش وروں سے اسٹیج بھرا ہوا تھا۔ چند لمحوں کے بعد فاتحہ شروع ہوا۔ قرأت قرآن حکیم میں شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ مختار اشرف صاحب قبلہ کچھوچھ شریف، حضرت مولانا مفتی اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری، حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب قبلہ حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب قبلہ ایم. ایل. سی.، قاری مقبول صاحب قبلہ اور مولانا محمد سعید صاحب قبلہ نے حصہ لیا۔ ازہری صاحب قبلہ کی دعا پر فاتحہ کا اختتام ہوا۔

تقریری سلسلہ شروع ہونے سے پہلے نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب قبلہ نے مائک پر تشریف لا کر حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ اور آج کی روحانی محفل پر روشنی ڈالتے ہوئے چند علما کرام کا تعارف بھی کرایا۔ جنھیں آج کے اجلاس میں دعوتِ تقریر دی جانے والی تھی۔ سادات کرام کا ادب و احترام کرتے ہوئے مولانا موصوف نے جلسہ کی سرپرستی کے لئے شیخ المشائخ حضرت علامہ سید شاہ مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھ شریف کا انتخاب کیا اور صدارت کے لئے حضرت مولانا سید ظہیر الدین صاحب استاد مسلم یونیورسٹی کے نام کا اعلان کیا۔ مولانا سید صاحب قبلہ کی صدارتی تقریر کے بعد علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ، علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ، علامہ محمد ریحان رضا خان صاحب قبلہ، علامہ سید شاہ مظفر حسین صاحب قبلہ اور علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ نے اپنی اپنی تاثراتی تقریر میں حضور مفتی اعظم ہند کی عظیم روحانی

شخصیت، فقہی عظمت، علمی کارناموں اور کرامتوں کا ذکر کرتے ہوئے خراجِ عقیدت اور نذرانۂ محبت پیش کیا۔ آخر میں سرپرست جلسہ حضرت علامہ سید شاہ مختار اشرف صاحب قبلہ نے اپنے تاثرات پیش کئے۔ جناب سلطان اشرف صاحب، جناب عبد المجید صاحب افریقی، جناب جنید رضا صاحب، جناب سید عارف صاحب اور جناب ملا لیاقت خان صاحب وغیرہم نے نعت ومناقب اور سلام نذر کئے۔ ٹھیک دو بجے صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا۔ حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ کی دعا پر تاریخ ساز جلسہ کا اختتام ہوا۔ پورے حاضرین میں تبرّک تقسیم کیا گیا۔

میں آخر میں جناب محمد ولی صاحب، جناب عبدالمجید صاحب، جناب اسرار احمد صاحب عرف استاد، جناب محمد عمر صاحب اور جناب مقصود الحسن صاحب عرف منو بھائی کا مشکور ہوں کہ ان حضرات نے میرے لئے متعدد معلومات فراہم کیں۔ اور جناب ایم.اے.صدیقی صاحب جونیر انجینئر ربر فیکٹری کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے بریلی سے دور فتح گنج میں شہید بلند خاں اور شہید نجو خاں کے مقبرے کی زیارت کرائی۔

نوٹ: نماز جنازہ، فاتحہ سوم اور فاتحہ چہلم کی پوری تفصیلی رپورٹ آپ ماہنامہ اشرفیہ کے مفتیِ اعظم نمبر میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

سید شمیم گوہر قادری ابوالعلائی

ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو......

نسب نامۂ پدری:

حضور مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن، ولد ملا محمد عبد المنان، ولد محمد مظہر الحق عرف ملا مظہر میاں ولد ملا محمد صادق علی عرف پُر ان میاں ولد ملا محمد غلام علی عرف میاں دھن میاں ولد مولانا محمد صادق عرف میاں صاحب میاں، ولد ملا مولوی محمد واسع ولد مولانا محمد طاہر ولد مولوی محمد صادق ولد مولوی شاہ محمد یعقوب ولد مولانا شاہ خدا بخش ولد حضور شاہ کمال بلخی عباسی۔

حضور مجاہد ملت کے جد اعلیٰ حضرت شاہ کمال بلخی علیہ الرحمۃ والرضوان بلخ سے پٹاس پور، ضلع مدنا پور، صوبہ بنگال میں تشریف لائے۔ کافی عرصہ کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد صادق صاحب علیہ الرحمہ پٹاسپور سے بھدرک ضلع بالاسور چلے آئے اور یہیں اقامت پذیر ہوکر مصروف ہدایت خلق ہوئے اور اسی شغل میں آپ نے اپنی پوری عمر گذاری بھدرک ہی میں واصل الی الحق ہوکر محلّہ ملا شاہی میں مدفون ہوئے آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ سالانہ فاتحہ وعرس کے موقع پر کافی تعداد میں زائرین حاضر ہوتے ہیں۔ مجاہد ملت کا نسب پاک حضرت شاہ کمال بلخی علیہ الرحمہ سے چندواسطوں سے ہوکر حضرت سیدنا عبداللہ بن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے، اس طرح نسباً عباسی سید ہوئے، اگرچہ وہ ساری زندگی اپنے نام کے پہلے یا بعد سید یا عباسی لکھنے سے پرہیز کرتے رہے، مگر عباسی ہونے کا ذکر متعدد بار فرما چکے تھے۔

حضرت کی ولادت، تعلیمات، اور درس وتدریس:

۸/محرم الحرام ۱۳۲۲ھ بروز شنبہ صبح صادق کے وقت مقام دھام نگر ضلع بالاسور

صوبہ اڑیسہ کے باعزت اور صاحب ثروت گھرانے میں حضور مجاہد ملت مولانا مولوی مفتی الحاج شاہ محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ قادری قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت ہوئی، والد گرامی حضرت ملا محمد عبد المنان صاحب علیہ الرحمہ ہزاروں ایکڑ زمین بلکہ باقاعدہ اسٹیٹ کے مالک تھے، صوبۂ اڑیسہ کے چار بڑے رئیسوں میں شمار ہوتا تھا۔ مجاہد ملت نے اسی جاہ وحشمت کے ماحول میں آنکھیں کھولیں مگر مزاج ازل ہی سے فقیرانہ ودرویشانہ پایا، اسی انداز میں پروان چڑھے۔ تھوڑی سی سوجھ بوجھ ہوئی تو آپ کے والد ماجد نے فرمایا کہ میں اپنے بھتیجوں (یعنی ملا عطا الرحمٰن مرحوم و ملا شفا الرحمٰن مرحوم) کو انگریزی پڑھاؤں گا، اسٹیٹ کی دیکھ بھال کے لئے، اور اس کو (مجاہد ملت) عربی پڑھاؤں گا اپنی آخرت کے لئے۔ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ما نحل والد ولدہ من نحلٍ افضل من ادب حسن.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر اس کی اچھی تعلیم وتربیت ہے۔

(جامع الاصول، مشکوٰۃ شریف، راوی سعید بن العاص)

ابھی حضرت کی عمر ۹ رسال کی پوری ہوئی تھی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور تعلیم وتربیت کی ساری ذمہ داری والدہ ماجدہ مکرمہ کلیمہ خاتون بنت محمد طاہر الحق مرحوم اور حقیقی ماموں حضرت ملا ابرار الحق صاحب مرحوم پر عائد ہوئی والد ماجد کی بات کا کسی کو خیال نہ رہا اور لوگوں نے انگریزی تعلیم شروع کرا دی۔ ملا ابرار الحق صاحب مرحوم حضرت کو لے کر کٹک چلے آئے، اور ایک انگریزی اسکول میں داخل کر کے اپنی نگرانی میں تعلیم حاصل کرانے لگے، مگر انگریزی کی طرف حضرت کی فطرت نے ساتھ نہ دیا۔ دینی علوم کی جانب طبیعت زیادہ راغب رہی، اسی زمانے کی بات ہے کہ حضرت نے ۹ رہی سال کی عمر سے روزہ بھی رکھنا شروع کر دیا۔ شدید گرمی کا موسم تھا۔ رمضان

المبارک سے قبل میعادی بخار کا حملہ ہو چکا تھا، اتنا سخت حملہ کہ خود حضرت کا بیان ہے مجھے کئی دنوں کے بعد ہوش آیا تھا، نقاہت کا پورا پورا احساس تھا مگر ماہ صیام آیا تو میں روزے بھی رکھنے لگا چھوٹی سی عمر اور کمزوری کو دیکھ کر آپ کے ماموں ملا ابرار الحق نے تاکید بھی فرمائی کہ تم روزہ رکھنے کے قابل نہیں ہو، روزہ مت رکھو، اسی لئے سحری میں آپ کو کوئی جگاتا ہی نہیں تھا، مگر اس کے باوجود بھی آپ خود سے سحری کے وقت جاگ جاتے اور چپکے سے سحری کر کے روزہ کی نیت کر لیتے۔ خفیہ طور سے آپ نے ایک خادم کو بھی تاکید کر دی تھی کہ تم مجھے سحری کے وقت خاموشی سے جگا دیا کرنا۔ خادم آپ کو روزانہ جگا دیا کرتا جب کبھی اس کو جگانے کا مناسب موقع نہ ملتا اور خود حضرت بھی بیدار نہ ہو پاتے تو بغیر سحری کے بھی روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ اور یہ واقعہ برابر پیش آ جایا کرتا تھا، رمضان کے روزے سے حضرت کی علالت میں اور اضافہ ہوا۔ عید کی شام کو آپ پر گرمی کا اتنا شدید اثر نمایاں ہوا کہ ضعف و نقاہت کے سبب خلل دماغ سا بھی ہو گیا۔ عجیب کیفیت ہو گئی تھی۔ اس کا باقاعدہ علاج ہوا۔ اور کافی دنوں کے بعد طبیعت وصحت اپنے معمول پر آئی۔

یہ ہے حضور مجاہد ملت کا ابتدائی اور بچپن کا جذبۂ اسلامی کہ ابھی میعادی بخار کی وجہ سے ضعف و کمزوری سے نجات نہ ملنے پائی تھی کہ ماہ رمضان کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔ روزہ رکھنے کے لئے مچل اٹھے، اور بزرگوں کے منع کرنے کے باوجود بھی روزے رکھتے رہے، اگر سحری میں نہ جاگ پاتے تو بغیر سحری کے روزہ کی نیت کر لیتے۔ آج نہ جانے کتنے جوان کس بل رکھتے ہوئے بھی روزے سے غفلت برتتے رہتے ہیں شاہراہوں پر کھاتے پیتے نظر آتے ہیں افسوس صد افسوس! اگر ایک نونہال صائم کے جذبۂ ایمانی کے سامنے اب بھی غیرت نہ آئے تو حیرت ہے۔

تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد والدۂ ماجدہ کے حکم پر انگریزی کا سلسلہ بند کرا کے

دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کرایا گیا جیسا کہ والد مرحوم کی دلی تمنا بھی تھی۔ ابتداءً صوفی عبدالرحمٰن صاحب مرادآبادی کے بھائی کے پوتے جناب مولوی شفقت حسین صاحب مرادآبادی سے فارسی کی تعلیم لی۔ فارسی کی مزید تعلیم حضرت عبدالمجید صاحب استاد جی مرحوم سے حاصل کی، ان سے اخلاق محسنی اور یوسف زلیخا وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ فارسی پر عبور حاصل کرنے کے بعد عربی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ عربی تعلیم کی ابتدا جناب مولوی عبدالعزیز صاحب اجمیری ثم کلکتوی مرحوم سے ہوئی۔ جنھوں نے میزان سے کافیہ تک پڑھائی۔ حضرت کے والد گرامی کی خواہش پر دھام نگر تشریف لے جا کر مولانا مفتی شاہ ظہور حسام صاحب حسامی مانک پوری علیہ الرحمہ نے بھی عربی قواعد کی تعلیم دی تھی اس کے بعد شرح تہذیب، قطبی، شرح وقایہ اور شرح جامی وغیرہ حضرت مولانا عبد الصمد صاحب علیہ الرحمہ ساکن بالاسور سے پڑھی۔ ۹؍رجب المرجب ۱۳۴۰ھ میں آپ کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد آپ زیارتِ حرمین شریفین کو تشریف لے گئے۔ یہ آپ کا پہلا حج تھا جو ۱۳۴۱ھ میں شریف حسین ''شریف مکہ'' کے زمانے میں اپنے حقیقی چچا و خسر حضرت شاہ ملا عبدالدیان صاحب علیہ الرحمہ کی معیت میں ادا کیا۔ مولانا شاہ ظہور حسام صاحب علیہ الرحمہ کے مشورے پر مزید تعلیم کے لئے ۱۳۴۲ھ میں الہ آباد آئے اور مدرسہ سبحانیہ میں داخلہ لیا۔ یہاں حضرت مولانا نجم الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ تلمیذ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے قطبی مع میر پڑھی پھر مولانا مرحوم تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مدرسہ سبحانیہ سے تشریف لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد کئی مدرسین آئے، مگر حضرت جیسے ذہین طالب علم کو مطمئن نہ کر سکنے کی وجہ سے رخصت ہوتے گئے۔ حضرت ہی کی خواہش اور نشاندہی پر حضرت مولانا حافظ عبدالکافی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ سبحانیہ نے مولانا عبدالرحمٰن صاحب بادشاہ پوری علیہ الرحمہ کو بلوایا۔ حضرت نے ان سے تقریباً دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ ملا جلال مع بحر العلوم اور ترمذی

شریف وغیرہ آپ ہی سے پڑھی۔ دو سال کے بعد الٰہ آباد سے اجمیر شریف تشریف لے گیے اور جامعہ معینیہ میں داخلہ لے کر پیرزادے حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین صاحب علیہ الرحمہ سے عربی ادب کی کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا عبدالحئ صاحب پشاوری اور صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہما الرحمہ سے حمد اللہ میر زاہد قاضی مبارک، امور عامہ، اور توضیح تلویح جیسی کتابیں پڑھیں۔ یہیں ہم سبق ساتھیوں میں حضرت مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ، حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مراد آبادی ثم مبارکپوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتی اعظم کانپوری، اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جعفری جونپوری علیہ الرحمہ بھی تھے۔ جن کے بارے میں حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے مجھے اپنی ساری زندگی میں یہی ایسی جماعت ملی ہے جو حقیقتاً پڑھنے والی ہے۔ افسوس صد افسوس! کہ فقیہ اعظم خود جن لعل و گہر پر تمام زندگی ناز کرتے رہے ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

ساتھیوں میں یادگار کے طور پر صرف مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ رفاقت حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم باحیات ہیں۔ رب کریم حضرت موصوف کی عمر میں برکت دے۔ اور ان کا سایہ تادیر ملت اسلامیہ کے سر پر دراز رکھے۔ آمین

چنانچہ دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد حضور صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث کی بقیہ کتابوں کو پڑھا اور سند حدیث حاصل کی۔ اس طرح پر کہ مجاہد

ملت کوحضرت صدر الافاضل سے،ان کوحضرت مولانا سید احمد گل خاں کابلی سے،اوران کوحضرت علامہ سید دحلان مکی علیہ الرحمہ سے۔تعلیم سے فراغت پانے کے بعد وہیں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے جامعہ نعیمیہ میں مدرس بھی ہو گئے۔ادھر حضرت مولانا حافظ مفتی عبد الکافی صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مدرسہ سبحانیہ کے انتظامات واعتقادات میں لوچ پیدا ہونے لگی۔حضرت کوخبر ملی تو ۱۹۳۴ء میں بحیثیت صدر المدرسین مدرسہ سبحانیہ تشریف لے آئے۔اپنے ہمراہ ۱۶/۱۷/ طالبان علم کوبھی لیتے آئے تھے جن کی مکمل کفالت خود اپنی جیب سے فرماتے۔مجاہد ملت تفسیر، حدیث اور منطق وفلسفہ پر پوری طرح حاوی تھے۔معقولات کی اونچی کتابوں کا نہایت آسانی کے ساتھ درس دیتے تھے۔آپ کی تدریسی عظمت نے دور دور تک شہرت پائی۔درس و تدریس کا سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔ اسی دوران مناظرے کی بڑھتی ہوئی مصروفیات کے ساتھ ساتھ مسجد اعظم دریا آباد کا بھی مسئلہ سامنے آ گیا۔

مسجد اعظم: اس مسجد کی بھی تاریخ اپنی ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔جناب معظم خاں صاحب مرحوم ولد جناب اعظم خاں مرحوم جو دور مغلیہ میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھے۔انھوں نے شہر کے اس علاقہ میں جہاں متعدد عمارتیں تعمیر کرائیں وہیں ۱۱۱۸ھ میں مسجد اعظم کے نام سے ایک مسجد کی بھی بنیاد رکھی اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں۔مادۂ تاریخ کا پتہ مندرجہ ذیل قطعہ سے بھی ملتا ہے جو ایک پتھر پر کندہ آج بھی محفوظ ہے۔

جانشیں باشد معظم خان خلف اعظم کہ او
دیندار بالیقیں فخر بنی آدم بود
فکر کردم دوش تاریخ بنایش راز غیب
ہاتفے گفتہ بگوشم مسجد اعظم بود

وقت کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے گئے۔زیادہ تفصیل تو نہ معلوم ہوسکی مگر اتنا ضرور معلوم ہوا کہ آخری دور میں جناب حسین خاں عرف چوسر خاں مرحوم اس مسجد اوراس کی زمین کے نگراں ہوئے اوراس کی دیکھ بھال کرنے لگے۔گیارہویں شریف کے موقع پراس میں سالانہ جلسہ بھی کرتے تھے۔جس میں کافی لوگ شریک ہوا کرتے تھے۔اسی دوران اس پرامپرومنٹ ٹرسٹ کی نیت خراب ہوگئی۔وہ مسجد کی زمین پر قبضہ کر کے اس پر سے سڑک نکالنا چاہتی تھی۔چوسر خاں جو معززین شہراور ذمہ داروں سے اچھے روابط رکھتے تھے۔دوڑ دھوپ شروع کردی۔مجاہد ملت کے مجاہدانہ تیور سے توقع رکھتے ہوئے خاں صاحب مرحوم نے حضرت کو بھی متوجہ کیااور حضرت پورے حوصلہ کے ساتھ اپنی جان کی بازی لگا کراس امپرومنٹ ٹرسٹ کی بدنیتی کے سامنے سینہ سپر ہوگئے کوئی بھی آندھی،طوفان حضرت کے محکم عزائم کو ماند نہ کرسکا۔الٰہ آباد کی پوری مسلم آبادی مسجد اعظم کے تحفظ کے لئے متوجہ ہوگئی۔حضرت کی آواز پرتقریباً بیس ہزار افراد پرمشتمل ایک پرجوش احتجاجی جلوس اٹھایا گیا۔جلوس میں خانۂ خدا کی حفاظت کی پرزور اپیل کی گئی۔ایک آدھ بار تو فرقہ وارانہ فساد تک ہوتے ہوتے بچا۔بالآخرٹرسٹ کو مجبور ہوکراپنی اسکیم سے بازآنا پڑااورانتہائی جد وجہداور کاوش وقربانی کے بعد مسجد کی ایک بیگھہ دوبسواز مین حاصل ہوئی۔**قد افلح من یعالج المساجد** کامیاب ہے وہ جو مسجدیں تعمیر کرتا ہے۔زمین مسجد کی مال گذاری کے سلسلے میں حضرت نے مسجد اعظم کے نام سے ایک انجمن بنائی جس کے سکریٹری حضرت کے محبوب وعزیز شاگرد حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کومقرر کیا۔مولانا الحاج مرحوم مجاہد ملت کی ہرتحریک،ہرمنصوبے کے ساتھ ہمیشہ دیوانہ وارشریک رہے۔آپ صاحب علم وفضل ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم حوصلوں کے بھی مالک تھے۔دینی خدمات کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔نوراللہ مرقدہ۔مسجد اعظم کا جدید تعمیری سلسلہ شروع ہوا تو مولانا الحاج

صاحب مرحوم نے راہِ حق میں اپنے خاندانی تکلّفات کو قربان کرتے ہوئے مسجدوں اور گھروں کے سامنے دامن پھیلا پھیلا کر ایک ایک پیسہ جمع کیا اور مجاہد ملت کی قیادت میں مسجد کی جدید تعمیر کرائی۔ بغیر گارے کے دیوار کھڑی کر کے اور اس پر پھوس کا چھپر ڈال کر حضرت نے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ حافظ شاہ نور خاں صاحب مرحوم رسول پوری کو پہلا مدرس مقرر کیا۔ جنھوں نے حافظہ و ناظرہ کی تعلیم شروع کی۔ بتدریج اب یہ مدرسہ جامعہ حبیبیہ کی صورت میں تبدیل ہو گیا جسے اتر پردیش کی عظیم دانش گاہوں میں شمار کیا جاتا ہے اور جہاں درس نظامیہ کی مکمل تعلیم کا سلسلہ جاری ہے ماشاء اللہ یہاں کے ایک سے ایک فارغین آفتاب و ماہتاب بن کر نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند میں بھی دینی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔

چنانچہ مسجد اعظم کے تحفظ، اس کی جدید تعمیر اور مناظرہ وغیرہ کے سلسلے میں حضرت کی مصروفیات میں اس قدر اضافہ ہوتا گیا کہ مزید تدریسی مشغلہ کو برقرار نہ رکھ سکے اور مجبوراً مدرسہ سبحانیہ سے الگ ہو کر ہمیشہ کے لئے جامعہ حبیبیہ سے منسلک ہو گئے۔ مسند تدریس سے حضرت کا ہٹنا طالبان علم کے لئے ایک عظیم سانحہ ثابت ہوا جس کی بارگاہ میں ایک سے ایک یاقوت و گہر پیدا ہوتے رہے۔ وہ اس کا سلسلہ صرف اس لئے طویل عرصہ تک جاری نہ رکھ سکے کہ ہندوستان کے ایک عظیم الشان استاد کے دامن میں وقت کے دوسرے تقاضے بھی پناہ لینے کے لئے بے چین ہونے لگے تھے۔ ورنہ مسند تدریس کو خیر باد کہنے پر کس کو دکھ نہیں ہوا۔ مشہور مدرس اور معرکۃ الآرا تالیف ''بشیر القاری بشرح صحیح البخاری'' کے مولف شیخ القلم واللسان امام النحو حضرت علامہ سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''بشیر القاری'' کے ابتدائی صفحہ پر خود تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے مسند درس پر رونق افروز نہ ہونے سے بڑی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت نے باضابطہ درس دینا تو منقطع کر دیا تھا مگر جزوی طور سے یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ وقتاً فوقتاً لوگ برابر ہی درسی استفادہ کرتے رہتے تھے۔

حضرت علیہ الرحمہ کے چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی:

(۱) حضرت مولانا نظام الدین صاحب بلیاوی سابق لکچرر گورنمنٹ انٹر کالج الٰہ آباد و مصنف نظام الاوقات۔
(۲) حضرت مولانا عبدالرب صاحب مرادآبادی۔
(۳) حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب قادری مفتی اعظم اڑیسہ۔
(۴) حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خاں صاحب حبیبی علیہ الرحمہ سابق مدرس و نائب مہتمم جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد۔
(۵) حضرت مولانا معین الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ سلطان پور۔
(۶) حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی مدیر ماہنامہ پاسبان، ومہتمم دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد۔
(۷) حضرت مولانا صوفی مسعود حسن صاحب اکاوی مرادآبادی۔
(۸) حضرت مولانا مجیب الرحمٰن صاحب بھاگلپوری۔
(۹) حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب بھاگلپوری۔

مختصر مدت تک تعلیمی استفادہ کرنے والے تلامذہ کے چند اسمائے گرامی:

(۱) حضرت مولانا الحاج قاری سید مقبول حسین صاحب حبیبی سابق شیخ الحدیث جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد۔
(۲) حضرت مولانا الحاج عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی صدر المدرسین جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد۔
(۳) حضرت مولانا صدر الحق صاحب حبیبی صدر المدرسین مدرسہ انوار العلوم الٰہ آباد۔
(۴) حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب مظفر پوری۔
(۵) اور برادرم سید محمد رئیس اختر حبیبی خلف حضرت مولانا قاری سید مقبول حسین

صاحب حبیبی غالباً حضرت کے یہ آخری شاگرد ہیں۔ ۷ر ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کو مسجد دائرہ شاہ اجمل علیہ الرحمہ میں بعد ذکر میلاد پاک حضرت نے برادرم کو نور الایضاح، ہدایۃ النحو، فصول اکبری، اور مرقاۃ وغیرہ شروع کرائیں اور ہر کتاب کا پہلا سبق پڑھایا۔

بیعت وخلافت:

رجب میں جب شادی کے بعد الہ آباد تشریف لائے تو مدرسہ سبحانیہ کے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر حضرت علامہ مولانا مولوی مفتی حافظ عبد الکافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلۂ قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ علامہ کے وصال کے بعد اسی سلسلے کی اجازت احسن الحکما حضرت مولانا سید شاہ حکیم محمد احسن صاحب المعروف حکیم بادشاہ علیہ الرحمہ نے حضرت کو دی۔ گل گلزار اشرفیت، شبیہ غوث اعظم حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب المعروف اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے سلسلۂ قادریہ معمریہ منوریہ اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اشرفیہ کی اجازت وخلافت عنایت فرمائی نیز دعائے سیفی وغیرہ کی بھی اجازت دی۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ معمریہ چشتیہ کی اجازت مہاجر مدینہ منورہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین صاحب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان (متولد ۱۲۹۴ھ متوفی ۱۴۰۲ھ) نے مرحمت فرمائی۔ ۱۹۵۵ء میں دوسرے حج کے موقع پر حضرت مہاجر مدنی علیہ الرحمہ نے حدیث اور دیگر سلاسل کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ بغداد شریف میں حاضری کے بعد جب حضرت بمبئی تشریف لائے تو بمبئی میں حضرت مولانا سعد اللہ مکی علیہ الرحمہ نے دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ شریف، حزب البحر، حزب الاعظم، اور حصن حصین وغیرہ کی اجازت عنایت فرمائی اور ہر کتاب کی تصحیح فرما کر اپنے دست مبارک سے حضرت کو عطا فرمائی مجاہد ملت اپنے وابستگان دامن کو دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت حضرت مولانا سعد اللہ مکی ہی کی تصحیح کردہ دلائل الخیرات پڑھنے

کو دیتے تھے۔ سلسلۂ حسامیہ کی اجازت وخلافت حضرت مولانا شاہ ظہور حسام صاحب حسامی علیہ الرحمہ سے ملی۔ اور شاہ حسامی علیہ الرحمہ نے مجاہد ملت علیہ الرحمہ سے سلسلۂ قادریہ منوریہ کی اجازت حاصل کی۔

تاجدار رضویت حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ۱۳۵۰ھ میں جب حضور مجاہد ملت کے حقیقی برادر خورد حضرت مولانا قاری محمد مجیب الرحمٰن صاحب قادری علیہ الرحمہ کی شادی کے موقع پر دھام نگر تشریف لے گئے تو حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے مجاہد ملت کو قرآن حکیم وصحاح و سنن احادیث وجمیع اذکار و اعمال و اوراد، وجمیع سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی اور اجازت نامہ کو زبانِ عربی میں لکھ کر مجاہد ملت قدس سرہ العزیز کو عطا فرمایا جس کی نقل اور اردو ترجمہ نذر قارئین ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حامد المن هو سند من لا سند له واحد من لااحد له المسلسل انعامه المواتر بره واحسانه المتصل اكرامه ومصليا ومسلما بافضل صلوٰة وسلام على حبيب الرحمٰن المنان الكرام خاتم سلاسل الانبيا ء الكرام وعلىٰ اٰله وصحبه رواة علمه ووعاة ادبه وعلمآء ملته واوليآء امته العظام ماترنم الحمام على افنان البشام وغبّ هذا فقد رايت اساريرجبين العلم والصلاح المبين لمن هو بالذوات اليمين باليمين متلألأ بانوار السعادة ومتبسما بازهار اٰثار السعادة فالقى اللّٰه فى روعى والهمنى ربى ان اجيزه بالاجازة المطلقة الشاملة الحافلة الكافلة فاجزت الاخ السعيد الحميد الرشيد الحرى العفى الصوفى الصافى الوفى الصفى الزكى اللوذعى الفطين ذالقلب المكين والدين المتين

والـرای الـرزیـن حـامی السنن السنیة وماحی الفتن الدنیة فخر الاقران والاماثل کریم السجایا والشمائل ذاالفضل والفواضل الفاضل الکامل الادیـب الاریـب الـحبیـب الـلبیـب حبـی و حبیبی فلذة فوادی وسلوة کبـدی وراحة قـلبـی ونور عینی حسن الآوان ونادر الزمان انسان عین الاعیان مولانا المولوی محمد حبیب الرحمٰن نجل الشیخ محمد عبد الـمـنـان سـلمه المولٰی الدیّان قاطن رستاق دهامنگر من اعمال بالیسر صـانهـا الـمـولٰـی تـعـالٰـی مـن کل شر مستطیر آمین بالقرآن العظیم و احـادیث النبی الکریم علیه افضل الصلوٰة والتسلیم من الصحاح الستة الـمسـانیـد والـمـعـاجم وبدلائل الخیرات والحصن الحصین وجمیع کتـب الـفقه الحنفی وسائر العلوم بشرطه المعلوم عند ذوی الفهوم من کـل تـجـوزلـی روایتـه وتـصـح لی درایته من مشائخی الکرام المثبت اسـمـائهم الکریمه فی اثباتهم لی رضی اللّٰه تعالٰی عنهم وعنا بجاه سید الـمـرسـلیـن صـلَـوات الـلّٰه وسلامه علیه وعلیهم اجمعین وبالسلاسل الـعـلیة العالیة القادریة البرکاتیة الجدیدة والقدیمة والقادریة المنوریة المعمریة والعلویة المنامیة والچشتیة القدیمة والجدیدة والسهروردیة والـنقشبندیة ابوا العلایة والرویعیة فبارک اللّٰه له وبه ومنه وفیه و علیه ودَلَّـهٗ الـطـریـق الیـه وکـذالک بـالادعیة سیما دعاء السیفی مع دعاء الامیـریـن والـمغنی و جوشن السیفی بالاضمارات والاشارات و دعاء حـزب البـحـر وجمیع الاذکار والاوراد والاشغال والاوفاق والاعمال واوصیـه ان یتـمسـک ماعاش بمذهب اهل السنة والجماعة ویتجنب اهـل البـدع والشـنـاعة ویصرف عمره فی حمایة حوضة السنن واعانة

اربابها ونكاية الفتن واهانة اصحابها فان ذٰلك من اعظم القرب وارضى مرضأ للنبى والرب وان لاينسانى من دعواته الصالحة المتوافرة بالعفو والعافى فى الدين والدنيا والآخره وكان ذلك لغرة ذى الحجة الحرام عام الف و ثلثة مأ ة وخمسين من هجرة سيد الانام عليه افضل الصلو والسلام ما تعاقب الليالى والايام ودارت الاسابيع والاعوام. قاله بفمه ورقمه الفقير محمد المدعو بحامد رضا القادرى الرضوى النورى البريلوى سقاه ربه من نمير منهل كرمه المروى وحماه من حر الشر المزوى آمين.

ترجمہ: حمد کرتے ہوئے اس ذات کی جواس شخص کے لئے سند ہے جس کے لئے سند نہ ہواوراس شخص کے لئے وہ ایک (معاون) ہے جس کا کوئی نہ ہووہ ایسا یکتا ہے جس کا کوئی ثانی نہیں جس کا احسان مسلسل ہے اور جس کا لطف وکرم اور احسان پیہم ہے اور جس کی نوازش متواتر ہے اور افضل ترین درودوسلام پیش کرتے ہوئے نہایت رحم کرنے والے اور انتہائی احسان وکرم فرمانے والے کے محبوب پر جو انبیائے کرام کے سلسلوں کو ختم کرنے والے ہیں اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر جو آپ کے علم کی روایت کرنے والے اور آپ کے ادب کو محفوظ کرنے والے ہیں اور آپ کے دین کے علما اور آپ کی امت کے بڑے اولیا پر (درودوسلام) جب تک کبوتری بشام (ایک خوشبودار درخت) کی شاخوں پر نغمہ سنج رہے اور اس کے بعد میں نے علم اور صلاح مبین کی پیشانی کو سعادت کے نوروں سے درخشندہ اور سرداری کی علامتوں کے پھولوں سے مسکراتے ہوئے دیکھا اس ذات کی وجہ سے جو شخصیتوں میں سراپا خیر وبرکت ہے تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈالی اور میرے پروردگار نے مجھے الہام کیا کہ میں ان کو مکمل عام اجازت دوں تو میں نے نیک بخت قابل تعریف بھائی کو اجازت دی جو اچھے، لائق،

مہربان، صوفی باصفا، وفادار، مخلص، تیز، ذہین، مضبوط دل والے، ٹھوس، منصب والے اور مستحکم رائے والے۔ بلند سنتوں کے حامی اور قابل نفرت فتنوں کی سرکوبی کرنے والے، ہمعصروں اور فضل وکمال والوں میں قابل فخر، عمدہ عادات واطوار والے، فضل اور اونچے اخلاق والے، فاضل، کامل، لائق ادیب، ذہین حبیب میرے محبوب ومحبّ ہیں۔ میرے دل کا ٹکڑا، میرے جگر کی تسکین، میرے قلب کی راحت، میری آنکھ کے نور، اس زمانے کے بہتر فرد، اور اس زمانے کے نادر شخص، بڑوں کی آنکھ کی پتلی، مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن ولد شیخ محمد عبد المنان (اللہ تعالی ان کو سلامت رکھے) رستاق دھام نگر کے رہنے والے جو بالیسر کا علاقہ ہے (اس مقام کو مولیٰ تعالیٰ ہر پھیلنے والے شر سے محفوظ رکھے) میں نے ان کو قرآن، اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی احادیث، صحاح ستہ، مسانید، معاجم، اور دلائل خیرات شریف اور حصن حصین اور فقہ حنفی کی تمام کتب اور تمام علوم کی اجازت دی اس شرط کے ساتھ جو اہل فہم کے نزدیک معلوم ہے۔ ان سب کی طرف سے جن کی روایت میرے لئے جائز ہے اور جن کی درایت میرے لیے صحیح ہیں یعنی میرے وہ اساتذۂ کرام جن کے اسماء گرامی ثبت ہیں جو انھوں نے میرے لیے ثبت کیا۔ اللہ تعالی ان سے اور ہم سے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب کے صدقہ راضی ہو اور میں نے اجازت دی جدید وقدیم سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی، اور سلسلۂ قادریہ منوریہ معمریہ کی، اور علویہ منامیہ کی، اور جدید وقدیم سلسلۂ چشتیہ کی، اور سلسلۂ سہروردیہ کی، اور سلسلۂ نقشبندیہ ابوالعلائیہ اور سلسلۂ رویعیہ کی، تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے اور ان کی وجہ سے اور ان کی طرف سے اور ان کے اندر اور ان کے اوپر برکتیں نازل کرے اور ان کو اپنے راستے کی رہنمائی فرمائے اور ایسے ہی میں نے ان کو دعاؤں کی اجازت دی خصوصیت کے ساتھ دعائے سیفی دعائے امیرین کے ساتھ، اور مغنی اور جوشن سیفی کی اخفا اور اشاروں کے ساتھ، اور دعائے حزب البحر کی اور تمام

اذکار واوراد و وظائف واوفاق اور عملیات کی (میں نے اجازت دی) میں ان کو مذہب اہل سنت و جماعت پر زندگی بھر قائم رہنے اور اہل بدعت وقباحت سے اجتناب کرنے اور اپنی عمر سنت کی حیثیت کی حمایت میں اور اہل سنت کے تعاون کرنے میں اور فتنوں کی سرکوبی میں اور اہل فتن کی تذلیل کرنے میں صرف کرنے کی وصیت کی اس لیے کہ یہ ایک عظیم قربت اور رب تعالیٰ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت بڑی خوشی کی چیز ہے۔ اور انھیں میں اس بات کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اپنے دین دنیا اور آخرت کے اندر عفو و عافیت کے لئے مجھے اپنی نیک اور کثیر دعاؤں میں نہ بھولیں۔

یہ اجازت نامہ حرمت والے ذوالحجہ کی پہلی تاریخ ۱۳۵۰ھ میں دیا گیا۔ ہجرت والے مخلوق کے آقا پر سب سے افضل درود و سلام جب تک شب و روز کا یکے بعد دیگرے ظہور ہو اور ہفتوں اور برسوں کی گردش رہے اسے اپنی زبان سے کہا اور اپنے قلم سے فقیر محمد نے لکھا جسے حامد رضا، قادری، رضوی، نوری، بریلوی کہا جاتا ہے۔ اس کا پروردگار اس کو اپنے معروف کرم کے گھاٹ کے صاف پانی سے سیراب کرے اور اس کو سمٹے ہوئے شر کی گرمی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مجاہد ملت کے چند مشاہیر خلفا:

نوٹ: انتہائی تلاش وجستجو اور لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کے بعد حضرت قدس سرہ کے خلفا کی تحقیق جہاں تک ہوسکی راقم نذر قارئین کرتا ہے۔ اس فہرست کے علاوہ حضرت کے اور کتنے خلفا ہیں ناچیز مکمل تعداد سے لاعلم ہے۔ دفتر ماہنامہ اشرفیہ کو مطلع کر کے ممنون فرمائیں:

ایڈیٹر

(۱) حضرت مولانا شاہ ظہور حسام صاحب حسامی علیہ الرحمہ۔ (۲) حضرت مولانا عبد الرب صاحب مراد آبادی۔ (۳) حضرت مولانا نظام الدین صاحب بلیاوی ثم الہ

آبادی۔ (۴) حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خان صاحب حبیبی علیہ الرحمہ۔(۵) حضرت مولانا سید عباس علوی صاحب مکی۔(۶) حضرت مولانا الحاج قاری سید مقبول حسین صاحب حبیبی۔(۷) حضرت مولانا قاری نعمت اللہ صاحب حبیبی۔(۸) حضرت مولانا الحاج عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی۔(۹) حضرت مولانا سید شاہ فضل الرحمٰن صاحب۔(۱۰) حضرت مولانا شمس عالم صاحب حبیبی۔(۱۱) حضرت مولانا قاری سراج احمد صاحب۔(۱۲) حضرت مولانا شاہ نور محمد صاحب۔(۱۳) حضرت مولانا سید صدر عالم صاحب مرحوم۔(۱۴) حضرت مولانا وکیل الرحمٰن صاحب مظفر پوری۔(۱۵) حضرت مولانا محمد سلیم صاحب سلطانپوری۔(۱۶) حضرت مولانا سید کاظم پاشا صاحب حیدرآبادی۔(۱۷) ایک علوی صاحب کو جن کا نام معلوم نہ ہو سکا حضرت نے بغداد شریف میں خلافت مرحمت فرمائی تھی۔(۱۸) حضرت مولانا الحاج محمد علی جناح صاحب حبیبی۔(۱۹) حضرت مولانا شاہ غلام عبدالقادر صاحب بھدوہی۔(۲۰) حضرت مولانا ارشد علی صاحب اجمیری۔(۲۱) اور بندۂ ناچیز سید شمیم احمد گوہر قادری ابوالعلائی۔

میری خلافت کا یادگار پس منظر:

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سنگ بنیاد کے موقع پر ۵/۶/۷/ مئی ۱۹۷۲ء کو سہ روزہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کے لمحے لمحے کو آج تاریخ کا سنہرا باب سمجھا جاتا ہے۔ کانفرنس کی صدارت سید العلما حضرت علامہ سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ مارہرہ شریف نے فرمائی تھی۔ اسی مبارک موقع پر دستار بندی کا سالانہ جلسہ بھی منعقد ہوا۔ سال نو کے فارغین اشرفیہ کے سروں پر حضور سید العلما ہی نے اپنے دست مبارک سے دستار باندھی جس میں یہ ناچیز بھی شامل تھا۔ اس کانفرنس میں کئی سو علما نے شرکت فرمائی تھی۔ ابی المکرّم نے بھی شرکت کی تھی اور شاندار تقریر فرمائی تھی۔

اسی سال یعنی ۴/ شعبان ۱۳۹۲ھ مطابق ۳/ ستمبر ۱۹۷۲ء کو اتر پردیش کی عظیم

دینی درس گاہ دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کی تاریخ آئی تو مشفق مکرم حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب قبلہ نظامی دامت برکاتہم نے بھی دارالعلوم ہٰذا کی جانب سے ناچیز کو اعزازی سند فضیلت عطا کرنے کا اعلان فرما دیا۔ حضور سید العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس جلسہ میں بھی تشریف لائے تھے۔ میرے لئے اعزازی سند کے بارے میں سن کر بے پناہ مسرتوں کا اظہار کیا۔ جلسہ میں مجھ حقیر کے سر پر دستار باندھتے ہوئے حضرت سید صاحب فرمانے لگے:

صاحبزادے کے سر پر دستار باندھنے کا موقع مجھے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں بھی ملا تھا۔ اور آج یہاں دارالعلوم غریب نواز کے سالانہ جلسہ میں بھی فقیر ہی دستار باندھ رہا ہے۔ کتنی مبارک ساعت ہے۔ فقیر اس مبارک موقع پر صاحبزادہ مولانا سید شمیم میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت و اجازت کی دولتوں سے مالا مال کرتا ہے۔

حاضرین میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی مبارک باد کی صداؤں سے پورا ہال گونجنے لگا۔ زبانی طور سے خلافت کا اعلان کرنے کے بعد حضور سید العلما نے ناچیز کی سند اعزازی پر تحریر بھی فرما دیا۔ حضرت نظامی صاحب قبلہ نے مائک پر آ کر فرمایا۔ سبحان اللہ! گھر کی دولت گھر میں آئی۔ حضور سید العلما (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) نے دارالعلوم غریب نواز کے اس اجلاس کو تاریخی حیثیت عطا فرمائی۔ میں مولانا شمیم میاں سلمہ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس جلسۂ دستار فضیلت میں حضور سید العلما اور ابی المکرّم علامہ سید شاہ عزیز احمد صاحب قبلہ دونوں ہی حضرات نے **ورفعنا لک ذِکرک** کے موضوع پر شاندار تقریریں فرمائی تھیں۔

تھوڑی ہی مدت کے بعد حضور مجاہد ملت قدس سرہ خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ الٰہ آباد تشریف لائے تو حضرت کو خانقاہ ہی میں پتہ چلا کہ حضور سید العلما نے ناچیز کو اجازتوں سے نوازا ہے۔ اسی وقت حضور مجاہد ملت نے بھی ارادہ فرمایا اور ابی المکرّم و

حضرت مولانا صدر الحق صاحب صدر المدرسین مدرسہ انوار العلوم الٰہ آباد کے سامنے اجازت وخلافت سے نوازتے ہوئے دار العلوم اشرفیہ کی سند فضیلت پر تحریر فرما دیا اور اس طرح ناچیز راقم الحروف کی دونوں اسناد فضیلت اجازات سے روشن ہے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کی سند درس نظامیہ پر متعدد تصدیقات علماء کرام کے علاوہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ العزیز کے کلمات دعائیہ اور تحریری اجازت و خلافت کی نقل۔

اللهم بارک فی علمه وعمله وكماله بحرمة حبيبه المكرم سيدنا محمد عليه الصلوٰةُ والسلام. كتبهٗ الفقير محمد حبيب الرحمٰن القادری غفرلهٗ.

نحمدهٗ ونصلی علی حبيبه الكريم وعلٰی اٰلهٖ وصحبهٖ اجمعين اما بعد! اجزت كل ما اجازنی شيوخی الكريم من الاحاديث والقرآن الكريم وجميع السلاسل والاوراد و الاعمال. كتبه الفقير محمد جبيب الرحمن القادری غفرلهٗ.

دار العلوم غریب نواز الٰہ آباد کی اعزازی سند درس نظامیہ پر متعدد تصدیقاتِ علمائے کرام کے علاوہ حضور سید العلما اور حضور مجاہد ملت قدس سرہما کے کلمات دعائیہ اور اجازت کی نقل۔

فقیر حقیر مولانا سید شاہ شمیم احمد صاحب ابو العلائی سلمہ کو جمیع اجازات و اسناد تجوید قرآن وروایت حدیث شریف جو فقیر کو حاصل ہیں حاضر کرتا ہے۔

فقیر ابو الحسنین آل مصطفٰی حسینی قادری برکاتی عفی عنہ

سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف
تاریخ ۴؍شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ المطابق ۳؍ستمبر ۱۹۷۲ء

اللھم اجعلہ عالما و کاملا کتبہ الفقیر محمد حبیب الرحمن القادری غفرلہ

حامدا و مصلیا و مسلما

اجزت جمیع الاحادیث

کتبہ الفقیر محمد حبیب الرحمن القادری غفرلہ

زیارتِ حرمین شریفین:

شریف حسین شریف مکہ کے زمانہ میں جب یہاں ترکیوں کی حکومت تھی ۱۳۴۱ھ میں حضور مجاہد ملت نے پہلا حج کیا۔ اس وقت مکہ و مدینہ کی ساری دھرتی عاشقان رسول سے گلزار نظر آتی تھی۔ آج روضۂ اقدس کی مقدس جالیوں کی طرف دیکھنے پر بھی پہرہ ہے۔ مگر اس وقت آنکھوں سے لگانے کے لئے حوصلہ پیدا کیا جاتا تھا اور عشق رسالت کی آگ میں جلنے کا جذبہ اجاگر کیا جاتا تھا۔ دیار رسول کا مقدس قبرستان جنۃ البقیع جہاں کی خاک آبگینوں سے زیادہ نازک ہے جہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت سیدہ فاطمہ زہرا، امام زین العابدین، امام حسن، امام جعفر صادق اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ ساتھ نہ جانے کتنے اصحاب و تابعین کرام کی روحانی ذاتیں آرام فرما ہیں۔ ان کی قبروں پر اب نہ کوئی سایہ رہ گیا ہے اور نہ کوئی گنبد، نجدی حکومت کی سفاکیوں نے سارے قبوں کو نابود کر کے رکھ دیا۔ نہ جانے کتنی قبروں کو مسمار کر دیا گیا۔

نجدی حکومت کے دور میں ۱۹۵۵ء میں دوسرا حج کیا۔ دوسرے حج کے موقع پر مجاہد ملت کو ساری فضا بدلی ہوئی نظر آئی عقائد و مسلک کی بدحالی اور گستاخیٔ رسالت کی سرگرمیوں کو دیکھ کر روحانیت سے بھرا دل تڑپ کر رہ گیا۔ تیسرا حج ۱۹۵۹ء میں کیا۔

۱۹۷۳ء میں چوتھے حج کی سعادت حاصل کی۔ پانچواں حج ۱۹۷۴ء میں اور چھٹواں حج ۱۹۸۰ء میں کیا۔ ۱۹۷۹ء میں بھی تشریف لے گئے تھے مگر اس بار نجدیوں کے مظالم کا شکار ہوئے۔ اور مناسک حج ادا کئے بغیر واپس کر دیا گیا۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بہت سی عبادتوں اور فریضوں کی ادائیگی کے لئے مال و زر کی بھی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ مگر یہ کوئی ضروری نہیں کہ دولت کے معاملہ میں مجاہد ملت کی رئیسی کو حیرت انگیز سمجھا جائے۔ مسلمان رئیسوں سے ہندوستان خالی نہیں۔ ایک سے ایک دولت مند ملیں گے۔ مگر مجاہد ملت جیسی سعادت حاصل کرنے والے دولت مند ڈھونڈھے سے نہیں ملیں گے۔ توفیق وعطا اور نیت صالح سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز نہیں۔ اپنے معاصرین میں مجاہد ملت اس طور پر بھی سب پر فائق رہے کہ وہ اپنی حیات مبارکہ میں سات بار حرمین شریفین حاضر ہوئے اور چھ بار مناسک حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی دو بار بغداد شریف تشریف لے گئے۔

مجاہد ملت قید خانوں کی آہنی سلاخوں کے پیچھے:

حضور مجاہد ملت کی زندگی سے واقفیت رکھنے والے افراد اچھی طرح جانتے ہیں کہ راہ حق کا یہ بے خوف مسافر جس کے پیروں کے چھالے اور آنکھوں کے آبگینے تاریخ کے صفحات پر موتی بن کر چمک رہے ہیں۔ ایسے صاحب کردار مجاہد کو نہ کوئی ظالم بادشاہ اپنے آگے جھکانے پر مجبور کر سکا اور نہ دنیا کی کوئی مصلحت اپنے شیشے میں اتار سکی۔ شیشے سجائے جاتے رہے، تاجوری زعم میں آتی رہی اور سفا کی آستینیں چڑھاتی رہی مگر مجاہد ملت نے جو بات بھی کہی ببانگ دہل کہی۔ جو کام کیا علی الاعلان کیا۔ ناموس رسالت اور ملت اسلامیہ کی سرخ روئی کی خاطر آپ ہر راستے سے گذرتے رہے اور ہر منزل پر کانٹوں کی نوک اور تلواروں کی دھاروں کا استقبال کرتے رہے۔ انھیں جذبات وعزائم کا نتیجہ تھا کہ مجاہد ملت کو متعدد بار سلاخوں کے پیچھے بھی جانا پڑا۔ اور ہاتھوں میں

ہتھکڑیاں پہننا پڑیں۔حکومت نے جب جب بھی اپنا یہ رول ادا کیا۔اندازِ صداقت میں اور نکھار آتا گیا۔ان آنکھوں سے آج بھی کوئی پوچھ سکتا ہے جنھوں نے ایک فقیر کے استقلال کی دہلیز پر جیل کی آہنی سلاخوں کو پگھلتے ہوئے دیکھا اور کلائیوں کی ہتھکڑیوں کو لرزتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔مجاہد ملت کو اپنی زندگی میں چھ بار جیل جانا پڑا ہے۔کافی تحقیق کے باوجود مجھے سن و تاریخ تو نہ معلوم ہوسکا مگر جیل جانے کے اسباب پر تھوڑی سی معلومات ضرور حاصل ہوئیں۔

داستانِ آہن و زنجیر مجھ سے آ کے سن
زندگی اپنی گذاری ہے اسی ماحول میں

پہلی بار حضرت اڑیسہ ہی میں جیل گئے۔کسانوں کی مانگ کا معاملہ تھا۔حضرت کسانوں کی قیادت فرما رہے تھے۔کہ گرفتار کر لئے گئے۔اور جیل بھیج دیئے گئے۔

دوسری بار آل انڈیا تبلیغ سیرت کے سلسلے میں کچھ ایسی بیباکانہ تقریر فرمائی کہ حکومت کو اعتراض ہوا اور جیل بھیج دیا گیا۔اولاً غازیپور جیل میں۔بعد میں سلطانپور جیل میں سزا کی مدت پوری کی تقریباً دو سال جیل میں رہے۔

تیسری بار حضرت کو سلون ضلع رائے بریلی میں گرفتار کیا گیا۔آٹھ نو سال پہلے کی بات ہے۔فساد کے ماحول میں بجرڈیہہ بنارس سے لوٹ رہے تھے کہ بنارس کے ایک اسٹیشن پر چند شر پسندوں نے آپ کو خوب مارا پیٹا۔حتیٰ کہ پلیٹ فارم سے لائن پر بھی ڈھکیل دیا حضرت کو کافی چوٹیں آئیں۔اسی عالم میں الہ آباد تشریف لائے۔سی.آئی.ڈی.اور پولیس والوں کی یلغار ہوگئی کہنے لگے آپ الہ آباد چھوڑ دیجئے۔اسی روز حکیم بادشاہ علیہ الرحمہ کا انتقال ہوگیا۔حضرت نے فرمایا بغیر تدفین کے الہ آباد نہیں چھوڑ سکتا۔دوسرے روز سلون تشریف لے گئے تو وہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔(اس حادثہ کی داستان بہت لمبی ہے۔)

چوتھی بار اڑیسہ میں ایک بوڑھی عورت کواس کی مرضی کے مطابق مسلمان کرنے پر گرفتاری عمل میں آئی۔لیکن اس سلسلے میں کوئی مستقل سزانہیں ہوئی۔البتہ کہیں جانے کی ممانعت ضرور کردی گئی تھی۔

پانچویں بار اڑیسہ ہی میں ایمرجنسی کے دوران میسا کے تحت گرفتار کئے گئے اور کافی دنوں تک جیل میں رکھے گئے۔اوراس طرح حضرت نے عمر کی طویل مدت جیل میں گزاری اور دار ورسن سے مقابلہ کیا۔

چھٹویں اور آخری بار ۱۹۷۹ء میں مدینہ منورہ میں گرفتاری ہوئی۔اس گرفتاری نے سارے ہندو پاک کی مسلم آبادیوں میں زبردست تہلکہ مچا کر رکھ دیا تھا۔

نجدی حکومت کی بے رحمی بیر علی جیل میں:

حضرت کی قائدانہ عظمت اور امتیازی شخصیت کو پہچاننے والوں نے اندازہ لگایا ہوگا کہ سمندر پار ایک دور افتادہ غریب الوطن کی گرفتاری پر وہ کون سا انسانی ماحول ہے جہاں نفرت و بیزاری اور رنج و ملامت کی شدید لہر نہ دوڑ گئی ہو۔ ہندوستان میں چاروں طرف احتجاجی جھنڈے بلند ہوئے، بازوؤں پر کالی پٹی باندھی گئی۔احتجاجی جلسے منعقد ہوئے، الہ آباد، بمبئی اور کلکتہ میں خصوصیت کے ساتھ مظاہرے ہوئے اور تمام کثیر الاشاعت اخبار ورسائل میں شاہ سرخیوں کے ساتھ گرفتاری کے تذکرے کئے گئے۔اہل وفا اور اہل عقیدت کا قافلہ اپنے امیر ومحسن کی رہائی کے لئے بے تاب دکھائی دینے لگا۔ نجدی حکومت کی بے رحمی پر کلیجہ دہل کر رہ گیا۔آوازیں بلند ہونے لگیں کہ شیخ عبدالعزیز، مجاہد ملت کو تنہا تصور نہ کرے۔ ہندوستان کی ساری سنی آبادی مجاہد ملت کے ساتھ ہے۔

اصحاب صداقت اچھی طرح جانتے ہیں کہ سعودی حکومت کے مذہب وعقائد کی تاریخ جماعت اہل سنت سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی۔اسلام کے روپ میں اللہ و رسول کی نافرمانی کرنا ان کا محبوب مشغلہ بنا رہا ہے۔شہرہ آفاق گستاخ رسول محمد بن عبد

الوہاب شیخ نجدی کی ناپاک ذریت نے تہذیب حرمین طیبین کی تمام مقدس روایات کو مجروح کر کے رکھ دیا۔ قرآن کریم نے جس فخر امم کو سب سے زیادہ چاہنے ماننے کا مژدہ سنایا۔ آج اسی پاکیزہ سرزمین کے باشندے سب سے زیادہ دشمنی کا اظہار کرتے ہیں۔ توہین رسالت کے موضوع پر آج جتنا بڑا اور بھیانک ذخیرہ سعودی عرب کے وہابی مرکز میں ملتا ہے۔ کہیں نہیں ملتا۔ سفا کی کی انتہا ہوگئی کہ اسی پاکیزہ دھرتی پر توسل اور استعانت کو پارہ پارہ کیا گیا۔ گنبد خضرا کو ڈھا دینے کی ناپاک تجویز ابھاری گئی اور جنت البقیع میں آل رسول اور اصحاب کرام کے مزارات کو مسمار کیا گیا اب نہ کوئی سائبان ہے نہ کوئی قبہ ہے۔ ہمارے ہندوستان میں اگر کسی ایک بھی صحابی کا مزار مقدس موجود رہا ہوتا تو وہ آستانہ سارے ہندوستان کے لئے مرکز عقیدت بن گیا ہوتا۔

کتنی بدبختی کی بات ہے کہ جو افراد سارے عالم کے آقا کی چھاؤں میں رہتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ گنبد خضرا کی جالیوں کے سامنے چند قطرے آنسو بہانے کو شرک کہتے ہیں۔ پروردگار اپنا انصاف فرمائے مکہ مکرمہ کا شیخ الحرم بھی اسی قبیلہ کا ایک سرکش فرد ہے۔ ارض حجاز پر رہتا ضرور ہے۔ مگر اس کا سینہ دین وایمان کی دولتوں سے محروم ہے۔ نہ آقائے دو جہاں کی سچی عقیدت ومحبت رکھتا ہے اور نہ ہی توسل واستمداد کے تعامل پر یقین رکھتا ہے یہ گمراہی تحریر وتقریر دونوں سے ثابت ہے۔ پھر اس کا ایمان کہاں؟ اب خود فیصلہ کیجئے کہ عقائد ومسلک کی کراہتی ہوئی تاریکی میں مجاہد ملت جیسے محتاط عالم دین شیخ نجدی کے پیچھے کیسے نمازیں ادا کر سکتے تھے۔ شریف مکہ کے زمانے کے بعد حضرت جتنی بار تشریف لے گئے احتیاط کے دامن کو کبھی نہیں چھوڑا۔ ۱۹۷۹ء کے دوران حج گویا مجاہد ملت پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اس بار حضرت کا یہ عمل سعودی حکومت کے مزاج نازک پر بے پناہ گراں گذرا۔ زائرینِ حرم کے سیلاب میں اس نے اپنے امام کی توہین تصور کیا۔ اور حضرت کے اس مذہبی تصلب کو اپنی حکومت کے خلاف اصول شکنی سے تعبیر کرتے ہوئے

بیر علی جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈلوادیا۔

۱۶/۷/۱۹۸۰ء کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس کے موقع پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی تنظیم المدارس کی تاریخی میٹنگ جس کی صدارت خود حضور مجاہد ملت فرمارہے تھے اور جس میٹنگ میں وقت کے کئی سو مشاہیر علماء کرام جلوہ افروز تھے حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے حضرت نے خود فرمایا تھا اور یہی بیان بمبئی کی ایک پریس کانفرنس کو بھی دیا تھا کہ:

حرم شریف کا پیش امام شیخ عبدالعزیز نجدی اہل سنت کے مسلک وعقیدہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ میں نے اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے انکار کردیا تھا۔توسل اور استعانت کے موضوع پر اس نے مجھ سے مناظرہ بھی کیا۔ میں نے بھرپور شکست دی۔ وہ میرے جوابات پر بوکھلا کر رہ گیا۔حکومت نے میری اس حقانیت کو میرے قصور سے تعبیر کیا اور نتیجہ کے طور پر مجھے گرفتار کرلیا گیا۔ میرے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں۔ پیروں میں بیڑیاں ڈالی گئیں۔ انگلیوں کے نشانات لئے گئے۔ اور مختلف زاویوں سے میری تصویریں بھی کھینچی گئیں۔ اس کے علاوہ سلاخوں کے پیچھے میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے اس قدر اذیت پہنچائی جاتی تھی کہ میں بار بار بے ہوش ہوجایا کرتا تھا۔ مجھے تپتی ہوئی دھوپ میں کھڑا رہنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔کئی کئی گھنٹہ دھوپ میں کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ہندوستان کا سفارت خانہ میرے سلسلہ میں خاموش رہا اور مدد مانگنے کے باوجود بھی اس نے میری کوئی مدد نہیں کی۔

یہ ہے مجاہد ملت کا کربناک بیان اور داستانِ دل خراش۔ سینے میں دردمند دل رکھنے والے حضرات ذرا غور فرمائیں کہ ایک عزت مآب عمر رسیدہ پارسا کی صداقت پرستی پر سعودی فرماں رواؤں نے کتنی بے دردی سے مظالم ڈھا کر انسانیت کو شرمندہ کیا ہے۔ عظیم شخصیت کی بوڑھی ہڈیوں پر پہاڑ توڑنے والے درندوں کے بارے میں سوچنا

شروع کیجئے تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ دونوں جہاں کے آقا اور امن و شانتی کے داتا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جس گمراہ و شوریدہ سرزمین کو روحانیت کا مرکز اعظم بنایا تھا۔ جہاں حسن اخلاق اور عشق و مروت کے آگے فرشتے سجدہ کرتے تھے۔ افسوس کہ اسی ایمانی دھرتی کو ایک بار پھر گمراہیوں کا اڈہ بنا دیا گیا۔ کون نہیں جانتا کہ یہ وہی خطۂ عرب ہے جہاں بڑی سی بڑی خطاؤں کو خندہ لبی کے ساتھ معاف کر دیا جاتا تھا۔ میدانِ کارزار میں ہارے ہوئے فوجیوں کی جاں بخش دی جاتی تھی گلی گلی میں حسنِ سلوک کے چراغ جلائے جاتے تھے۔ آج وہاں کے حالات نے ذرا کروٹ بدلی تو خلوص و محبت اور احتیاط و عقیدت کے پھول بھی کانٹے دکھائی دینے لگے۔ ایک مہمان رسول پر ہونے والے ظلم و استبداد کے پس منظر میں جایئے تو مکہ و مدینہ کے زلف و زنجیر کی تاریخیں خود بخود نگاہوں کے سامنے پھرنے لگتی ہیں۔ خدا نے مجاہد ملت کو کتنی مقدس توفیق مرحمت فرمادی کہ میرا بندۂ حق ایک بار میرے حبیب کے وطن میں بھی اپنے صبر و ضبط کا امتحان دے لے۔ ادائے بلالی کے نشے میں چور جب یہ سچا عاشق رسول ہاتھوں میں زنجیر پہنے اور پیروں میں بیڑیاں ڈالے ہوئے بیر علی زنداں کی سلاخوں کے پیچھے خدا کا شکر ادا کر رہا ہوگا۔ تو ہمارے آقائے دوجہاں نے اپنی رحمت بھری آنکھوں سے دیکھا ہوگا کہ میرا ایک سچا غریب الوطن غلام کتنی بشاشت کے ساتھ سنت بلالی ادا کرتا ہوا صبر و رضا کے منازل طے کرتا جا رہا ہے۔

سعودی حکومت کو کیا معلوم کہ اس پروانۂ رسول کی ساری زندگی کس انداز و ادا کے ساتھ گذرتی رہی ہے۔ وقت کا کوئی بھی ایسا مہلک تھپیڑا آنکھ ملانے کی جرأت نہ کر سکا جس سے مجاہد ملت تھوڑا بھی مرعوب ہو پاتے۔ حادثوں سے کھیلنا موجوں سے شوخیاں کرنا۔ دار و رسن کو گلے لگانا، ناموس رسالت کے چراغ روشن کرنا اور ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرنا مجاہد ملت کے خمیر میں شامل تھا۔ کیا عربوں سے یہ کہنے والا کوئی نہیں

کہ مجاہد ملت نے تمہارے پیچھے نمازیں نہ ادا کیں۔تو ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔مگر کیا سوئٹزرلینڈ کے ہوٹلوں میں شراب پینا جائز ہے؟ روضۂ اقدس کی جالیوں پر بوسہ دینا شرک کہتے ہومگر وی.سی.آر. پر بلو پرنٹ کے مزے لینا حلال ہے؟ توسل اوراستعانت پرتم کوئی عقیدہ نہیں رکھتے مگر کیا یہودی دوشیزاؤں کے ساتھ مشغلہ کرنا جائز ہے؟ جنت البقیع کے مزارات اور قبوں کی کوئی ضرورت نہ سمجھی گئی مگر کیا عشرت کدوں میں جشن ادا منانا جائز ہے؟ بارگاہ رسالت میں سرِ عقیدت خم کرنے پر مشرک کہتے ہومگر کیا مغنّیات کی پازیب پر سجدہ کرنا جائز ہے؟ رباب و بربط کے تاروں پر دل نچھاور کرنے والے عربوں کی یہ سب ایسی تصویریں ہیں جس نے تقدس مآب دھرتی کو گندہ کر کے رکھ دیا۔ جن کے سامنے ایمانی تقاضوں کی کوئی اہمیت نہ رہ گئی۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت کمیٹی کا قیام اوراس کی قیادت:

دنیا دیکھ رہی ہے کہ سائنس کی ترقی اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے۔جدید ترین ہتھیاروں کی دوڑ اپنے شباب پر ہے۔ پٹرول اور ڈالروں کے سامنے قسمتوں کے فیصلے کئے جا رہے ہیں کرپشن اور کرائم پر نظر ڈالئے تو پورا ماحول سہا سہا سا نظر آتا ہے، عریانیت اور بے حیائی کے گلشن تعمیر کئے جا رہے ہیں۔امن وشانتی اور یکجہتی کے رشتے سے بغاوت کی جارہی ہے۔

نئی ترقی کے نئے تقاضوں نے عالم اسلام کو بے پناہ اذیتیں پہنچائیں۔آج کا مسلمان اپنے اسلاف کو بھول جانے میں اتنی عجلت سے کام لے رہا ہے کہ اپنے دادا اور پردادا کا نام تک یاد نہیں رہا۔اسلامی تعلیمات سے دور ہوتا جا رہا ہے۔نماز پڑھنے کے طریقے سے محروم ہوگیا۔ان کا کون سا حق دبا دیا گیا،کون سا حق چھین لیا گیا خبر تک نہیں ہو پاتی۔صدائے احتجاج بلند کرنے کی ہمت نہ رہی۔ایک تنظیم کے سائے میں آنے سے وحشت ہونے لگی۔غیروں کے ماحول میں جینے کا مزہ آنے لگا۔شراب وکباب

سے دلچسپی لینے لگے۔ اور دنیا بھر کے لہو ولعب میں مبتلا ہو کر اپنے عقیدہ ومسلک کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ ایسی زبوں حالی کو دیکھ کر مجاہد ملت کی آنکھیں ہمیشہ خون کے آنسو روتی رہیں۔ انھیں کیسے گوارہ ہوسکتا تھا کہ جو قوم اپنے جملہ محاسن کے ساتھ زمانے پر چھائی رہی ہو۔ آج اتنی پستی پر اتر آئے۔

پھر اسی مرکز اقدار کہن پر آجا
اپنے بھولے ہوئے ماضی کو دوبارہ پا جا

سوئی ہوئی غیرت کو جگانے اور قیمتی آبرو کا احساس دلانے کے لئے مجاہد ملت نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کمیٹی کے نام سے ایک تحریک کی بنیاد رکھی۔ علماء کرام کے اسلامی تبلیغ کی تنظیم مرتب فرمائی۔ جس کا فریضہ یہ ہو کہ مسلمانوں کی اصلاح وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ ان کے اندر غیرت کا جذبہ پیدا کیا جائے اور ان کے سینے سے خوف وہراس کا احساس ختم کیا جائے۔ زندہ قومیں محکوم بن کرنہیں حاکم بن کر رہتی ہیں۔ چنانچہ انھیں سب اغراض ومقاصد کے تحت حضور مجاہد ملت اور دیگر رہنمائے ملت کے باہم مشوروں سے ۱۳۶۸ھ میں ۵/اغراض ومقاصد پر مشتمل الہ آباد میں آل انڈیا تبلیغ سیرت کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اور یہیں اس کا مرکزی دفتر بھی قائم ہوا۔ آل انڈیا تبلیغ سیرت کا صدر خود حضور مجاہد ملت قدس سرہ العزیز کو بنایا گیا۔ اور نائب صدر کے لئے حضرت علامہ حکیم سید شاہ عزیز احمد صاحب قبلہ الہ آباد کا انتخاب کیا گیا۔

تبلیغ سیرت کے اغراض ومقاصد:

(۱) مسلمانوں کے عقائد واعمال اور تنظیم واتحاد کی اصلاح۔
(۲) ہر زبان جس میں اسلامیات کا عظیم الشان ذخیرہ ہے اس کی بقا کی تدبیریں۔
(۳) ترقی مدارس اور مدارس اسلامیہ کو منظم کرنا اور ان کے نصاب میں یکسانیت پیدا کرنا۔
(۴) مساجد، مقابر، خانقاہوں اور قبرستانوں کا ہر طرح تحفظ کرنا اور ان کی ترقی کے لیے جدوجہد کرنا۔

(۵) اشاعت وتبلیغ کے مقاصد کا پرچار اور ہر جگہ انجمن کی شاخوں کو قائم کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ ہیں اغراض و مقاصد اور جذبات و احساسات کی فہرست جس کی روشنی میں تبلیغ سیرت نے جیسے ہی اپنے فرائض نبھانا شروع کئے۔ مجاہد ملت کی قیادت میں ایک محکم تحریک کی صورت اختیار کرتی گئی اور علما، رہنما، شعرا اور دانش وروں کے تحریری و تقریری تعاون سے اس میں نکھار آتا گیا۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ مجاہد ملت کی انتھک کوششوں سے سارے ہندوستان میں کئی سو مکتب قائم ہوئے۔ غیر آباد مسجدیں آباد ہوئیں، شکستہ مسجدوں کی نئی تعمیریں ہوئیں۔ یتیم خانے آباد ہوئے۔ کنویں کھودے گئے۔ لائبریریاں قائم ہوئیں اور اسی طرح بہت سے اشاعتی اداروں اور مکتبوں کی بھی بنیادیں پڑیں۔ ایک زمانہ تھا کہ تبلیغ سیرت کی جانب سے اسلامی فلاح و بقا اور نشر و اشاعت کا کام ہی کام ہوا کرتا تھا۔ دیوانگانِ رسول کی فوج اس کے تعاون کے لئے ہر جگہ تیار رہا کرتی تھی۔ اور لوگ اپنی اپنی ذمہ داری پر کمر بستہ رہا کرتے تھے۔ مگر اب انجمن کی تفصیلی صورت حال کیا ہے۔ راقم تفصیلی روشنی ڈالنے سے معذور ہے۔

تبلیغ سیرت کی جانب سے ایک سے ایک کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ عظیم سے عظیم جلسے منعقد کئے گئے تبلیغ سیرت کے جلسوں پر لوگوں کا اعتماد قائم ہو چکا تھا۔ عوام بھاری تعداد میں شرکت کیا کرتے تھے۔ علماء کرام کا پورا قافلہ نظر آتا تھا۔ مثلاً: ۹/۱۰/۱۱/ اپریل ۱۹۵۴ء کو انجمن اسلامیہ ہال، پٹنہ، بہار میں منعقدہ سہ روزہ عظیم الشان کانفرنس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس یادگار کانفرنس سے ہزاروں یادیں وابستہ ہیں۔ پوسٹر اور مراسلے کی نقل ہفت روزہ آگرہ اخبار آگرہ کے ذریعہ ملاحظہ کیجئے، جس کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

پٹنہ میں آل انڈیا تبلیغ سیرت کا شاندار جلسہ:

برادران اسلام! کبھی آپ نے غور کیا کہ سرفرازی جس دین کی قسمت میں

تھی۔آج اسے سر چھپانے کو جگہ کیوں نہیں ملتی ؟ کیا آپ کو احساس ہے کہ آج مسلمان زبوں حال کیوں ہے؟ اس کی اخلاقی و مذہبی حالت کیوں پست ہے؟ یہ تعلیمی و اقتصادی بدحالی کا شکار کیوں ہے؟ یہ دربدر کی ٹھوکریں کیوں کھا رہا ہے؟ ان تمام مسائل پر غور و خوض کرنے کے لئے اشد ضرورت ہے کہ صوفیائے کرام، علمائے عظام اور تمام مسلمان عزم محکم اور ایثار کامل کے ساتھ ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھیں۔انھیں مقاصد کے پیش نظر آل انڈیا تبلیغ سیرت کا سالانہ اجلاس اس مرتبہ ۹؍۱۰؍۱۱؍اپریل ۱۹۵۴ء کو انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ (بہار) میں ہو رہا ہے۔جس میں ملک کے مندرجہ ذیل مشاہیر علمائے عظام وصوفیائے کرام کو دعوت دی گئی ہے۔اگر آپ اس ملک کے چار کروڑ مسلمانوں کو خوشحال، تعلیم یافتہ اور امن وامان کے گہوارے میں دیکھنا چاہتے ہیں تو اس میں شرکت کر کے اپنی مسلم دوستی اور دینی عقیدت کا ثبوت دیں۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اسماعیل خاں قادری (آگرہ اخبار۔۴؍اپریل ۱۹۵۴ء)

اس پوسٹر میں ۲۸؍مشاہیر علمائے کرام کے اسمائے گرامی ہیں۔جن میں سے صرف چند حضرات کو چھوڑ کر سبھی نے شرکت فرمائی تھی۔بڑا زبردست اہتمام کیا گیا تھا۔ بہت سارے مقامی حضرات ہفتوں سے انتظامات میں مصروف تھے۔عالی جناب سید امام حیدر صاحب مرحوم بیرسٹر و سابق مرکزی اسمبلی، استقبالیہ کمیٹی کے صدر تھے۔۸؍ صفحات پر مشتمل اپنے خطبۂ صدارت کے آخر میں ص:۷؍اور ص:۸؍پر رقم طراز ہیں۔

ہمیں پوری امید ہے کہ علمائے کرام کی ایمان افروز تقریروں سے اس جلسۂ سیرت کا ہر شخص نہایت مطمئن و سرشار ہو کر اٹھے گا۔قبل اس سے کہ میں اپنے مختصر سے خطبہ کو ختم کروں میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہ ہوں گا اگر میں کل ارکان مجلس

استقبالیہ کا تہِ دل سے شکریہ نہ ادا کروں جنھوں نے اپنی انتھک کاوشوں سے اس جلسہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی ہے خامیوں کے لئے میں آپ حضرات سے معذرت خواہ ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ حضرات ان کو فراخ دلی سے معاف فرمائیں گے۔

میں اپنے معزز مہمانوں کا بھی خصوصاً علمائے کرام کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ آپ حضرات نے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور ملک کے دور دراز گوشوں سے تشریف لا کر اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں ہمارے معاون ثابت ہوئے۔ میں بیگم حبیبہ صغریٰ مالکہ کافی ہاؤس اور مولوی ولی الحق شاہو بیگھوی کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے کافی ہاؤس کو مہمانوں کے آرام و آسائش کے لئے خالی کر دیا۔ میں خان بہادر سید حسن صاحب، ابوالفتح سید محمد صاحب وکیل، اور حکیم محمد زکریا صاحب صدر و سکریٹری انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ کا دل سے مشکور ہوں کہ آپ حضرات نے اس سیرت کے جلسہ کے لئے ہال کا کوئی کرایہ نہیں طلب کیا۔ مولوی انوار الحق صاحب موضع مادھو پور ضلع چمپارن کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے بڑی نوازش اور دریا دلی سے غلہ واسطے مطبخ عنایت فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے، اور ہمارے کاموں کو آسان کر دے۔ آمین

مندرجہ بالا صدارتی خطبہ کے آخری حصہ کو پڑھنے کے بعد کوئی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس جلسہ تبلیغ سیرت کے انعقاد کے سلسلے میں کتنے وسیع اہتمام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اس جلسہ کے ناظم نشر و اشاعت حضرت علامہ الحاج سید شاہ ظفر سجاد صاحب قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ داناپور تھے۔ اور مجلس استقبالیہ کے سکریٹری جناب مولوی امیر علی خاں صاحب وارثی ایڈوکیٹ تھے۔ پہلے اجلاس کی صدارت حضرت علامہ مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی۔

اسی طرح تبلیغ سیرت کا عظیم الشان جلسہ ۶/۷/دسمبر ۱۹۵۵ء کو بمقام محلّہ بخشی

بازار، الہ آباد میں منعقد ہوا۔ جس میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس کو بھی تاریخی ہی حیثیت حاصل ہوئی۔ صدارت حضرت علامہ حکیم سید شاہ عزیز احمد صاحب قبلہ نائب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت نے فرمائی تھی۔ اور اس میں چودہ مشاہیر مقررین کرام نے قوم سے خطاب فرمایا تھا۔ اجلاس کے مہتمم جناب شیخ فریدالدین پسر شیخ شفیع اللہ سوداگر بخشی بازار، الہ آباد تھے۔ چنانچہ اسی طرح دانا پور، ہزاری باغ، کلکتہ، اڑیسہ، بنارس، کانپور اور بمبئی وغیرہ میں بھی ایک سے ایک مایۂ ناز جلسے ہوئے اور جید علمائے کرام کا قافلہ دین وایمان کی دولت تقسیم کرتا رہا۔ ہزاری باغ کے جلسہ کی صدارت ایک بار حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمائی تھی۔ کلکتہ کے ایک جلسہ کی صدارت حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ، اور دانا پور کے ایک جلسہ کی صدارت حضرت مولانا سید شاہ تقی صاحب علیہ الرحمہ اور اڑیسہ کے ایک جلسہ کی صدارت حضور مفتیِ اعظم ہند بریلوی علیہ الرحمہ وغیرہم نے بھی فرمائی۔ سن وتاریخ کی معلومات فراہم نہ ہوسکی۔

جلسہ سیرت کی سالانہ سرگرمیاں اڑیسہ میں:

یہ بھی ایک تاریخی جذبہ تھا کہ ہر سال اڑیسہ کے اردگرد علاقوں میں مجاہد ملت بڑی پابندی سے جلسوں کا اہتمام فرماتے تھے جسے ایک طرح کا تقریری دورہ کہنا چاہئے کہ مختلف مقامات میں کئی کئی جلسے منعقد کئے جاتے تھے ہوتا یہ تھا کہ حضور مجاہد ملت اپنی ہی جیب خاص سے ہر سال دو تین مقرروں کو اڑیسہ بلواتے۔ اور ان کو ہمراہ لے کر تقریری دورے پر روانہ ہو جاتے۔ یہ دورہ کئی کئی ہفتوں تک جاری رہتا۔ اور علمائے کرام لوگوں کے دلوں کو اپنی نورانی تقریروں سے منور کرتے رہتے۔ تبلیغِ حق کی خاطر اس تقریری دورے کا سلسلہ عرصۂ دراز تک جاری رہا۔ مگر حضرت کے آخری دور میں شاید اس کا وہ سلسلہ تو باقی نہ رہ سکا تھا۔ البتہ جلسوں کا اہتمام ہمیشہ ہوتا رہا۔

نہیں ہے پیر میخانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک میکدہ سے بوئے عرفانی نہیں جاتی

۱۹۶۵ء کے ایک جلسہ کی صدارت حضرت مولانا شاہ حکیم محمد یونس صاحب نظامی مدظلہ بھی فرما چکے ہیں۔حکیم صاحب قبلہ بھی مجاہد ملت کے دوش بدوش چلنے والوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔حضرت نے جب سے الہ آباد تشریف لانا شروع کیا موصوف اسی وقت سے اسیر حبیب رہے۔مجاہد ملت کی ہزاروں صبح وشام سے واقف ہیں۔حضرت بھی حکیم صاحب سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔حکیم صاحب کی بعض دینی خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا۔اللہ ان کی عمر میں برکت دے۔ آمین

تنظیم خاکسارانِ حق:

بزدلی،خوف وہراس،احساس کمتری اور ناجائز تقلید نوازی۔اسلامی زندگی کو کھوکھلا بنا کر رکھ دیتی ہے۔جو قوم پورے حوصلہ کے ساتھ جینے کا سلیقہ نہ رکھتی ہو۔دوسروں کے دکھ درد کا احساس نہ کرتی ہو اور خود اپنے تحفظ کی کوئی صورت نہ رکھتی ہو ایسی قوم کے تابناک مستقبل کی کوئی بھی ضمانت نہیں لے سکتا۔اپنے قوت بازو پر اعتماد کرنا زندہ قوموں کی سب سے بڑی علامت ہوا کرتی ہے۔یہی وہ علامت ہے جس کی بنیاد پر ملک وملت کی سالمیت برقرار رہتی ہے۔فساد وجرائم کا انسداد ہوتا ہے۔امن وشانتی کی فضا ہموار ہوتی ہے اور ہمت واستقلال کو پنپنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔اسی نقطۂ نظر کی روشنی میں ایک حوصلہ مند تنظیم کا خواب مجاہد ملت نے بھی دیکھا اور پھر اس کی تعبیری شکل پیش کرتے ہوئے ایک اور عظیم کارنامہ کا اضافہ فرما دیا۔اور خاکسارانِ حق کے نام سے ایک نئی تنظیم کی تشکیل فرمائی۔قوم کے دردمند،حوصلہ پرور نوجوانوں نے اس تنظیم کا خیر مقدم کیا اور خود مجاہد ملت کو اس تنظیم کا امیر وسالار منتخب کرتے ہوئے سایۂ دامن میں آ گئے۔مجاہد ملت کی محکم قیادت میں مہاراشٹر،بنگال اور یوپی کے مختلف مقامات میں

اس کے ممبروں اور رضا کاروں کا تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا گیا۔خصوصاً الہ آباد، کانپور، سلطانپور، فیض آباد، فیروز آباد، مراد آباد، بمبئی اور کلکتہ وغیرہ میں اس تنظیم کے ممبروں کی خاصی تعداد بڑھی جن کی مذہبی، سماجی اور اصلاحی خدمات پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ یہ تنظیم اپنے مقصد کے تحت ظلم وفساد کے انسداد، امن وشانتی کے قیام اور ملک و ملت کی خدمات کے سلسلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔اس کے وفادار قوم کے سوئے حوصلہ کو بیدار کرتے ہیں اور ہر موقع پر اپنی خدمات نذر کرنے کو تیار رہتے ہیں۔

یہ ہے دامن یہ ہے گریباں آؤ کوئی کام کریں
موسم کا منھ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

''تنظیم خاکساران حق'' مجاہد ملت کی ایک عظیم یادگار ہے۔ پروردگار اس کے رضا کاروں اور حوصلہ مند سپاہیوں کو صحت وسلامتی کے ساتھ آگے بڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔اوران کے مذہبی وملی خدمات کے جذبہ میں غیر معمولی اضافہ فرمائے۔ آمین: فیضانِ مجاہد ملت زندہ باد!

۱۲رنومبر ۱۹۸۱ء کو تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے جنازے کے موقع پر بریلی شریف میں فقیر نے خود دیکھا ہے کہ لاکھوں افراد کی بھیڑ میں جب کہ کاندھا دینے میں بے پناہ دشواری ہو رہی تھی حتیٰ کہ جنازے کا ایک بانس ٹوٹ گیا۔اس موقع پر فیض آباد کے خاکساروں نے نمایاں خدمات انجام دیں اور اپنے ہمراہ لائے ہوئے اسٹیشن ویگن گاڑی U.T.1-4957 پر نعش مبارک رکھنے کا اہتمام کیا۔ سالار شہر فیض آباد جناب محمد ضمیر فیض آبادی نے انٹریو دیتے ہوئے مجھ سے بتایا کہ ''۱۴رخاکساروں پر مشتمل ہم لوگ تقریباً چار بجے تک بریلی پہنچے اور آستانۂ رضویہ کے بعض ذمہ داروں کے حکم کے مطابق اس وقت سے خدمات میں مصروف ہو گئے۔ ہجوم پر قابو پانے کے سلسلے میں ہم لوگوں

نے خصوصی توجہ دی اور بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی حاصل ہوئی۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ایک موقع پر جنازہ ترچھا ہو گیا تھا۔ بھیڑ کی وجہ سے سیدھا نہیں ہو رہا تھا۔ ہم خاکساروں نے اپنی کوششوں سے جنازہ کو سیدھے رخ پہ کیا۔ جہاں تک راقم کی معلومات کا تعلق ہے تنظیم خاکساران حق کی طرح ہندوستان کی مسلم آبادی میں شاید ایسی کوئی دوسری تنظیم نہیں جو اس بے لوثی کے ساتھ خدمت خلق کے لئے خود سے دوڑ پڑے اور اپنے مصارف خود برداشت کرے۔

حبیب المطابع اور مکتبۃ الحبیب الہ آباد:

علم وادب، درس وتدریس، مناظرہ ومکالمہ، جلسہ وجلوس، تنظیم وتحریک، تعمیر و تقریر، ایثار وقربانی، نشر واشاعت۔ ہم کہتے ہیں کہ ارتقائے اسلام کے سلسلے میں وہ کون سا ایسا اہم گوشہ ہے جس پر مجاہد ملت کی نظر نہ گئی ہو اور جس کے لئے پسینے کی پہلی بوند سے لے کر خون جگر کا آخری قطرہ نہ بہایا ہو۔ نشر واشاعت اور کتب ورسائل کے تقاضوں سے حضرت اچھی طرح واقف تھے۔ انھوں نے اس کی اہمیت پر پوری پوری توجہ فرمائی کہ نشر واشاعت کے سلسلے میں ایک پریس بھی نصب کیا جائے اور شاندار مکتبہ بھی قائم کیا جائے۔ چنانچہ آج سے کافی عرصہ پہلے جامعہ حبیبیہ کے لئے حضرت نے انگلینڈ سے ایک لیتھو پریس منگوایا مگر چونکہ اس وقت جامعہ میں نصب کرنے کے لئے معقول بندوبست نہ ہو سکا تھا اس لئے مجبوراً یہ پریس عرصۂ دراز تک ایک مقامی شخص کی تحویل میں رہا۔ کافی مدت کے بعد جب جامعہ میں اس کے لئے ایک کمرہ بنالیا گیا تو اسے وہیں منتقل کر دیا گیا۔ حبیب المطابع کے نام سے جامعہ حبیبیہ میں اس کی تنصیب ۱۹۷۴ء میں عمل میں آئی پریس چلانے کے لئے ملازمین رکھے گیے۔

مکتبۃ الحبیب: پریس قائم ہو گیا تو اسی سال مکتبۃ الحبیب کے نام سے ایک عظیم مکتبہ بھی قائم کیا گیا اس نے اپنے ابتدائی ہی دور میں اپنی ایک امتیازی حیثیت تسلیم کرالی اور

بہت سے قدیمی اشاعتی اداروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔اکابر اہل سنت کی بعض نادر تصانیف جو عرصۂ دراز تک اشاعت سے محروم رہی تھیں ان کی اشاعت کی طرف مکتبۃ الحبیب نے خصوصی توجہ کی اور ان کو انتہائی نفاستوں کے ساتھ شائع کر کے وقت کی عظیم ضرورت کو پورا کیا۔طباعت واشاعت کے سلسلے میں تصانیف کا معیاری انتخاب بھی خوب متاثر کرتا ہے۔خصوصاً:

تفسیر نعیمی (جلد اول تا سوم) علامہ احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمہ۔
جواہر البحار (جلد اول) علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ۔
تذکرہ سیدنا غوث اعظم علامہ نور بخش توکلی صاحب۔
توضیح البیان علامہ غلام رسول صاحب سعیدی۔
تعمیر ادب علامہ بدر الدین صاحب۔
سچی حکایت علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب۔
امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی۔

جیسی کتابوں کی اشاعت سے مکتبہ کے معیار کا صاف اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ ادارہ فی الحال چھوٹی بڑی ملاکر بہت سی کتابیں شائع کر چکا ہے تفصیلات فہرست کتب سے حاصل کیجئے۔اس کے علاوہ مکتبہ کی جانب سے درس نظامیہ کی تمام کتابیں شعرا کے نعتیہ مجموعے اور دیگر مفید کتابیں بھی ہر وقت حاصل کی جاسکتی ہیں۔

حضرت کی عظیم شخصیت اور علمی کارناموں پر مشتمل چند کتابچے:
(راقم کی معلومات کے مطابق)

یوں تو مجاہد ملت کی طویل مذہبی خدمات،سفر حج کے واقعات،مناظرہ ومکالمہ کے حالات،درس وتدریس کی کیفیات،گرفتاری کے واقعات اور تنظیم وتحریک کی بے شمار داستانوں کے سلسلے میں رسائل واخبارات میں برسہا برس سے لکھا جاتا رہا ہے۔مگر

حضرت کی روحانی شخصیت ان کی پیشوائی اور علمی کارناموں سے متعلق باقاعدہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔ جو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرتی ہیں اور استفادہ کرنے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔

(۱) بیان الحبیب تین حصے از: حضرت علامہ الحاج عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی
حضور مجاہد ملت قدس سرہ کے ملفوظات عربی زبان میں اردو ترجمہ کے ساتھ
ناشر: مکتبۃ الحبیب، الٰہ آباد

(۲) قرن مضراب ناشر: مکتبۃ الحبیب، الٰہ آباد
آنجہانی عبدالسلام لکھنوی سے مجاہد ملت کے مناظرہ کی روداد۔

(۳) نذر حبیب از: مولانا عبدالمبین نعمانی

(۴) مجاہد ملت کی مجاہدانہ عزیمت از: مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی

(۵) قاضی حرم سے مجاہد ملت کا مکالمہ از: مولانا عبدالتواب حبیبی

(۶) (اعلان حق) اردو اور انگریزی زبان از: حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی

(۷) مجاہد ملت نمبر ۱۵؍روزہ الحبیب کلکتہ

مجاہد ملت بحیثیت مناظر:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران جس وقت کہ امام منطق وفلسفہ مجاہد اعظم علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کے علم وفن کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اس وقت اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کی پرفتن تحریروں اور تقریروں نے بڑی تیزی کے ساتھ گمراہی پھیلانا شروع کر دی تھی فرنگیوں سے وفاداری کے نتیجہ میں نہ جانے کتنے سنجیدہ دل و دماغ ہچکولے کھانے لگے اور عقائد ومسلک کی بدحالی نظر آنے لگی تبھی علامہ فضل حق پورے ایمانی تیور کے ساتھ سامنے آئے اور پھر گویا اسی وقت سے سنی وہابی کے

مناظرے کی نئی تاریخ مرتب ہونے لگی۔ اہل سنت کے نزدیک مناظرے کی حیثیت کو بالکل منفرد مقام حاصل رہا ہے۔ اہل حق نے مناظرہ کی بے پناہ اہمیت واضح کی ہے۔ مجاہد ملت بھی اس فن سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ بلکہ مناظروں کا دیوانہ کہئے جس کی خدمت کے لئے عمر عزیز کا بیشتر حصہ گذارا۔ زندگی میں ایک سے ایک جڑ یلے وہابی مناظر آئے مگر لمحوں میں بکھر گئے۔ انعقاد مناظرہ کے سلسلے میں مجاہد ملت نے بے پناہ دولت خرچ کی۔ ضرورت محسوس کرنے پر سیکڑوں روپئے کی کتابیں منگواتے۔ کئی معاونوں کو اپنے ہمراہ لے جاتے اور خود ان کی کفالت فرماتے تھے۔ ایک تحریک کے طور پر مجاہد ملت ساری زندگی زور صرف کرتے رہے کہ علمائے اہل سنت میں نئے نئے مناظر پیدا ہوں۔ تجربات میں اضافہ کریں۔ اور آنے والی ذمہ داریوں کے لئے پہلے سے تیار رہیں۔ فتنہ وفساد کا کیا ٹھکانہ۔ حق کو دبانے کی کوشش تو ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے۔ کل پھر کون سا فتنہ ابھر کر سامنے آجائے۔ کون جانے علمائے اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ مناظرے کے فن سے شناوری حاصل کریں۔ اور آنے والے خطرات سے ہوشیار رہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج مجاہد ملت نہ رہے تو محفلِ مناظرہ سونی سونی سی محسوس ہو رہی ہے۔ دیرینہ یادوں کی آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں۔ اور حاضر جوابی کا انداز اپنا سر جھکائے ہوئے ہے۔ اب کوئی نظر نہیں آتا جو مناظرے کے نام پر ہزاروں کی دولت لٹا دیتا ہو۔ مناظرے کے لئے در بدر کی ٹھوکریں کھاتا رہتا ہو۔ اور نوجوان علمائے ملت کے حوصلوں میں چار چاند لگاتا رہتا ہو۔

واللّٰہ الغنی وانتم الفقراء.
(اور اللہ ہی حقیقی غنی ہے تم سب اس کے محتاج اور فقیر و بےنوا ہو۔)

مجاہد ملت کسی ملک کے شہنشاہ تو نہیں تھے۔ مگر ایک اسٹیٹ کے مالک ضرور تھے محلوں کی تعمیر اور آرائشوں کی دنیا سجانے کے لئے ہزاروں ایکڑ کی آراضی بہت کافی تھی۔ وہ اپنے سر پر اونچی کلاہ رکھ کر رئیسی کی ادائیں بھی دکھا سکتے تھے اور عود وعنبر کی محفلیں سجا کر نوابوں کا منظر بھی پیش کر سکتے تھے مگر انتم الفقراء کی چوکھٹ پر جھکنے کی کچھ ایسی سعادت حاصل کر لی کہ لنگی اور کرتے میں ملبوس رہنے والا شخص ہمیشہ اپنے آپ کو فقیر سمجھتا رہا اور دنیا اس فقیر کو اپنا بادشاہ سمجھتی رہی **الفقر عزّ لاهله** (حدیث شریف) فقر اہل فقر کے لئے موجب عزت ہوتا ہے دنیا نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے شہنشاہ اپنی دولت کی بنیاد پر فنا ہو کر رہ گئے مگر مجاہد ملت کی یاد لاکھوں دلوں میں آباد ہوئی۔ خدا کی عطا کردہ دولتوں سے مجاہد ملت نے اپنا کام نہیں چلایا دین کے لئے قربان کیا تحریک کے لئے قربان کیا۔ اور تنظیم کے لئے قربان کیا دنیا دیکھتی رہ گئی کہ اللہ کا سچا مجاہد ملکوں پر نہیں دلوں پر حکومت کرتا تھا۔ لوگوں کے ذہنوں پر حکومت کرتا تھا۔ حدیث نبوی ہے **من تواضع لله رفعه الله** اللہ کے لئے انکساری کرنے والے کو خدا سر بلند کرتا ہے۔ دولت کو ٹھکرا کر فقیر بننے کا انداز سیکھنا چاہتے ہو تو مجاہد ملت کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ اپنے سر کا تاج فقیروں کے قدموں پر رکھنے کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو مجاہد ملت کے آستانے میں حاضر ہو اور سرکش بادشاہوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے کا حوصلہ بیدار کرنا چاہتے ہو تو مجاہد ملت کی چوکھٹ پر حاضر ہو یہاں تمہیں **وانتم الاعلون** کی پوری پوری تابانی نظر آئے گی۔ حضرت سیدی ابوالعباس احمد بن محمد الآوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **من الزم نفسه آداب الشريعة نور الله تعالىٰ قلبه بنور المعرفة** جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن کر دے گا۔

فضول حمایت اور طرفداری سے نفرت:

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من شر الناس منزلة

یوم القیامۃِ عبد اذھب اٰخرتہ بدنیا غیرہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے روز بدترین حال میں وہ شخص ہوگا جس نے دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت تباہ کر ڈالی۔ (مشکوۃ شریف: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ)

پوری سلامتی و احتیاط کے ساتھ اس دور میں جینے والوں کی تعداد بہت کم نظر آتی ہے۔ زندگی کے نشیب و فراز اچھے اچھوں کو اپنی لپیٹ میں لیتے جا رہے ہیں۔ جن کے دل میں اتباعِ سنت کا جذبہ نہیں۔ اور جن کے ایمان میں کوئی استحکام نہیں وہ آئے روز ایک نئے لباس میں نظر آتے رہتے ہیں۔ ناجائز حمایت، طرفداری، حاشیہ برداری اور مصلحت پسندی کو آج کے دور کا قیمتی سرمایہ تصور کیا جانے لگا۔ چاپلوسی اور خوشامد نوازی کو کامیابی کا سرتاج سمجھا جانے لگا ہے۔ کہیں پر کج کلاہی سے کام لیا جا رہا ہے۔ تو کہیں پر کانگریسی لبادے کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ کہیں پر شخصیت پرستی کو ضروری سمجھا جا رہا ہے تو کہیں پر جھوٹے وعدوں سے کام چلایا جا رہا ہے۔ یہ سارے ڈرامے مجاہد ملت کی آنکھوں کے سامنے بھی ہوتے رہے ہیں۔ لوگوں کے بہروپیے پن کا حضرت کو بھی اندازہ ہوتا رہا ہے۔ وہ چاہتے تو ایسے لبادے میں آ کر اپنا بڑے سے بڑا مقصد حل کر سکتے تھے۔ مگر اللہ کا ایک سچا ولی، آقائے دوجہاں کا سچا عاشق اپنی راہ سے کبھی بے راہ نہ ہوا۔ ہونٹوں پر خار مغیلاں سجانے والے مجاہد نے ستم ہزاروں سہے، غم ہزاروں اٹھائے۔ تکلیفیں ہزاروں برداشت کیں مگر جبین نیاز پر کبھی شکنیں نہیں آنے دی۔ مصلحتیں ہاتھ جوڑتی رہ گئیں۔ حمایتیں آواز دیتی رہ گئیں۔ طرفداریاں انتظار کرتی رہ گئیں اور حاشیہ برداری فریاد کرتی رہ گئی، مگر مجاہد ملت نے کبھی مڑ کر بھی نہیں دیکھا اپنے کردار و عمل پر کبھی آنچ نہ آنے دی اور اپنے ہر مقصد کو مجاہدانہ انداز کی روشنی ہی میں حل کرنے کے تمنائی رہے۔ بہت سے وکیلوں کی تمنا رہ گئی کہ مجاہد ملت مصلحتاً کبھی جھوٹ بھی بول پاتے۔ بہت

سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کی حسرت رہ گئی کہ مجاہد ملت میرے سامنے مرعوب ہو پاتے بہت سے سفاکوں کی آرزو رہ گئی کہ مجاہد ملت مجھ سے رحم کی بھیک مانگ پاتے۔ ایسی ساری حسرتیں خاک میں دفن ہو کر رہ گئیں۔ لیکن مجاہد ملت کے محکم عزائم میں کوئی لغزش نہ پیدا کرسکا۔ **واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه** (قرآن حکیم) اور جب وہ لغویات سنتے ہیں تو اس سے انحراف کرتے ہیں۔ آج ایسے ہی لوگ مجاہد اعظم کی جرأت کو یاد کر کے آنسو بہا رہے ہیں۔ ''اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی'' مجاہد ملت کی حیاتِ بابرکت کی روشنی میں زندگی گذاری جائے تو ہمیں راہِ شریعت پر چلنے کے انداز آجائیں، خدا پر بھروسہ کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے، باطل کے خلاف آواز بلند کرنے کی ہمت آجائے، ضمیر فروش کا گلا دبانے کا حوصلہ جاگ جائے اور رئیسی میں فقیری کا مزہ لینے کا انداز آجائے۔ **الفقر لباسی**

عیادت اور مزاج پرسی:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِن اللہ عزوجل یقول یوم القیامۃ یا ابن ادم مرضت فلم تعدنی قال یاربِ کیف اعودک وانت رب العالمین، قال اما علمت ان عبدی فلانا مرِض فلم تعدہ اما علمت اِنک لو عدتہ لوجدتنِی عندہ.

(مسلم شریف، راوی حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تھا تو تو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھے خبر نہ تھی کہ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو اس کے پاس مجھے پاتا۔

حضور مجاہد ملت اپنے سینے میں بڑا ہی نرم دل رکھتے تھے۔ مریضوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ جہاں کہیں بھی اپنے بزرگوں، تعلق داروں، مریدوں، شاگردوں اور بہی خواہوں کی بیماری کے بارے میں سنتے فوراً عیادت کو تشریف لے جاتے۔ اور مزاج پرسی کے بعد صحت کامل کی دعا فرماتے۔ پانی دم کر کے پلاتے۔ تعویذ عنایت فرماتے۔ اور اگر بیمار غریب ہوتا تو اس کے علاج کے لئے روپئے بھی دیتے۔ عیادت و مزاج پرسی کے سلسلے میں حضرت دور دراز کے سفر بھی کرتے تھے۔ اور مریضوں کو دیکھنے کے لئے خصوصی طور سے تشریف لے جاتے۔ مجاہد ملت کو دیکھ کر مریضوں کا مرض دور ہو جاتا تھا۔ ایسے مسیحا کو دیکھنے کے لئے اب مریضوں کی آنکھیں تڑپ رہی ہیں۔ اپنے درد کا درماں تلاش کر رہی ہیں۔

ٹیلیگرام میں ان شاء اللہ:

ٹیلیگرام کے سلسلے میں ہمیشہ یہی رواج رہا ہے کہ اس کے مضمون کو بہت نپا تلا اور مختصر رکھا جاتا ہے مثلاً اگر آپ کو یہ اطلاع دینی ہے کہ میں وکرم شیلا گاڑی سے پہنچ رہا ہوں تو تار کے اعتبار سے بہت کافی ہے۔ مگر شاید اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہوں گے کہ حضرت ریچنگ سے پہلے انگریزی میں ان شا اللہ بھی لکھوایا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ پروگرام کے مطابق تار ہمیشہ دوسرے ہی افراد دیا کرتے تھے۔ اس لئے ممکن ہے بہت سے تاروں میں ان شاء اللہ نہ دکھائی دیتا ہو۔ مگر ایک موقع پر جب حضرت نے ابی المکرّم سے انگریزی مضمون بنانے کو کہا تو اپنے سامنے ان شاء اللہ کا بھی اضافہ کرایا۔ یہ ہے ایک سچے ولی کی احتیاط اور عالمانہ ذمہ داری کہ اللہ جانے پہنچیں نہ پہنچیں ان شاء اللہ تو لکھوا دیں۔

انگریزی حکومت کے زمانے میں ہر کارڈ اور اسٹامپ پر ملکہ وکٹوریہ، ملکہ الزبیتھ، جارج پنجم اور لارڈ ایڈورڈ وغیرہم کی تصوریں ضرور چھپی رہتی تھیں مجاہد ملت کا

معمول تھا کہ کارڈ پر پتہ لکھتے وقت اس کو الٹ دیا کرتے تھے تا کہ تحریر کے اعتبار سے تصویر الٹی ہوئی دکھائی دے۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں حضور صدر الشریعہ کے نام لکھا ہوا خط دستیاب ہوا تو اس میں بھی یہی بات نظر آئی۔ وہ خط اس نمبر میں شامل ہے۔تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ نماز پڑھتے وقت نہ جیب میں روپے رکھتے اور نہ کلائی پر گھڑی باندھے رہتے۔ ساری چیزیں صدری کی جیب میں رکھ کر صدری اتار دیتے۔ اور پھر نماز ادا کرتے۔اسی عالم میں صدری کی جیب سے نہ جانے کتنی بار ہزاروں کی رقم نکل گئی۔مگر مجاہد ملت نے اس کی چھان بین تک نہ کرائی۔ ہر نماز کے بعد حضرت کافی دیر تک وظیفہ بھی پڑھنے کے عادی تھے۔اور رات کا اکثر و بیشتر حصہ عبادت و ریاضت میں گذار دیا کرتے تھے۔قوم کی فلاح و بقا اور سرخ روئی کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں:

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

حضرت نے اپنی نگاہوں سے نہ جانے کتنوں کی تقدیریں بدلیں۔ اور نہ جانے کتنے دلوں کی ویرانی دور کی۔ ہزاروں بدعقیدہ افراد کو صحیح العقیدہ مسلمان بنایا۔اور ان کے ایمان میں استحکام پیدا کیا۔ بہت سے کافروں کو بھی صاحب ایمان بنایا۔اس کارِ خیر کے نتیجہ میں ہنگامہ بھی ہوتا رہا اور گرفتاری بھی ہوئی مگر اپنے جذبۂ ہدایت پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ بلکہ ان نومسلموں کی غربت و معذوری کو دیکھتے ہوئے زندگی بھر کفالت بھی کرتے رہے اور لکھانے پڑھانے میں روپئے خرچ کرتے رہے۔حضرت کی سر پرستی اور مسیحائی کی یہ داستان بھی اتنی لمبی ہے کہ سیکڑوں صفحات بھی ناکافی ہوجائیں۔

حضور مفتی اعظم ہند اور حضور مجاہد ملت:

حضور مفتی اعظم ہند بریلوی اور حضور مجاہد ملت دھام نگری علیہما الرحمہ کے مابین عقیدت و محبت اور جذبۂ احترام و ادب کی عینی شہادت دیتے ہوئے حضرت مولانا قاری سید مقبول حسین صاحب قبلہ حبیبی الٰہ آبادی ایک واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ:

چند سال پہلے حضور مفتیِ اعظم ہند الٰہ آباد تشریف لائے۔ اور اپنے مرید جناب الحاج رحمت اللہ صاحب عرف عیدو بھائی کے مکان پر قیام فرما ہوئے۔ اسی دوران حضور مجاہد ملت بھی الٰہ آباد تشریف لائے۔ حضرت کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ حضرت مفتی اعظم ہند بھی تشریف لائے ہوئے ہیں تو فوراً ہی ملاقات کو تشریف لے گئے اور پہنچتے ہی سلام عرض کیا اور دست بوسی بھی کی۔ حضور مفتیِ اعظم نے بڑی محبت سے حضرت کو مسند کے قریب بٹھایا۔ مجاہد ملت آپ کی طرف رخ کرتے ہوئے تر چھے ہو کر بیٹھ گئے۔ دفعتاً مفتیِ اعظم ہند نے اپنے دست مبارک سے حضور مجاہد ملت کے تلوؤں کو مس کرتے ہوئے فرمایا مولانا کبھی ہم کو بھی تو چوم لینے دیا کیجئے اتنا سننا تھا کہ مجاہد ملت کے جذبات میں ایک طرح کی تبدیلی پیدا ہوئی اور پھر ایسی رقت طاری ہوئی کہ مفتیِ اعظم کے زانو پر سر رکھ کر رونے لگے اور کافی دیر تک روتے رہے۔ حضور مفتیِ اعظم ہند کی بھی آنکھیں آنسو برسانے لگیں تھیں جذبات و احساسات کی یہ روحانی فضا کافی دیر تک قائم رہی۔ وہاں پر موجود سارے عقیدت مندوں کی آنکھیں تر ہو چکی تھیں۔ اس ایک واقعہ سے بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے کہ دونوں حضرات ایک دوسرے سے کتنی گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اور کتنا چاہتے مانتے تھے۔

آئی جب ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ما سوا کو مٹاتی چلی گئی

حرم شریف میں نماز جمعہ:

حضرت قاری صاحب قبلہ حبیبی الٰہ آبادی جو ۱۹۵۹ء کے حج میں حضرت کے

ہمراہ تھے۔ بتاتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ معظّمہ میں چار جمعہ تک مقیم رہے اور حضرت نے مسجد حرام میں ہر بار الگ ہی نماز جمعہ قائم فرمائی۔ پہلے جمعہ کا واقعہ یہ ہے کہ جماعت اولیٰ ختم ہونے کے بعد حضرت کے ساتھ ہم چند افراد مسجد حرام گئے اور حضرت ہم سے فرمانے لگے چلو خطبہ دو اور نماز پڑھاؤ اگر خطبہ مختصر دینا چاہتے ہو تو خطبہٗ اولیٰ میں۔ **بسم اللّٰہ الحمد لِلّٰہِ سبحان اللّٰہ** کہہ کر ختم کر دینا۔ اور دوسرے خطبہ میں صرف درود شریف پڑھ دینا قاری صاحب کی جرأت نہ ہوئی۔ فرمانے لگے۔ حضور آپ کی موجودگی میں ہم خطبہ دیں اور نماز جمعہ پڑھائیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے کئی بار اصرار فرمایا۔ مگر قاری صاحب ہر بار یہی کہتے رہے۔ بالآخر حضرت خود ہی پورے آب و تاب کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور مکمل اطمینان و سکون کے ساتھ خطبات رضویہ کے دونوں طویل خطبے پڑھے۔ اور لمبی لمبی سورہ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھائی۔ اسی انداز سے چاروں بار نماز جمعہ ادا کی گئی۔ جس میں کافی لوگ شریک ہو جایا کرتے تھے۔ یہ ہے شیر دل مجاہد کی ہمت اور اس کا جذبۂ ایمانی جو مسجد حرام میں علی الاعلان نماز جمعہ قائم کرتا رہا اور نجدی حکومت میں بلا خوف و خطر حق کا پرچم بلند کرتا رہا۔

بلی نے کھانا پینا چھوڑ دیا:

ایک جن صاحبہ جو ایک حج کے موقع پر حضرت مجاہد ملت کے ساتھ تھیں بیان کرتی ہیں کہ۔ وہاں ایک بلی حضرت سے کافی مانوس ہو چکی تھی۔ ہر وقت آگے پیچھے رہا کرتی جن صاحبہ جب حضرت کے بعد واپس آئیں تو انھوں نے حضرت سے واقعہ بیان کیا کہ مدینہ منورہ سے آپ کے رخصت ہونے کے بعد پھر اس بلی نے کچھ کھایا پیا نہیں ہر دم اداس نظر آنے لگی تھی۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے

اٹھ مرے دھوم مچانے والے:

میخانہ رو رہا ہے کہ ساقی نہیں رہا

۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳؍ مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ شام ۵؍ بج کر ۴۵؍ منٹ پر امام التارکین، سید العارفین، شیخ المناظرین حضور مجاہد ملت علامہ الحاج مفتی شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری رضوی امیر کل ہند تبلیغ سیرت، صدر کل ہند خاکساران حق و بانی جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد کا مقدس سایہ ہمارے سر سے رخصت ہوا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ریڈیو، تار اور اخباروں کے ذریعہ یہ جگر خراش خبر جیسے ہی چاروں جانب پھیلی ہندوستان کی دھڑکنیں سکتے میں آ گئیں۔ لوگ ایک دوسرے کا چہرہ تاکنے لگے۔ مفارقت کا احساس کرنا تھا کہ شدت اندوہ سے دل بھر آیا۔ جذبات بے قابو ہونے لگے اور شاداب چہروں پر آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی۔ سانحۂ ارتحال پر پوری اسلامی دنیا بلک کر رہ گئی کہ حضور مجاہد ملت تو صرف تنہا گئے۔ مگر ہزاروں، لاکھوں عالموں، شاگردوں، عقیدت مندوں اور مریدوں کو یتیم کر گئے۔ ہر کہ گوید کہ کجا رفت خدارا حافظ۔

اسیرانِ حبیبی اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگے برسوں کی صحبت و حاضری کا سلسلہ ایک لمحہ میں ٹوٹ گیا۔ نیاز مند آنکھوں کی حسرتیں ایک پل میں بکھر کر رہ گئیں۔ مونس و غمخوار کے بغیر دنیا میں رکھا بھی کیا ہے۔ رنج والم کے قاطع اور مصیبت و بلا کے دافع نے رخصت ہو کر نہ جانے کتنوں کو بے سہارا چھوڑ دیا۔

افتادہ ام بکنج غم و جز فغان و آہ
نے یار غمگسارے و نے ہمزباں مرا

(حافظ شیرازی)

بیاسی (۸۲) سال ۵؍ ماہ اور چند روز کی مدت، اب یہی ہمارے لئے یادگار ہے۔ عمر شریف کی اس مدت نے کردار و عمل، عشق و محبت، تقویٰ و طہارت اور ثابت

قدمی کے ایسے ایسے آفتاب روشن کئے جن کے قدموں پر آج تاریخ کے ہزاروں ابواب سجدہ ریز ہو گئے۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت بیانی کا ایک پاکیزہ رخ ہے کہ آج ایشیا بھر کی وہ کون ایسی سرزمین ہے جہاں مجاہد ملت کے نام لیوا نہیں۔ جہاں مجاہد ملت کے نقش قدم پر چلنے والے دیوانے نہیں۔ جائزہ لے کر دیکھو جبیبی پروانے ہر مقام پر نظر آئیں گے۔

تقریباً چار پانچ سال پہلے سے یہ کیفیت تھی کہ حضور مجاہد ملت جب بھی تھوڑی دور تیزی سے چل لیتے تھے یا ٹرین پر سوار ہوتے وقت بھاگ دوڑ کر لیا کرتے تھے تو کبھی کبھی دل کے قریب ایک درد سا محسوس ہونے لگتا تھا۔ حضرت نے اس درد کی کبھی کوئی پرواہ نہ کی۔ کبھی علاج کیا کبھی چھوڑ دیا۔ حضرت کے قدیمی عقیدت منداور مشہور طبیب حضرت حکیم شاہ محمد یونس صاحب نظامی الہ آبادی نے متعدد بار عرض کیا۔ حضور اس مرض کا باقاعدہ علاج بہت ضروری ہے۔ مجاہد ملت نے مسکرا کر فرمایا۔ حکیم صاحب کچھ نہ کچھ دل میں درد کو تو رہنا ہی چاہئے۔ اب اس درد کی جان لیوا داستان ملاحظہ کیجئے۔ عروس البلاد بمبئی کے بزرگ حضرت ٹوپی والے بابا مجاہد ملت کے بے پناہ عقیدت مندوں میں ہیں۔ حضرت بھی آپ سے کافی محبت کرتے تھے۔ حج سے واپسی کے بعد ۲۵/نومبر ۱۹۸۰ء کو بمبئی میں حضرت ٹوپی والے بابا کی جانب سے مجاہد ملت کے اعزاز میں شاندار جشن فتح منایا گیا تھا۔ عشق و محبت کا یہ عظیم الشان مظاہرہ تھا۔ ۲۷/ یا ۲۸/نومبر کو حضرت بمبئی سے جبل پور ہوتے ہوئے ۳۰/نومبر کو الہ آباد پہنچے۔ الہ آباد میں بھی شاندار استقبال کیا گیا۔ چند روز قیام کرنے کے بعد پھر حضرت نے بھدوہی، بنارس، سلطانپور، فیض آباد، بریلی شریف اور لکھنؤ کا دورہ فرمایا۔ لکھنؤ میں وزیر اعلیٰ سے ملاقات بھی کی اور چند اہم مسائل پر گفتگو فرمائی۔ فروری ۱۹۸۱ء کے پہلے ہفتہ میں کرناٹک تشریف لے گئے اور دوسرے ہفتہ میں بمبئی پہنچے۔ یہاں دل کے دورے میں

کچھ اضافہ محسوس ہونے لگا۔ پروگرام کے مطابق اس بار حضرت ٹوپی والے بابا اور مولانا عبد القدوس کشمیری نے حضرت کو جانے نہ دیا۔ اور علاج کی غرض سے روک لیا۔ ڈاکٹر کمال صاحب سے باقاعدہ علاج جاری ہوا مگر مرض میں کوئی خاص کمی نہ محسوس ہوئی۔ ڈاکٹر مہتا کا شمار بمبئی کے نامور ڈاکٹروں میں ہوتا ہے۔ مہتا نے پوری توجہ کے ساتھ علاج جاری رکھا مگر۔

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

۱۳؍ مارچ کی شام کو ساری بمبئی پر یکبارگی قیامت ٹوٹ پڑی۔ دل پارہ پارہ ہو کر رہ گیا۔ سانحۂ ارتحال کی خبر پھیلتے ہی عقیدت مندوں میں ہیجان برپا ہو گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے مجاہد ملت کی میت پر آنسو بہانے والوں کا سیلاب امنڈ پڑا۔ غسل و تکفین کے بعد پہلی نماز جنازہ بمبئی کے مستان تالاب میدان میں ہوئی۔ حضور سید شاہ آل حسنین میاں صاحب قبلہ زیب سجادہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف نے نماز جنازہ پڑھائی تقریباً ۵۰؍ ہزار شیدائیوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ دوسرے روز سنیچر کو دوپہر کے بعد جسد خاکی کو بذریعہ ہوائی جہاز کلکتہ لے جانا تھا۔ اس کے بعد دھام نگر شریف، حضرت کے پرانے شیدائی اور خطیب مولانا عبد التواب صاحب حبیبی ۸؍ بجے صبح بذریعہ پلین پہلے ہی کلکتہ آ گئے تھے۔ اگلی مسافت کے لئے انھیں انتظامات کرنا تھے۔ کلکتہ میں مولانا موصوف کے ذریعہ یہ خبر مصدقہ طور پر عام ہوتی گئی کہ حضور مجاہد ملت دار فانی کو خیر باد کہہ گئے۔ رنج والم، اور کرب واضطراب کی یہاں بھی وہی فضا بنی جو سارے ہندوستان میں بنتی جا رہی تھی۔ اسی دوران یہ بھی معلوم ہوا کہ کلکتہ ہوتے ہوئے حضرت کی نعش مبارک دھام نگر لے جائی جائے گی۔ وہیں آپ کی تدفین ہوگی۔ تابوت لئے ہوئے فورسیٹر منی جہاز تقریباً ٦؍ بجے شام تک دم دم ایرپورٹ پر پہنچ جائے

گا۔اس موقع پر اتفاق سے کلکتہ میں کئی مقامات کے بیرونی علمائے کرام بھی موجود تھے۔ حضرت علامہ الحاج ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ نائب صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی اطلاع کے مطابق کہ ہم چند افراد پر مشتمل یعنی عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ و جانشین حضور حافظ ملت قدس سرہ۔ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب، حضرت مولانا منصور علی خاں صاحب، حضرت مولانا حافظ عبید اللہ خاں صاحب حضرت مولانا انیس عالم صاحب اور حضرت مولانا ثناء المصطفیٰ صاحب وغیرہم کے علاوہ پورا ایک قافلہ تقریباً پانچ بجے شام تک ایر پورٹ پر پہنچ چکا تھا۔ ایر پورٹ پر ہزاروں معتقدین کا ہجوم پہلے ہی سے موجود تھا۔ سب کے سب بے تحاشہ روتے جا رہے تھے۔ نگاہیں آسمان کی جانب لگی تھیں اور خراج عقیدت نذر کرنے کو بے چین ہوئے جا رہے تھے۔ چھ بج کر ۳۵؍منٹ پر جہاز نے لینڈ کیا۔ تابوت اتارنے کے لئے دس آدمیوں کا پرمیشن پہلے ہی مل چکا تھا۔ مولانا مدثر حبیبی اور مولانا عبد التواب حبیبی کی قیادت میں دس افراد رن وے پر گئے۔ اور جسد خاکی کا تابوت اتار کر ائیر پورٹ کے باہر لائے۔ چند لمحوں کے بعد دوسری نماز جنازہ کی تیاری کی جانے لگی۔ چند موقر حضرات نے پہلے حضرت عزیز ملت ہی کا انتخاب کیا۔ مگر عزیز ملت قبلہ نے علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کی جانب اشارہ کر دیا۔ حضرت کی خواہش پر اجتماعی اتفاق ہوا۔ اور تقریباً ساڑھے سات بجے حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب نے دوسری نماز جنازہ پڑھائی۔ اس نماز جنازہ میں بھی لگ بھگ پچاس ہزار عاشقان حبیبی شریک ہوئے۔ ائیر پورٹ کے چاروں جانب روتے بلکتے اور تڑپتے ہوئے جا نثاروں کا ازدحام نظر آ رہا تھا۔ بے قابو ہجوم کو کنٹرول کرنے کے سلسلے میں محبّ گرامی مولانا حافظ عبید اللہ خانصاحب نے اپنی جد و جہد اور حکمت عملی کا بہترین مظاہرہ پیش کیا ان کی اس صلاحیت پر بہت سارے لوگ متأثر ہوئے۔ نماز جنازہ کے بعد نعش مبارک کا

تابوت ٹرک پر رکھا گیا۔تابوت لئے ہوئے یہ ٹرک حضرت کی آخری آرام گاہ دھام نگر کی طرف روانہ ہوا۔ پچاس ہزار کا مجمع اپنی آنکھوں میں آنسو، ہونٹوں پر دعا، اور دل میں کرب والم کا طوفان لئے جاتے ہوئے ٹرک کا آخری دیدار کرتا رہ گیا۔مقام بالسیر میں تیسری نماز جنازہ ہوئی۔مسافت کے دوران اس کے علاوہ بھی مختلف مقامات پر نماز جنازہ ادا کی جاتی رہی۔

دوسرے روز تقریباً دس بجے صبح کو ٹرک دھام نگر کی سرحد میں داخل ہوا۔ آنسوں میں ڈوبا ہوا پورا دھام نگر حضرت کے لئے پہلے ہی سے آنکھیں بچھائے تھا۔ تابوت کو دیکھ کر جذبات کا دامن تار تار ہو گیا۔اب سے پہلے مجاہد ملت بیاسی سال تک آتے جاتے رہے مگر آج آنے کا یہ انداز اس سے پہلے کبھی نہیں رہا۔آخر حضرت کو یہ ہو کیا گیا۔ پوری سنیت کے امام آج ہم سے مخاطب کیوں نہیں ہو رہے ہیں۔ ہمارے بچوں کی خیریت کیوں نہیں پوچھ رہے ہیں۔ بیماروں کی عیادت کے لئے تشریف کیوں نہیں لے جا رہے ہیں۔محتاجوں کو عطا کرنے کے لئے اپنے ہاتھ کیوں نہیں بڑھا رہے ہیں۔میرے محسن! اگر آپ خاموش ہو گئے تو ان بچوں کا کیا ہوگا جن کا سہارا آپ کی شفقت ہے۔ان بیماروں کا کیا ہوگا جن کا سہارا آپ کی مسیحائی ہے۔ان محتاجوں کا کیا ہوگا جن کا سہارا آپ کی دریا دلی ہے۔ ان بیواؤں کا کیا ہوگا جن کا سہارا آپ کی سرپرستی ہے۔احساس کے نشتر سے دھام نگر والوں کا کلیجہ چھلنی چھلنی ہوتا جا رہا ہے۔ برسوں کی سرپرستی کا سایہ ایک لمحہ میں رخصت ہو گیا۔حضرت ٹوپی والے بابا اور مولانا عبدالقدوس کے جذبات دھام نگر والوں سے پکار پکار کہہ رہے تھے: حضرت کے جاں نثارو! ہم نے حضرت کو روکا ضرور تھا مگر اس امانت کو سنبھال کر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔تم پوچھ لو ہمارے پروردگار سے ہم نے علاج میں کوئی بے توجہی نہیں برتی۔تم پوچھ لو ہمارے آقا سے ہم نے تیمارداری میں کبھی سستی نہیں برتی۔ڈاکٹر کمال اور ڈاکٹر

مہتا نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی مگر مشیت ایزدی کے سامنے کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی ہم حضرت کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ زندگی ہار گئی۔ موت جیت گئی۔ اور حضرت نے اپنا دم پردیس ہی میں توڑ دیا۔ ہم بمبئی والے حضرت کے مردہ جسم کو اہل وطن کے حوالے کرنے کے علاوہ اور کربھی کیا سکتے تھے۔

تابوت اتارنے کے بعد جب حضرت کا دیدار کیا گیا تو پیشانی پر پسینے کے قطرات نظر آ رہے تھے۔ درود وسلام سے ساری فضائیں گونج گئیں۔ چہرے پر وہی استقلال کی چمک۔ ہونٹوں پر سجے ہوئے وہی صداقت کے حروف۔ اور پیشانی پر وہی تجسس کا عالم۔ حضور نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ سلامتی ایمان کی علامت یہ ہے کہ مرتے وقت مرنے والے کا چہرہ زرد ہو جائے اور ماتھے پر پسینہ آ جائے (ماہنامہ ضیائے حرم شمارہ ص:۵۴، فروری ۱۹۸۱ء) جذبات چیخ چیخ کر کہنے لگے: کہاں ہے مدینہ منورہ کا قاضی القضاۃ آئے اور آ کر دیکھے حضرت کی نورانی پیشانی جس پر پسینے کے قطرات چمک رہے ہیں۔ کہاں ہیں نجدی حکومت کے ناپاک کرگے: آئیں اور آ کر دیکھیں حضرت کا جاہ وجلال جو مرنے کے بعد بھی دعوت حق پیش کر رہا ہے۔ ہاں ہاں! یہ اسی ذات گرامی کی نعش مبارک ہے جس نے غریب الوطنی کے عالم میں بھی تمہاری حکومت کے حوصلے پست کر ڈالے تھے۔ ناموس رسالت کی خاطر تمہاری گمراہیوں کا پردہ چاک کر ڈالا تھا۔ تم کو یاد ہے، تم نے حضرت کے جسم پر کوڑے برسا ڈالے تھے۔ زنجیروں میں جکڑ کر قید خانے کی تاریکیوں میں ڈلوا دیا تھا۔ مگر حضرت کے آہنی ارادے میں تم کوئی لوچ نہ پیدا کر سکے۔

من عمل بسنتی عند اختلاف امتی فله اجر مأة شهيد کا کردار دیکھ کر حجاج کرام کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ تاریخ ہمیں بھی یاد ہے جب ۶/ ہجری میں مقام حدیبیہ میں کفار مکہ نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چودہ سو اصحاب

کے ساتھ روک کر عمرہ کرنے سے مجبور کر دیا تھا۔ کیا کفار مکہ کی طرح اسی روایت کو تم نے نہیں دہرایا؟ تم نے بھی ۱۹۷۹ء میں مجاہد ملت کو حج کرنے سے مجبور کر دیا تھا۔ اور مدینہ کی گلیوں سے باہر نکال دیا تھا۔ تم تاریخ کے اس رخ کو بھلا نہیں سکتے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتحانہ شان کے ساتھ دوسرے ہی سال مکہ میں داخل ہوئے عمرہ بھی کیا اور حج بھی کیا۔ زہے نصیب کہ مجاہد ملت بھی دوسرے ہی سال تشریف لے گئے۔ اور روحانی عظمت کے ساتھ اس انداز سے مناسک حج ادا کیا کہ نجدی حکومت کی سفاکیوں کی ایک ایک زنجیر پگھل کر رہ گئی۔ اپنی مخصوص محفل کا امیر علی الاعلان صداقت کا علم بلند کرتا رہا۔ پوری نجدی حکومت نے ایسے دیوانۂ رسول کا آج تک ثانی نہ دیکھا ہوگا۔ جو بلالی حوصلوں کے ساتھ جوسرمدی عزائم کے ساتھ نہ جانے کتنی بار وادئ مدینہ میں داخل ہوا اور اس کے عقائد و مسائل کے سچے رخ کو دبانے کی کوئی جرأت نہ کر سکا۔ حضور مجاہد ملت کی تاریخ کا یہی وہ سنہرا باب ہے جس کی نظیر عہد حاضر میں بڑا سے بڑا مجاہد بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

الغرض دھام نگر شریف میں بھی تقریباً ۴۰/۵۰/ ہزار جاں نثاروں نے نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت ملا سید عبد القدوس صاحب قبلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تدفین کے فرائض حضرت مولانا عبد الرب صاحب حبیبی اور حضرت علامہ سید قاری محمد مقبول حسین صاحب قبلہ حسینی حبیبی امام وخطیب جامع مسجد الہ آباد کے علاوہ دو مقامی حضرات نے انجام دئے۔ نور اللہ مرقدہٗ

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

دھام نگر میں تدفین کی خبر پا کر جہاں تک ممکن ہو سکا لوگ دیوانہ وار حضرت کے وطن کی طرف روانہ ہوتے رہے۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے عقیدت مند

حاضر ہوئے۔ بیرونی علمائے کرام، دانشوروں اور مریدوں کی ایک بڑی جماعت نے نماز جنازہ میں شرکت کی، خانقاہ حبیبیہ کے متولی مولانا عبدالوحید صاحب قبلہ قادری حبیبی نے مہمانوں اور غمگساروں کی ضیافت فرمائی۔ اچانک اتنے کثیر حاضرین کی خاطر و مدارات کی ذمہ داری کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مگر حبیبی فیضان وکرم کا صدقہ تھا کہ حضرت کے دردولت سے نہ کوئی بھوکا لوٹا نہ کوئی پیاسا آیا۔ البتہ اپنے اپنے سینے میں مفارقت کی چنگاریاں اور آنکھوں میں غموں کے آنسو لئے ہوئے ضرور واپس ہوئے۔ حضرت کے وصال کی خبر پھیلتے ہی ہندوستان بھر کے سارے سنی اداروں میں اعلان تعطیل کر دیا گیا۔ بہت سارے اسکول و کالج بھی بند کر دیئے گئے۔ لائبریریاں بند کر دی گئیں۔ اور مدرسوں، اسکولوں، انجمنوں اور لائبریریوں کی جانب سے تعزیتی جلسے منعقد ہونے لگے۔ ایصال ثواب کے لئے نیاز و فاتحہ کیا جانے لگا جس کا سلسلہ کل بھی دراز تھا آج بھی دراز ہے۔ اور کل بھی دراز رہے گا۔ تعزیتی جلسے اور میلا دو فاتحہ کرانے کے سلسلے میں چند اداروں، خانقاہوں اور انجمنوں کے نام ہم یہاں پر پیش کئے دیتے ہیں۔ پوری رپورٹ نقل کرنے کے لئے ہم معذور ہیں۔ اس رپورٹ کے لئے شاید پچیسوں صفحات بھی ناکافی ہوجائیں گے۔

فہرست ادارہ وانجمن	المشتہرین
الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور	جناب فروغ احمد گھوسی
الجامعۃ العربیہ احسن المدارس نئی سڑک، کانپور	جناب محمد اجمیری قریشی
مدرسہ عالیہ وارثیہ مچھلی محل، لکھنؤ	جناب قیصر وارثی
رسول پور سید دائرہ الہ آباد	جناب سید غربت علی
مدرسہ حشمت الرضا، کانپور	جناب جلیل احمد حشمتی
مدرسہ عربیہ، الیٹ گھاٹ، مرزاپور	جناب مشیر محمد

چمن حشمتی، کانپور	جناب جلیل احمد حشمتی
مجلسِ انتظامیہ نماز جمعہ، گورنمنٹ پریس الٰہ آباد	جناب مقصود اللہ صدیقی
مدرسہ شمس العلوم، گھوسی	جناب ممتاز احمد
دار العلوم گلشن مدینہ، پرتاب گڑھ	جناب عبد القدیر اشرفی
مرکزی تنظیم اہل سنت مدنپورہ، بنارس	....
الکلیۃ الشرفیہ چشمۂ رحمت غازی پور	حضرت شمس الضحیٰ صدر مدرس
دار العلوم اہل سنت اشرف نگر جبلپور	جناب نجم الہدیٰ اشرفی
دار العلوم امجدیہ، ناگپور	جناب محمد یوسف رضوی
انجمن گلشن اجمیر و متعلقہ دار العلوم غریب نواز الٰہ آباد	جناب فیضان احمد رضوی
یتیم خانہ، صفویہ کرنل گنج، ضلع گونڈہ	جناب محمد شمیم بقائی
جامع مسجد، ٹاٹ شاہ	جناب عبد الملک انصاری
جامعہ حنفیہ لطیفیہ	جناب عبد الملک انصاری
مسجد بانس منڈی، کانپور	جناب وقار احمد صدیقی
ڈاکٹر بیری کا چوراہا، طلاق محل، کانپور	جناب محمد متین مدار انتظام ہند
مدرسہ غوثیہ دینیہ، طلاق محل، کانپور	جناب لئیق احمد، ایم کام
دار العلوم ربانیہ، علی گنج، باندہ	جناب سید غازی ربانی
مدرسہ اشرفیہ نظامیہ، جامع مسجد فتح پور، بھاگلپور	جناب محمد اسحاق اشرفی
منجانب اہل محلّہ اکبر پور، الٰہ آباد	جناب محمد ظہیر خاں
مسجد دائرہ شاہ اجمل علیہ الرحمہ، الٰہ آباد	جناب ناصر فاخری
انجمن مظلومیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ	جناب نسیم اختر سکریٹری
جامع مسجد، لال گنج، تحصیل پھولپور الٰہ آباد	جناب شبیر احمد ملا

جامعہ عربیہ اسلامیہ، نعل صاحب روڈ، ناگپور	جناب سیٹھ محمد انصاری سکریٹری
قادریہ مسجد، مدرسہ عربیہ، بلار پور ضلع چندرا پور، مہاراشٹر	جناب محمد عبدالحفیظ سکریٹری
بزم ردائے مخدوم، رودولی شریف، بارہ بنکی	اراکین.............
جامعہ اہلسنت فخر العلوم، بلرامپور	جناب عبدالوہاب چشتی
ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی شریف	جناب منان رضا خاں
دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی	اساتذہ وطلبائے دارالعلوم
مدرسہ عربیہ رضویہ ضیاء العلوم، ادری، اعظم گڑھ	ضیاء لائبریری
دارالعلوم فیض الباری، نوادہ، بہار	جناب محمد شمس الدین حبیبی سکریٹری
مدرسہ انوار العلوم، بہادر گنج، الہ آباد	جناب صدرالحق صاحب حبیبی
آل انڈیا قومی یکتا کمیٹی، نئی دہلی	جناب سید اسرارالحق صاحب
جامعہ عربیہ اظہار العلوم، جہانگیر گنج، فیض آباد	جناب بدر عالم
مسجد محلّہ چھوٹے قاضی، کانپور	جناب اسلم گورکھپوری
مسجد کیل شاہ، بہادر گنج	جناب محمد صلاح الدین براری
مدرسہ غوثیہ نظامیہ، جمشید پور	جناب عبدالمبین نعمانی
تحریک خاکسارانِ حق علی گڑھ	جناب لڈن سالار شہر
تحریک خاکساران حق فیروز آباد	جناب حکیم الدین سالار شہر
دارالعلوم مخدومیہ، ردولی شریف	انتظامیہ کمیٹی
جامعہ فاروقیہ، بنارس	سید اصغر امام قادری

حضرت مجاہد ملت بحیثیت مناظر

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی
صدر شعبۂ دارالافتا الجامعۃ الاشرفیہ

عظیم حافظ ملت نمبر کے بعد ارکانِ اشرفیہ کا ''مجاہد ملت نمبر'' نکالنے کا عزم جہاں وقت کی اہم ضرورت کی تکمیل ہے، وہیں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اشرفیہ کے ارکان کے دلوں میں تمام عمائد ملت کے لئے عقیدت و نیاز مندی کا جذبہ یکساں ہے۔ اس اقدام پر اشرفیہ کے اہل حل وعقد بلا شبہ قابلِ صد تحسین ہیں۔

یہ ہماری زبوں بختی ہے کہ ایسے وقت میں جب کہ ہمیں اپنے اکابر کے ظاہری سایۂ عاطفت کی شدید ہی نہیں اشد ضرورت ہے ہم یکے بعد دیگرے بہت جلد جلد اس سے محروم ہوتے جاتے ہیں لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔

در کف شیر نر خونخوارۂ
چیست جز صبر ورضا کو چارۂ

ان للّٰہ ما اخذ وما اعطی وکل شئ عندہ باجل مسمی اذا جاء اجلھم لایستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون.

حضرت مجاہد ملت قدس سرہ جیسی جامع عبقری شخصیت پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے وہ دیکھنے میں ایک فرد تھے مگر اپنے اندر نہ جانے کتنی دنیا رکھتے تھے علم وفضل، اتباع شریعت، سلوکِ طریقت، زہد و ورع، خشیت الٰہی انابت الی اللہ، شجاعت، سخاوت، استقامت، حق گوئی، حق کوشی، قوم وملت کا درد، ملت کے دشمن عناصر پر کڑی نظر اور ان کی دسیسہ کاریوں سے آگاہی، ان کے انسداد کی تدابیر اور ان پر عمل درآمد کی بھر پور جد وجہد، اور کبھی کسی بڑی سے بڑی طاقت سے نہ ڈرنا اور خطرات کی پرواہ نہ کرنا، جو بات

حق ہے اسے علیٰ رؤس الاشہاد کہنا، اور ہر باطل تحریک کے خلاف سینہ سپر ہونا، عظیم رئیس ہوتے ہوئے بھی انتہائی متواضع ومنکسر، محل ہوتے ہوئے جھونپڑے میں رہنا، فقیروں امیروں، رؤسا، غربا سب کے ساتھ مساوی سلوک، دوسروں کے لئے خزانے لٹا دینا، خود تہی دست رہنا، حرص وآز، ریاونمود، حب جاہ وحب وقار سے کوسوں دور، جملہ علوم و فنون کے عطر مجموعہ طریقت وحقیقت کے شناور مسند تدریس کے صدر نشین بزمِ افتا کے شمعِ فروزاں میدانِ مناظرہ کے سپہ سالار، میں کیا ذکر کروں کیا رہنے دوں، بس یہ کہہ کے خاموش ہوتا ہوں۔

داماں نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گل چیں بہار تو ز داماں نگہ دار
کہہ رہی ہے سب کچھ ان کے ثنا خواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے کہ کیا کیا کہوں تجھے

اگر مجھے فرصت ہوتی اور کوئی لکھنے والا مل جاتا تو ان تمام گوشوں پر اتنا لکھتا کہ اشرفیہ کے اس ضخیم نمبر کا دامن تنگ ہو جاتا پھر بھی مجھے امید ہے کہ لکھنے والوں نے ان عنوانوں پر بہت کچھ لکھا ہوگا۔ جو کم از کم اجمالی تعارف کے لئے کافی ہوگا۔ جو لوگ میری موجودہ حالت سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اب میں خود نہیں لکھتا خطوط و فتاویٰ بھی دوسرے سے لکھواتا ہوں، خطوط کبھی کبھار لکھنے ہوتے ہیں وہ چند مہربان طلبہ ہیں جو باری باری لکھ دیا کرتے ہیں۔

فتویٰ لکھوانے کے لئے چند گھنٹوں کے لئے عزیزم مفتی نظام الدین سلمہ کو مدرسہ نے مقرر کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں یہ مضمون کون لکھے میرے احباب خصوصی، ان میں بھی خصوصیت سے جناب مولانا یٰسین اختر اور جناب مولانا افتخار احمد صاحب استاذ ان شعبۂ ادب جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی خواہش ہے کہ تم صرف حضرت موصوف کی مناظرانہ

خصوصیات پر کچھ لکھوا دو ماہنامہ اشرفیہ کے ایڈیٹر جناب مولانا سید شاہ شمیم گوہر نے میرا چلنا پھرنا دوبھر کر دیا جب سامنا ہوا۔ مضمون: ایک قوم کے تقاضائے زشت سے شیخ سعدی نے مرنا بہتر بتایا ہے میں اپنے مخدوم زادے کے اس تقاضے کو کیا نام دوں۔ یہ انھیں سے پوچھنا ہے بہر حال اس جبر و اکراہ کے بعد۔

خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص جس فن سے تعلق رکھتا ہے اسی کو سب سے اونچا اور اہم سمجھتا ہے ایک مقرر انسان کی اوج کمال تقریر جانتا ہے۔ ایک مدرس تدریس کو معراج کمال بتاتا ہے، ایک مصنف تصنیف کو سب سے اہم کام خیال کرتا ہے، ایک مفتی افتا کو سب پر فوقیت دیتا ہے۔

لیکن مناظرہ چونکہ مناظر خال خال ہیں اس لئے اسے کوئی اہمیت دینے والا نہیں ملتا۔ ہمیں ان مذکورہ بالا خوبیوں کے باعث کمال ہونے سے انکار نہیں مگر ناظرین غور کریں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ مناظرہ ان سب سے مشکل، ان سب سے کٹھن، ان سب سے دشوار، اور ان سب سے اہم ہے۔

ایک مقرر پہلے سوچے ہوئے مضامین کو اپنے پہلے سے جچے تلے آراستہ پیراستہ الفاظ لب ولہجہ میں ادا کر دیتا ہے۔ اسے کوئی خطرہ نہیں کہ مجھ سے اچانک کوئی غیر متوقع سوال ہو سکے گا۔ اور اگر بالفرض کبھی ایسا موقع آ ہی گیا تو وقتی طور پر ٹالنے کی بہت کچھ گنجائش ہے۔

ایک مدرس مخصوص کتابیں پڑھاتا ہے۔ اسے دوسرے دن کو جن کتابوں کی مخصوص جگہ پڑھانی ہے۔ وہ اس کی پہلے سے تیاری کر لیتا ہے۔ شروح حواشی سے نوک پلک درست کر لیتا ہے۔ سوالات ہو سکتے ہیں، مگر اولاً سوال کرنے والے انتہائی نیاز مند

تلامذہ ہیں جن کو مدرسہ میں رہنے دینے، نہ رہنے دینے کا بہت کچھ اختیار مدرس کو ہے۔ ثانیاً سوال ہوگا تو اسی کتاب اور کتاب کی اسی جگہ سے متعلق ہوگا۔ اس سے نپٹنا بہت آسان ہے۔

رہ گیا مصنف تو وہ بالکل آزاد ہے، جس مضمون کو چاہے کتاب میں جگہ دے جسے چاہے نہ دے فی الحال نہ اعتراض کا خطرہ ہے نہ جواب دینے میں آبرو جانے کا اندیشہ، یہ دوسری بات ہے کہ اسے جو کچھ لکھنا ہے بہت سوچ سمجھ کر لکھنا ہے، تاکہ آئندہ کوئی غلطی نہ نکال سکے۔ مگر اس سوچنے سمجھنے پر اور تحقیق پر کوئی قدغن نہیں، مہینوں سالوں، بلکہ عمر بھر کا وقت اس کے پاس ہے، مفتی کے یہاں البتہ نہ سوالات کی پابندی ہے کہ اسی قسم کے ہوں اور نہ سائلین کا نیازمند ہونا لازم، مگر گوناگوں قسم قسم کے ان کے بے جوڑ سوالات کے لکھنے کے لئے وقت کی پابندی نہیں بلکہ اس کے ذمہ جواب دینا بھی لازم نہیں۔ **ان من العلم ان تقول لا اعلم.** یہ بھی علم ہے کہ انسان جو بات نہ جانتا ہو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔

رہ گیا مناظر اس کے سامنے اس کا عدو اپنے پورے کیل کانٹوں سے لیس ہو کر بیٹھا ہوا ہے۔ موضوع اگرچہ مقرر ہے، مگر اندرون بحث کوئی بھی مسئلہ اٹھ سکتا ہے۔ حریف کوئی بھی سوال کر سکتا ہے کوئی بھی اعتراض کر سکتا ہے۔ موضوع عقائد ہیں مگر فقہ کے مسائل بھی چھڑ سکتے ہیں، تاریخ کی بات آ سکتی ہے، منطق وفلسفہ کے مسائل پر بحث کا رخ پھر سکتا ہے آیت کی تفسیر میں لغت، معانی، بیان، نحو وصرف، اشعار عرب وغیرہ کی موشگافیاں کرنی پڑ سکتی ہیں، کسی حدیث پر بحث کے درمیان کیا کیا سوال اٹھ سکتے ہیں، وہ کون جانے، پھر مناظرہ سننے والے زیادہ عوام کو کوئی بات کہی جائے تو اس طرح کہی جائے کہ عوام اس کو سمجھیں اس سے متاثر ہوں، انھیں اکتاہٹ نہ ہو، ان کی دلچسپی باقی رہے۔ بلکہ ان کا شوق فزوں سے فزوں تر ہوتا جائے۔ میرے معروضات کو ذہن

نشین کرنے کے لئے چند نظائر ملاحظہ کریں۔

ہمارے ''گھوسی'' میں حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی عبدالرحیم لکھنوی برادر مولوی عبدالشکور کاکوری کے مابین علم غیب پر مناظرہ ہورہا تھا۔ بحث چھڑ گئی کہ لفظ ''ما'' عام ہے۔ عام کی تعریف کیا ہے خاص کی تعریف کیا ہے انسان کیوں خاص ہے عام نہیں۔

''ادری'' کا مناظرہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ اور مولوی منظور نعمانی کے مابین ہوا موضوع تھا علم غیب بحث چھڑ گئی کہ ''افعل'' کا وزن کس معنی میں آتا ہے اسم تفضیل کے استعمال کے کتنے طریقے ہیں۔فاطمة تحت علی کا صحیح ترجمہ کیا ہے؟ ''گیا'' میں انھیں دونوں کے مابین مناظرہ ہوا۔ سنبھلی کہتے تھے کے مدعی ہوں اور تم مدعی علیہ اس لئے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔تم لوگ اس کا انکار کرتے ہو اور منکر مدعی علیہ ہوتا ہے۔ شیر بیشۂ سنت فرماتے تھے کہ مدعی ہم ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ تم لوگ کافر ہو اور تم لوگ اس کا انکار کرتے ہو، اور بقول تمہارے ہر منکر مدعی علیہ لہٰذا تم مدعی علیہ ہوئے۔ پھر ہدایہ، فتح القدیر، البحر الرائق، درمختار، ردالمحتار کتب فقہ میں مسطور مدعی کی تعریف میں بال کی کھال نکلنے لگی۔

''بریلی شریف'' میں استاذی حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اور انھیں سنبھلی کے مابین مناظرہ ہوا۔ بحث چھڑ گئی کہ تعلیق بالمحال جائز ہے کہ ناجائز ہے اور یہاں تک بڑھی کہ منطق کے موضوع تک پہنچ کر ختم ہوئی۔ ضلع پلاموں کے مناظرے میں تعبیر خواب کی بحث چھڑ گئی۔

غرض کہ نہیں کہا جا سکتا کہ مناظرے میں کس فن کا کون سا مسئلہ زیر بحث آجائے گا۔ اس لئے مناظر حقیقت میں وہ ہے جو بیک وقت جامع جمیع علوم بھی ہو، خوش بیان بھی، حاضر جواب بھی، جری بھی، مقابل کے ہتھکنڈوں سے واقف بھی ہو،

ان کی کتابوں پر کامل عبور بھی رکھتا ہو۔اس لئے ذاتی تجربے کی بنا پر میری اپنی رائے یہ ہے کہ مناظر وہ ہوتا ہے جو مقرر بھی ہو، مدرس بھی ہو، مفتی بھی ہو جس میں ایک مصنف ہونے کی پوری قابلیت موجود ہو۔

اس معیار پر جب ہم حضرت مجاہد ملت قدس سرہ کو دیکھتے ہیں تو بلا شبہ وہ ایک مناظر، نہ صرف مناظر بلکہ عظیم مناظر بلکہ مناظر اعظم تھے۔ جب سے دیوبندی پیدا ہوئے زیادہ مناظرے انھیں سے ہوئے اور ہوتے ہیں۔ مگر مجاہد ملت قدس سرہ کی یہ خصوصیت تھی کہ یہ عیسائی، آریہ، قادیانی وغیرہ مسلمانانِ اہل سنت کے مقابل صف آرا تمام جماعتوں سے مناظرہ کرنے کی یکساں مہارت رکھتے تھے۔حضرت مجاہد ملت قدس سرہ کا ابتدائی دور تھا الہ آباد مدرسہ سبحانیہ میں فی سبیل اللہ درس دیتے تھے۔اس زمانے کا مشہور مرتد عیسائی عبدالحق پادری الہ آباد آیا اور مذہب اسلام پر نازیبا حملے کرنے شروع کردیئے پورا الہ آباد خاموش رہا مگر حضرت مجاہد ملت تنہا اس سے مناظرہ کرنے پہنچ گئے مگر اس نے مناظرے سے جان بچانے کے لئے یہ شرط رکھی کہ مناظرے کا کوئی حکم ہونا چاہئے میں بے حکم کے مناظرہ نہیں کروں گا اب سوال یہ تھا کہ حکم کون ہو۔

مسلمان کو پادری حکم نہیں تسلیم کرتا کسی غیر مسلم کو مجاہد ملت کیسے حکم مانتے۔اس شرط کا مطلب یہ تھا کہ ''نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی'' نہ حکم طے ہوگا نہ مناظرہ ہوگا حضرت مجاہد ملت قدس سرہ نے اس دور دراز راہ سے بچ کر فرمایا کہ مناظرے کے سامعین حکم ہوں گے وہ طرفین کی بات سن کر خود فیصلہ کرلیں گے مگر وہ نہ مانا اور جان بچا کر بھاگا۔مناظرہ تو نہ ہوسکا مگر مجاہد ملت نے عیسائیوں کے اس عقیدے پر کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں۔دس سوالات مرتب کرکے اس کے پاس بھیجے وہ مر گیا مگر جواب نہ دے سکا۔

انھیں ایام میں آریوں نے الہ آباد میں ایک بہت بڑا اجتماع کیا جس میں

آریوں کے چیدہ چیدہ پنڈت آئے۔ان کا یہ اجتماع خالص ہندو محلے میں تھا کہ اگر وہ کسی مسلمان کو مار کر گاڑ دیں تو باہر خبر نہ ہو سکے۔

حضرت مجاہد ملت نے وہاں جانا چاہا تو ایک پہلوان صاحب تھے جن کا نام میں بھول گیا ہوں انھوں نے منع کیا کہ مولوی صاحب وہاں جاؤ گے تو چٹنی بنا دیں گے کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔مجاہد ملت نے فرمایا جب تو ضرور جاؤں گا۔میری ایسی قسمت کہاں کہ خدا کی راہ میں کوئی چٹنی بنائے۔نہ مانے تشریف لے گئے اور ان کے بڑے پنڈت سے روح و مادہ کے قدیم و حادث ہونے پر گفتگو فرمائی جس میں وہ ساکت و خائب ہوا پھر اس سے دریافت فرمایا کہ مسلمانوں میں بچے تک پورے قرآن کے حافظ ہوتے ہیں تم میں کوئی ایسا ہے جسے چاروں وید زبانی یاد ہوں۔اس نے بہت جھینپ کر کہا کہ پوری میں صرف ایک مہا پرش پنڈت ہیں جنھیں چاروں وید یاد ہیں۔اس سے اس پنڈت کا پتہ لیا۔چاہتے تھے کہ اس سے بھی پوری جا کر ملیں مگر موقع نہیں ملا۔اور وہ مر گیا۔الٰہ آباد میں رافضیوں نے ایک دفعہ آفت مچائی صحابۂ کرام پر سب و شتم،خلفائے راشدین پر تبرا،علانیہ جلسوں میں شروع کیا۔

الٰہ آباد کے متعدد حضرات نے بتایا کہ ان مجتہدین کو بار بار چیلنج مناظرہ مجاہد ملت نے دیا۔مگر کوئی مناظر نہ آیا۔پھر جلسوں میں ان کے ایسے دنداں شکن جوابات دیئے کہ پھر انھیں علانیہ تبرا کی ہمت اس وقت تک نہ ہوئی جب تک کہ مجاہد ملت الٰہ آباد تشریف فرما رہے۔

اڑیسہ میں کہیں کہیں قادیانی بھی خال خال ہیں۔انھیں علانیہ کبھی مقابلے پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔خفیۃً اپنی تحریک چلاتے رہتے تھے۔مجاہد ملت نے انھیں بارہا للکارا مگر کس میں جرأت کہ شیر کے مقابل آئے۔اپنی تقریروں میں مجاہد ملت نے ان کے بنیادی عقائد پر ایسی ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ قادیانیت کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔

غیر مقلدوں کو اپنی حدیث دانی پر بہت ناز ہے۔ بنارس میں غیر مقلد بہت قدیم زمانے سے ہیں۔ جب انھوں نے سر اٹھایا تو ان کی سرکوبی کے لئے بنارس کے اہل سنت نے حضرت مجاہد ملت قدس سرہ کو بلایا۔ سنہ وتاریخ مجھے یاد نہیں، مگر یہ طے تھا کہ اتوار کے دن شرائط مناظرہ طے ہوں گے۔ وقت مقررہ پر مجاہد ملت پہنچ گئے۔ غیر مقلدین دیر میں آئے جب غیر مقلدین آئے تو حضرت مجاہد ملت نے ان سے جھٹ ہی فرمایا۔ ٹھیک وقت پر آپ شاید اسی وجہ سے نہیں آئے کہ کوئی وقت مقرر کے کوئی کام کرنا آپ لوگوں کے یہاں بدعت ہے۔ غیر مقلدین اس طنز پر کٹ کر رہ گئے۔ اس کے بعد شرائط مناظرہ کی بات چلی۔ شرائط مناظرہ میں سب سے اہم مسئلہ موضوع کا ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نزاعی باتوں میں جو سب سے اہم بات ہو اس کو اولیت ہونی چاہئے۔ مگر مجھے ہمیشہ سے حیرت ہے کہ جب مناظرے کے موضوع کی بات آتی ہے وہابی جماعت کی تمام شاخوں کا ہمیشہ طریقہ رہا ہے کہ کبھی انھوں نے کہیں بھی بنیادی اختلافات کو بطور موضوع نہیں پیش کیا۔ بلکہ اہل سنت نے جب بھی بنیادی باتوں کو موضوع بنانا چاہا ہے تو ہمیشہ ان لوگوں نے اس سے جان بچانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

وہابیوں کے بارے میں تمام اہل سنت کا متفقہ فتویٰ ہے کہ یہ لوگ ''توہین رسالت'' کرنے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں ادعاء اسلام کی غیرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہابی خود اس کو موضوع بنانے کی تجویز رکھتے اور اگر ہم اہل سنت کتراتے تو اس پر بضد ہوتے وہ خود اسے موضوع بنانے کی تجویز کیا رکھیں گے۔ اگر اہل سنت نے رکھنا چاہا تو ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں کہ یہ موضوع کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ہر مجرم اپنے جرم کو بخوبی جانتا ہے اسی لئے وہ جرم پکڑنے والے کے روبرو اس جرم پر گفتگو بھی کرنے سے کتراتا ہے۔ بالکل یہی بات یہاں بھی ہوئی۔

غیر مقلدین نے بہت سوچ بچار کر کے ایک تحریر لکھی تھی اسے پیش کی کہ ہماری

طرف سے موضوع یہ ہوگا۔ اس میں نیاز، فاتحہ، انبیائے کرام، اولیائے عظام سے توسل واستعانت وندا کو موضوع قرار دیا تھا۔

مجاہد ملت نے فرمایا کہ ہمارے آپ کے مابین اس سے اہم اختلاف کفر و اسلام کا ہے، ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ اسے کیوں نہیں موضوع بنادئے۔ مجاہد ملت کا یہ فرمانا تھا کہ سارے غیر مقلد مولوی چراغ پا ہو گئے اور اڑ گئے کہ ہماری طرف سے یہی موضوع ہوگا۔ اس پر مجاہد ملت نے فرمایا کہ اچھا آپ لوگ اپنی طرف سے یہ موضوع نہیں رکھنا چاہتے تو مت رکھئے مگر ہماری طرف سے یہی موضوع ہوگا۔

لیکن کسی قیمت پر غیر مقلد مولوی راضی نہ ہوئے اور مجاہد ملت نے اندازہ کرلیا کہ اگر اسی موضوع پر مناظرے کا اصرار رہا تو مناظرہ نہ ہو پائے گا۔ مجاہد ملت کو بہر قیمت مناظرہ کرنا تھا اس کو بدل کر یہ موضوع پیش کیا۔

اس زمانے کے غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں:

جہنمی پر وہ شور وشغب مچایا کہ **لهم فيها زفير وشهيق** کا منظر سامنے آ گیا۔ مگر مجاہد ملت نے فرمایا کہ اگر ہم آپ لوگوں کو گمراہ نہیں مانتے تو مناظرہ کرنے بھی نہیں آتے جو گمراہ بھی نہ ہو اس سے مناظرے کی کیا ضرورت ہو۔

اس پر ایک غیر مقلد مولوی صاحب چمک کر بولے آپ نے صرف گمراہ ہی نہیں کہا ہے گمراہ گر اور جہنمی بھی کہا ہے مجاہد ملت نے فرمایا۔ آپ لوگ اپنے مذہب کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں تو جب آپ لوگ گمراہ ہیں تو گمراہ گر بھی ہوئے اور گمراہ و گمراہ گر جہنمی۔ اگر گمراہ و گمراہ گر جہنمی نہ ہوتے جنتی ہوتے۔ تو گمراہی و گمراہ گری میں کیا نقص تھا۔ اس گرفت پر چوکڑی بھول گئے اور مجبور ہونا پڑا۔

پھر مجاہد ملت نے فرمایا آپ لوگوں کا دیا ہوا موضوع ناقص ہے آپ لوگوں نے ان چیزوں کا حکم نہیں تحریر کیا۔ حکم لکھئے کہ یہ چیزیں کیا ہیں حلال ہیں، حرام ہیں، فرض

ہیں، واجب ہیں، بدعت ہیں، شرک ہیں کیا ہیں؟ اور ان کے کرنے والے کا حکم کیا ہے؟ اس پر سارے غیر مقلدین کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ دم بخود ہو گئے۔ کسی کے منہ سے کوئی بات نہیں نکلی۔ غیر مقلدین نے ایک ہفتہ کی مہلت لی کہ آئندہ اتوار کو ہم اس کا جواب دیں گے مجاہد ملت نے انھیں ایک ہفتے کی مہلت دے دی دوسرا اتوار آیا۔ حضرت مجاہد ملت وقت پر پہنچ گئے مگر غیر مقلدین غائب تھے، ایک گھنٹے کے بعد آئے۔ مجاہد ملت نے دریافت فرمایا۔

آپ لوگوں نے کیا حکم لگایا اس پر تازہ دم ایک مولوی صاحب بولے حکم لگانے کی کیا ضرورت بغیر حکم لگائے مناظرہ ہوگا۔ مجاہد ملت نے فرمایا کہ میں تو اس خوش فہمی میں تھا کہ ایک ہفتے کی جدوجہد کے بعد آپ لوگوں نے کوئی نہ کوئی حکم ضرور لگایا ہوگا۔ مگر آئے تو یونہی اور لائے تو اپنی دانست میں بہت دور کی کوڑی۔ مولوی صاحب آپ حکم نہیں لگائیں گے تو یہ بتائیے کہ اگر ہم ثابت کریں کہ یہ باتیں جائز ہیں اور آپ کا مناظر کہہ دے کہ میں نے کب ناجائز کہا ہے تو کیا ہوگا اور یوں بھی آپ لوگوں کا کیا اعتبار آج آپ کے اجتہاد نے ایک بات کو جائز کہا کل اس کو ناجائز، حرام، بدعت، شرک، سب کہہ سکتے ہیں۔ اور بہانہ بنا سکتے ہیں کہ اب اجتہاد بدل گیا اس لئے مناظرے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے موضوع پر حکم لگائیے تاکہ آپ کا مناظر اس کا پابند رہے اور ہمیں بھی معلوم رہے کہ کس نکتے پر بحث کرنی ہے۔

علاوہ ازیں ہم ان چیزوں کو جائز و مستحسن جانتے ہیں۔ آپ حکم لگائیے۔ اگر آپ لوگ بھی اسے جائز و مستحسن بتا دیں گے تو نہ یہ مختلف فیہ رہے گا نہ اس پر مناظرے کی ضرورت۔ اس پر ایک بہت بڑے مناظر نے کہا کہ ہم ان چیزوں کو ناجائز کہتے ہیں۔

مجاہد ملت نے فرمایا ناجائز ایک عام لفظ ہے۔ جو مکروہ تحریمی، حرام قطعی، بدعت سیئہ، کفر، شرک، سب کو شامل ہے اس لئے آپ تعین کیجئے کہ ناجائز کی کون سی

نوع ہے۔اس پر ایک تیسرے مناظر بولے کہ مناظرے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ہم ان چیزوں کو ناجائز کہتے ہیں نوع بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مجاہد ملت نے فرمایا اسی برتے پر مجتہد مطلق بننے کا شوق ہے۔کیا مکروہ تحریمی اور کفر وشرک کے لئے ایک ہی درجے کی دلیل کافی ہے؟ آپ صاف صاف بتائیے تاکہ مناظرے کے دوران آپ لوگوں سے اسی درجے کی دلیل طلب کی جائے۔ پھر ناجائز کی نوع کی تعیین ہی پر مرتکب کا حکم متفرع ہے کہ وہ فاسق ہے یا کافر بدعتی ہے یا مشرک جب تک آپ لوگ نوع متعین نہیں کرتے ان امور کے کرنے کا حکم کیسے بیان کریں گے؟

اس ایراد پر غیر مقلدوں کا برا حال ہوگیا۔ پانی پیتے جاتے پسینے پر پسینہ چلا آتا۔مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں بالآخر پھر ایک ہفتے کی مہلت مانگی۔

تیسرے اتوار کو پھر غائب رہے وقت معینہ سے ایک گھنٹہ گذرنے پر نہیں آئے تو آدمی بھیجا بڑی مشکل کے بعد آئے۔اور صاف صاف کہہ دیا کہ ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔

مجاہد ملت نے فرمایا کہ جب کوئی حکم نہیں لگا سکتے تو مناظرہ کیسے ہوگا۔غیر مقلد مولویوں نے صاف صاف کہہ دیا۔پھر جانے دیجئے مناظرہ نہ ہوگا۔

مجاہد ملت نے فرمایا کہ اچھا مناظرہ آپ لوگ نہیں کرنا چاہتے تو ہم کس سے مناظرہ کریں گے۔آپ لوگ میرے سامنے ایک حدیث جو جی چاہے پڑھ دیجئے اور اس حدیث کے بارے میں میرے تمام سوالوں کے جوابات دیجئے۔

مثل مشہور ہے مرتے کو ماریں شاہ بیچارے اپنے دیئے ہوئے موضوع پر نیم مردہ ہو چکے تھے۔اس سوال پر رہی سہی جان بھی نکل گئی۔ بہت دیر کے بعد ایک مولوی صاحب بولے کہ صاحب یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کے کسی حدیث سے متعلق جملہ سوالات کے جوابات دے سکیں معلوم نہیں آپ کیا کیا پوچھیں گے۔ یہ سب باتیں کسی

حدیث کے متعلق کس کو یاد ہیں اس پر جلال عباسی کے تیور کے ساتھ حضرت مجاہد ملت نے فرمایا جب آپ لوگ کسی ایک حدیث کے بارے میں مکمل معلومات نہیں رکھتے تو پھر مجتہد ہونے کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں اور ترک تقلید کس برتے پر۔ بلاشبہ آپ لوگ **فافتو بغیر علم فضلوا و اضلوا** کے مصداق ہیں۔ اور ثابت ہوگیا کہ آپ لوگ گمراہ بھی ہیں اور گمراہ گر بھی اور جہنمی بھی۔

بے چاروں نے مناظرے سے جان بچانی چاہی تھی مگر مجاہد ملت نے چند منٹ میں پورا مناظرہ کر ڈالا اور اپنے پیش کردہ موضوع کو ثابت فرمایا۔ یہ تھی شاتمان رسول پر طامۃ کبریٰ قائم کرنے کی شان۔

ہندوستان کے طول وعرض میں ہونے والے مناظرے کم ایسے ہوں گے جن میں مجاہد ملت شریک نہ ہوئے ہوں۔ اور جس مناظرے میں شریک ہوئے ہمیشہ صدر بنائے گئے اور ہر جگہ ثابت فرمادیا کہ صدارت کا کام ان سے اچھا کوئی انجام نہیں دے سکتا۔

مناظروں میں کبھی کبھی طرفین کے صدرین میں بھی نوک جھونک ہو جایا کرتی ہے جب بھی ایسا موقع آیا۔ حضور مجاہد ملت نے ہمیشہ مقابل کو ایسا ساکت ومبہوت کیا کہ **فبھت الذی کفر** کا منظر سامنے آ گیا۔ بریلی شریف کے تاریخی مناظرے میں ابتدا دأیوبندیوں کا صدر کوئی مولوی رونق علی نام کا مولوی تھا۔ اسے ایک دن میں ایسا حواس باختہ کردیا کہ دیوبندیوں کو سنبھل سے مولوی اسماعیل کو بلانا پڑا یہ آئے تو اپنا رنگ جمانے کے لئے صدارتی تقریر میں یہ کہا۔

مسلمانو! ہماری صورتیں دیکھو ہم ڈاڑھی رکھے ہوئے ہیں ہم نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، دینی مدرسے چلاتے ہیں جن میں فقہ، تفسیر، حدیث کی تعلیم دیتے ہیں ہمارے دیوبند کا مدرسہ اتنا لمبا چوڑا ہے۔ مگر یہ لوگ ہم کو کافر کہتے ہیں۔ اگر ہم کافر ہوتے تو یہ سب کیوں کرتے۔

حضرت مجاہد ملت نے برجستہ جواب ارشادفرمایا۔ کہ مولوی صاحب آپ نے اپنی منقبت میں بہت لمبا چوڑا قصیدہ بے بحر کا پڑھ ڈالا مگر ٹیپ کا بند چھوڑ دیا۔ جہاں آپ نے یہ سب بیان کیا تھا آپ یہ بھی تو کہتے کہ ان سب کے ساتھ ساتھ توہین رسول بھی کرتے ہیں مولوی صاحب ہم آپ کو داڑھی رکھنے پر کافر نہیں کہتے، نماز پڑھنے پر کافر نہیں کہتے، حج کرنے پر کافر نہیں کہتے، دینی مدارس چلانے پر کافر نہیں کہتے۔ فقہ، تفسیر، حدیث پڑھنے پڑھانے پر کافر نہیں کہتے۔ ہم آپ کو توہین رسول کرنے پر کافر کہتے ہیں آپ نے سب بیان کیا مگر اپنا اصل کارنامہ بیان نہیں کیا۔ یہ سن کر سنبھلی صاحب کو سنبھلنا مشکل ہو گیا اور پھر ایسے چپ ہوئے کہ اخیر مناظرے تک کچھ نہ بولے۔

مناظروں میں صدر ہوتے مگر ہر وقت مناظر کو ایسی ہدایت دیتے جو مناظرے کی یادگار بن جاتی۔ بولیا کے مناظرے میں ارشاد احمد مبلغ دیو بند نے اہل سنت کے مناظر علامہ ارشد القادری پر یہ حملہ کیا کہ آپ کو خبر بھی ہے آپ ارشد ہیں میں ارشاد آپ کا مصدر ہوں آپ اپنے مصدر کو بھی نہیں جانتے علامہ ارشد، مبلغ دیو بند کی اس جسارت فاحشہ پر اپنے رنگ میں علمی گرفت کرنے جا رہے تھے کہ ارشد اسم تفصیل ہے جو صرف مجرد سے آتا ہے اور ارشاد باب افعال مزید فیہ کا مصدر ہے مزید فیہ سے اسم تفضیل کہاں آتا ہے۔ یقیناً یہ ایک زبردست علمی گرفت تھی۔

مگر ارشاد کو جو لوگ جانتے ہیں انھیں معلوم ہے کہ اس کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ وہ تو اس وقت گھبرا جاتا ہے جب عوام حریف کی بات سے متاثر ہوں۔ اور اس علمی اعتراض میں عوام کی دلچسپی کا کوئی سامان نہ تھا۔ حضرت مجاہد ملت نے جس تمسخر کے انداز میں اس مسخرے نے یہ بات کہی تھی اس کے ترکی بہ ترکی جواب کی تلقین فرمائی۔ کہہ دو۔ آپ مصدر ہیں ہم آپ کو خوب جانتے ہیں **المصدر کالمخنث لایذکر ولا یونث** مصدر ہجڑے کی طرح ہے نہ مذکر نہ مؤنث یہ جواب ایسا چپکا کہ دیو بندیوں

کا سارا اسٹیج اور مجمع سر پیٹ کے رہ گیا۔عوام آج تک اس کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔

یہ کسی زندہ دل نحوی کا مقولہ ہے اس کا مطلب یہ ہے۔نحوی حکم کے اعتبار سے مصدر نہ مذکر ہے نہ مؤنث۔اس کی طرف مذکر ضمیر بھی لوٹ سکتی ہے اور مؤنث بھی۔ دیوبندی کس درجہ حیا سے عاری ہوتے ہیں اپنی ذات کو ایک انسان کا مصدر بتاتے ہوئے شرم نہیں آئی۔میں ہوتا پوچھتا کہ مولوی صاحب ذرا یہ بتائیے کسی انسان کا مصدر مرد ہوتا ہے کہ عورت۔

حضرت مجاہد ملت جن مناظروں میں شریک ہوئے ان میں اس قسم کی بے شمار باتیں ہوئیں مگر یاد کس کو رہیں اور جو یاد ہیں انھیں لکھنے کی کسے فرصت۔

مناظروں میں کبھی کبھی ایک ہی بات فیصلہ کن بن جاتی ہے۔حضرت مجاہد ملت کی شان یہ تھی کہ وہ اس نکتے کو بھانپ لیا کرتے تھے۔بجرڈیہہ بنارس میں غیر مقلدین سے مناظرہ تھا۔حضرت مجاہد ملت نے پہلے ہی بتا دیا کہ ساری بحث کی بنیاد عبادت کی تعریف ہے۔اس کو شروع ہی میں ضرور پوچھا جائے۔چنانچہ اہل سنت کا جو پہلا پرچہ گیا اس میں من جملہ اور بہت سی باتوں کے،عبادت کی تعریف بھی پوچھی گئی تھی۔اس خداداد فراست پر حیرت ہے کہ اخیر وقت تک غیر مقلد مناظر عبادت کی کوئی تعریف نہیں کر سکا۔

ہاں غایت فیاضی سے شرک کی دو دو تعریفیں کیں ایک تو اس نمبر پر جس پر شرک کی تعریف پوچھی گئی تھی دوسری اس نمبر پر جس پر عبادت کی تعریف درج تھی۔اس کا دو مطلب ہوسکتا ہے یا تو غیر مقلد بھانپ گیا کہ عبادت کی تعریف کی نہیں اور سارا تانا بانا برباد ہوا اس لئے گول کر گیا۔نہ سو بولتا نہ ایک چپ ہاں یہ کہ عبادت کی تعریف کے انجام کو محسوس کر کے اتنا گھبرا گیا کہ اس نمبر پر بھی بجائے عبادت کے شرک،اضطرارا لکھ گیا۔

غیر مقلد مناظر نے سوال نمبر پانچ کے جواب میں جس عبادت کی تعریف پوچھی گئی تھی۔یہ لکھا کہ کسی کو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے

لئے کوئی عمل کرنا شرک ہے۔ یہ شرک کی تعریف غیر مقلدوں کی خود ساختہ ہے۔ نہ قرآن میں ہے نہ احادیث میں نہ اسلاف سے منقول ہے۔

چونکہ سارے جہان کے سنی مسلمان انبیائے کرام و اولیائے عظام میں، فوق الفطری طاقت مانتے ہیں۔ اس لئے سارے جہان کے سنی مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے کے لئے، شرک کی یہ تعریف گڑھی۔

حضرت مجاہد ملت نے وہیں میدان مناظرہ میں زبانی اور بعد میں بذریعہ اشتہار تمام حاضر و غائب غیر مقلدین کو چیلنج کر دیا کہ جو شخص، شرک کی یہ تعریف قرآن و حدیث میں یا اقوال سلف میں دکھا دے اسے گیارہ سو روپئے انعام وہاں مناظرے کے اسٹیج پر غیر مقلدین کے منتخب مجتہدین موجود تھے۔

مناظر تو مناظر کسی کو ہمت نہ ہوئی اور نہ قیامت تک کسی غیر مقلد میں یہ ہمت ہے کہ اپنی خانہ ساز شرک کی یہ تعریف قرآن یا حدیث یا ارشادات اسلاف میں دکھا سکے۔

ان سطور کو پڑھنے کے بعد کیا ہر منصف یہ نہیں پکار اٹھے گا کہ حضرت مجاہد ملت کہنے کو ایک انسان مگر حقیقت میں ہزاروں علما کی انجمن۔ وہ گئے تو تنہا نہیں گئے علم و فضل کی ساری دنیا ساتھ لے گئے۔

وما کان قیس هلکه هلک واحد
لکنه بنیان قوم تهدما
قیس کی موت ایک کی موت نہیں۔
اس نے پورے قوم کی بنیاد ڈھا دیا۔

باب الاستفتا

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

ســــــوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی حبیب الرحمٰن کٹک عرف مجاہد ملت کو جب سعودی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی تھی تو وہاں کیا کرنے گئے تھے اور سعودی حکومت نے اختلاف و جھگڑا کرنے کی سزا میں جیل بھیجا اور مکہ مدینہ سے نکال باہر کیا۔ تو پھر آپ لوگ کیوں روتے دھوتے ہیں، کیوں اپنے خودساختہ یونیورسٹی میں احتجاجی جلسہ کرتے ہیں اور اپنے رسالہ اشرفیہ میں سعودی حکومت کے خلاف کیوں اول فول لکھتے ہیں۔

الجوابـــــــــ:

یہ سوال بذریعہ ڈاک دارالافتا میں آیا۔ مگر سائل نے اپنا کوئی نام نہیں لکھا اور نہ پتہ اور نہ جواب کے لئے لفافہ رکھا کہ اسے جواب بھیج دیا جاتا۔ لفافہ پر ڈاک خانہ کی مہر صاف نہیں تھی، بڑی مشکل سے اعظم پڑھنے میں آیا، اور پوسٹ آفس کی جگہ پر، ایم بہر حال ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ سوال کس نے بھیجا کہاں سے بھیجا، ویسے اندازہ ہے کہ یہ سوال مبارکپور ہی سے آیا ہے، اس لئے کہ جس ماہنامہ اشرفیہ میں حضرت مجاہد ملت کی گرفتاری کے خلاف احتجاج ہے وہ ابھی تین دن پہلے چھپ کر آیا ہے اور صرف مقامی طور پر تقسیم ہو سکا ہے بہر حال جواب کے سلسلے میں ہمیں دو باتیں عرض کرنی ہیں ایک تو یہ کہ نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں، دوسرے یہ کہ نجدی امام کو لائق امامت نہ جانتے ہوئے بھی حج و زیارت کے لئے جانا درست ہے یا نہیں؟
پہلے مسئلے کے جواب میں معروض ہے کہ نجدیوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کا

حل اس پر موقوف ہے کہ نجدیوں کے عقائد کیا ہیں؟ اس سلسلے میں نجدیوں کے وظیفہ خوار بہت بڑے سرغنہ مولانا حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی کی تحقیق انیق پیش کرتے ہیں جو انھوں نے الشہاب الثاقب میں نجدیوں کے عقائد کے بارے میں تحریر کی ہے، جس کا جی چاہے، کتاب مذکور کا صفحہ:۴۲، لغایت ص:۶۸ رکا مطالعہ کرے۔

لکھتے ہیں، صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائی، سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے، الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا، اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے، غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس طائفہ سے اعلیٰ درجے کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے، وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔ (ص:۴۲)

اب میں وہابیہ کے چند عقائد عرض کرتا ہوں۔

(۱) محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمان دیار مشرک و کافر ہیں۔ اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں (شوہر ریاست بھوپال غیر مقلد) نے خود اس کے ترجمے میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (ص:۴۳)

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانے تک ہے، جب تک وہ دنیا میں تھے، بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کی حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ ہے، جو احاد امت کو ثابت ہے۔ بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں، مگر بلا علاقہ روح، اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں، اور در بار حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انھوں نے اپنے رسائل و تصانیف میں لکھا ہے۔ (ص: ۴۵)

(۳) زیارت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضوریِ آستانۂ شریف و ملاحظۂ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے، **لاتشدو االرحال الاالی ثلثه مساجد.** ان کا مستدل ہے، بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں، اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے، اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا مانگتے ہیں۔ (ص: ۴۵/۴۶)

(۴) شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں، اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانۂ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی و ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں، ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں، اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے، معاذ اللہ، معاذ اللہ نقل کفر، کفر نہ باشد، کہ ہمارے ساتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے، ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ (ص: ۴۷)

(۵) وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلۂ عدم کے پہنچاتے ہیں۔ (ص:۴۷)

نجدیوں کے اس قسم کے ۶۷ / ۶۸ / عقائد فاسدہ مولانا حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی صاحب نے شمار کرائے ہیں، ان سب کے ذکر کرنے میں طول ہے۔ جو عقائد ہم نے مولانا عرف مدنی صاحب کی زبانی تحریر کئے ہیں، انھیں کو مسلمان دیکھیں، کیا ایسے گندے گھنونے عقیدے رکھنے والے مسلمان ہیں؟ کیا ان کی نماز، نماز ہے؟ کیا ان کے پیچھے کسی کی نماز درست ہے، ان ۵ / میں سے اور کو جانے دیجئے صرف ۴ / کو لیجئے، شیخ ٹانڈہ نجدیوں کا عقیدہ شمار کرتے ہوئے، لکھتے ہیں:

''شان نبوت حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ (نجدیہ) نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں'' یہی ایک عقیدہ اس پر کافی دلیل ہے کہ نجدی مسلمان ہرگز ہرگز نہیں، ہر مسلمان بچہ بچہ جانتا ہے، کہ شان نبوت میں ادنیٰ سی گستاخی کفر ہے، چہ جائیکہ نہایت گستاخی علامہ شامی وغیرہ نے یہ نقل فرمایا ہے، **اجمع المسلمون علیٰ ان شاتمه کافر من شک فی عذابه و کفره، کفر،** مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے، جو اس کے عذاب و کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، (درمختار) میں ہے، ان **انکر بعض ماعلم من الدین ضرورة کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلا.** اگر ضروریات دین میں سے بعض کا انکار کرے، جس پر اس کی تکفیر کی جائے، تو اس کی اقتدا قطعاً درست نہیں تو ثابت ہو گیا کہ نجدی چونکہ شان رسالت میں نہایت گستاخ ہیں اس لئے وہ کافر ہیں اور کافر کی اقتدا قطعاً درست نہیں اس لئے نجدیوں کے پیچھے نماز ہر گز درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہ گئی دوسری بات کہ جب نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی تھی، تو حضرت مجاہد ملت مدظلہ العالی حرمین طیبین گئے کیوں؟ یہ انتہائی سفیہانہ بات ہے، حضرت مجاہد ملت حج و زیارت کے لئے گئے تھے، نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنے گئے تھے، حج و

زیارت کا جز نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں، نہ ہم اللہ ورسول کی طرف سے اس کے مکلّف ہیں کہ حرمین طیبین پر جس بدھو، جمن، مسلمان کافر کا قبضہ ہو جائے اس کے پیچھے جا کر نماز ضرور پڑھیں، حرمین طیبین ظلم وتعدی سے قبضہ کر لینے کی وجہ سے حرمین طیبین نجدی حکومت کی ملکیت نہیں ہوگئی، سارے جہان کے مسلمانوں کا حق اس پر برابر ہے، حج وزیارت سارے جہان کے مسلمانوں کا مذہبی حق ہے، حج وزیارت سے کسی مسلمان کو روکنا بلاشبہ ظلم وزیادتی ہے، نجدی حکومت نے حضرت مجاہد ملت مدظلہ العالی کو حج وزیارت سے محروم کر کے بلاشبہ ظلم کیا، اللہ عزوجل فرماتا ہے **ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ.** اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کی یاد کئے جانے سے روکے، کسی ایک کو روکنا ایسے ہی ہے جیسے سب کو روکنا، **مــــن قتــل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا.** **واللّٰہ** تعالیٰ اعلم۔ (ماہنامہ اشرفیہ شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء)

حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی ذات باصفات

مولانا شاہ حکیم محمد یونس نظامی
دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد

عالم شریعت، مرشد طریقت، مقتدائے اہل سنت مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن قادری دھام نگری علیہ الرحمۃ والغفران اپنی ذات وصفات میں منفرد تھے۔ اڑیسہ کے رؤسا میں ممتاز و عظیم المرتبت تھے۔ انگریزوں کے زمانے میں ڈنکنی بندوبس کے سلسلے میں بارہ ہزار روپئے سالانہ کے مال گذار تھے۔ ہزاروں ایکڑ زمین کے مالک تھے، مگر ازل ہی سے انھوں نے مزاج درویشانہ وفقیرانہ پایا تھا۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور عربی تعلیم کے سلسلے میں مولانا مفتی شاہ ظہور حسام حسامی مانک پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آپ کے والد ماجد نے دھام نگر بلایا اور وہیں تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع کرایا۔ حضرت مفتی شاہ ظہور حسام صاحب ہی کے مشورے سے مجاہد ملت بغرض تعلیم مدرسہ سبحانیہ الہ آباد تشریف لائے، دیگر اساتذہ کے علاوہ حضرت مولانا عبد الکافی علیہ الرحمہ سے بھی اکتساب علم کیا۔ مدرسہ سبحانیہ کے دوران قیام میں حضرت مولانا عبد الکافی علیہ الرحمہ سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔

مدرسہ سبحانیہ کی تعلیم سے فراغت کر کے حضرت صدر الشریعہ ابو العلی مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مدرسہ معینیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے اور معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب اشرفی مرادآبادی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم کی تکمیل فرمائی اور وہیں صدر الافاضل کے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مدرس ہو گئے۔ حضرت مجاہد ملت کے ہم درس ساتھیوں میں صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ،

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جعفری جونپوری مدظلہ، حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتیِ اعظم کانپور، اور مولانا عبدالحئی اجمیری وغیرہم ہیں۔

حضرت مولانا عبدالکافی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جب مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کے انتظام میں اور اعتقادیات میں کچھ درہمی و برہمی پیدا ہوئی تو ۱۹۳۴ء میں مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں بہ حیثیت صدر المدرسین مرادآباد سے مع ۱۶ رطلبا کے تشریف لائے۔ ان طلبا کے خور ونوش کا انتظام اپنی جیب خاص سے فرماتے۔ حضرت مجاہد ملت تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور فلسفہ ومنطق پر حاوی تھے طلبہ کو پڑھاتے ہوئے ایسی نفیس تقریر فرماتے کہ ذہن ودماغ میں پورے طور سے اتر جاتی اور طلبہ مطمئن ہو جاتے۔ طلبہ کے اعتراضات کے جوابات بھی معقول اور مدلل مرحمت فرماتے تھے۔ معقولات کی اونچی سے اونچی کتاب جس کے پڑھانے والے اس زمانہ میں النادر کالمعدوم ہیں نہایت آسانی وخوش اسلوبی کے ساتھ ان کتابوں کا درس دیتے تھے۔ مناظرے میں حضرت کو یدطولیٰ حاصل تھا اور اس فن میں وہ اپنی نظیر آپ تھے۔

مناظرے کے شوقین تھے اور اس سلسلے میں انھوں نے ہزاروں روپئے اپنی جیب سے خرچ کئے۔ جہاں کہیں خبر پائی ایک دو عالم کو ہمراہ لے کر پہنچ گئے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ مقابل نے فرار اختیار کیا ہے۔ غیر مقلدین کے پیشوا ابوالقاسم سیف بنارسی سے مکالمہ ومناظرہ کے سلسلے میں دو مہینے یک لخت اس کے مکان کے سامنے قیام پذیر رہے یہاں تک کہ اس نے گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ وہابیت، دیوبندیت، خارجیت، اور رافضیت کے قلع قمع کرنے اور ان بدعقائد کی خرابیوں کو عام کرنے کے لئے حضرت ہمیشہ پیش پیش رہے۔

بیعت خلافت:

سلسلۂ قادریہ میں حجۃ الاسلام مولانا شاہ الحاج محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ

الرحمہ سے بیعت ہوئے اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ سلسلۂ قادریہ منوریہ میں اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اشرفیہ میں شیخ المشائخ مولانا شاہ ابواحمد علی حسین صاحب اشرفی رضی اللہ عنہ سجادہ نشین کچھوچھہ شریف سے منسلک ہوئے اور خلافت پائی۔ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت وخلافت مولانا عبدالکافی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر زادے اور دائرہ شاہ رفیع الزماں کے سجادہ نشین حکیم شاہ محمد احسن صاحب علیہ الرحمہ سے پائی اور سلسلۂ حسامیہ کی اجازت وخلافت حضرت شاہ ظہور حسامی مانک پوری علیہ الرحمہ سے ملی۔ اور شاہ ظہور حسام علیہ الرحمہ نے سلسلۂ قادریہ منوریہ کی اجازت، حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ شریف اور حفظ الاعظم کے مجیز شیخ الدلائل حضرت مولانا سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

الٰہ آباد میں رد رفضا کے سلسلے میں انجمن اصلاح المسلمین قائم ہوئی اور اس نے سالانہ جلسہ کرنا شروع کیا جس میں مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی ایڈیٹر النجم اور ان کے بھائی عبدالرحیم لکھنوی اور اسی قبیل کے مقررین آتے رہے، اسی میں ایک سنی مقرر بھی ہوتا تھا ایک سال حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مفتیِ آگرہ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی عبدالمجید صاحب آنولوی علیہ الرحمہ بھی اس جلسہ میں موجود تھے۔ مولوی عبدالرحیم نے حضور کے علم غیب کے خلاف کچھ بکواس کی۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب علیہ الرحمہ کی باری اگرچہ نہیں تھی مگر وہ خود ہی تخت پر پہنچ گئے اور اس تقریر کا بہت واضح رد کیا۔ اس جلسہ کے بعد ۱۹۳۲ء میں اس فقیر نے ایک جلسہ کیا حضرت مجاہد ملت کو مراد آباد سے بلایا اور ''ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے'' کے عنوان سے اشتہار شائع کیا جس میں حضرت مولانا خوب اللہ صاحب علیہ الرحمہ اور متولی دائرہ شاہ اجمل اور دیگر حضرات کے نام بھی مشتہرین میں تھے۔ یہ جلسہ مسجد یاقوت گنج میں ہوا اس میں حضرت نے اعلیٰ پایہ کی تقریر کی اور یہ تجویز پاس کر کے انجمن اصلاح المسلمین کو بھیجی گئی کہ رد رفضا

ہوتے ہوتے، عقائد سنیت کا رد شروع کر دیا گیا اس کی اصلاح کی جائے اور ایسے مقررین کو بلایا جائے جو اس قسم کی تقریریں نہ کریں۔ جب ۱۹۳۴ء کے آخر میں حضرت مجاہد ملت مدرسہ سبحانیہ تشریف لے آئے تو وہ جلسہ حضرت کے حسب ہدایت ہونے لگا جس میں حضرت صدر الشریعہ، حضرت صدر الافاضل، حضرت حافظ ملت، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت اور مولانا عارف اللہ میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تشریف لائے۔

مجاہد ملت کی تشریف آوری کے بعد یہاں کی سنیت کو مزید عروج حاصل ہوا۔ مدرسہ سبحانیہ کے دوران قیام ہی میں مسجد اعظم دریا آباد کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ امپر ومنٹ ٹرسٹ زمین مسجد پر سے سڑک نکالنا چاہتا تھا۔ مجاہد ملت اس کے لئے سینہ سپر ہو کر آگے بڑھے اور اس سلسلہ کے اکثر ہنگاموں سے مقابلہ کیا۔ ایک آدھ بار تو فرقہ وارانہ فساد ہوتے ہوتے بچا۔ اسی سلسلے میں مولانا کی آواز پر ایک احتجاجی جلوس اٹھا جو تقریباً بیس، اکیس ہزار کے مجمع پر مشتمل تھا۔ مسجد اعظم کے لئے مولانا نے گلی گلی، کوچے کوچے میں جلسے کئے۔ زمین مسجد کی مال گذاری سے متعلق بہت کچھ اذیتیں برداشت کیں اور بالآخر ایک بیگھہ دو بسوا زمین مسجد کی حاصل کر لی اور ٹرسٹ کو مجبور ہو کر اپنی اس اسکیم کو بدلنا پڑا۔ اس کے بعد اس مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ زمین مسجد کی مال گذاری کے سلسلے میں مولانا نے جو انجمن مسجد اعظم کے نام سے بنائی تھی اس کے سکریٹری مولانا کے محبوب شاگرد مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ مقرر ہوئے۔

تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا الحاج مرحوم نے اپنی خاندانی عزت قربان کر کے اس مسجد کے لئے دامن پھیلا پھیلا کر پیسہ پیسہ جمع کیا اور مسجد کی تعمیر کرائی جو حضرت مجاہد ملت کی توجہ خصوصی کا سبب تھا۔ بغیر گارے کی دیوار کھڑی کر کے اور اس پر پھوس کا چھپر ڈال کر مدرسہ مدینۃ العلم کی بنیاد رکھی۔ حافظ شاہ نور خاں صاحب رسول پوری مرحوم کو مدرس مقرر کیا اور قرآن حکیم کے حفظ و ناظرہ کی تعلیم شروع ہوئی جو حضرت مجاہد ملت

کی سعی مشکور سے ترقی کر کے جامعہ حبیبیہ کی صورت میں اس وقت موجود ہے۔ جہاں درس نظامیہ کی مکمل تعلیم کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ ماشاء اللہ جامعہ حبیبیہ سے درس نظامیہ کے فارغ التحصیل علما، قرا، اور حفاظ، نکل کر ہند و بیرون ہند میں دینی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا نے ہندوستان کے مختلف حصوں میں نہ جانے کتنے دینی مدرسوں کی بنیاد رکھی ان کو جاری کیا اور معتد بہ رقم اپنی جیب خاص سے مرحمت فرمائی۔ مختلف جگہ مسجد کے لئے زمین خرید کردی اور مسجدیں تعمیر کرائیں۔متعدد غیر مسلم، حضرت مجاہد ملت کی بزرگی سے متاثر ہوکر آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے جن کی آپ نے پرورش فرمائی اوران کو دینی تعلیمات سے بہرہ ورفرمایا یہاں تک کہ عالم بنادیا آج وہ درس گاہوں میں درس دے رہے ہیں۔حضرت مجاہد ملت نے اپنے بعض شاگردوں کو حج کرایا شادی کرائی مکہ معظّمہ بھیج کر تعلیم دلائی آپ اپنے طلبہ کے ساتھ اولاد جیسا برتاؤ کرتے تھے ہمیشہ ان کی خبر گیری کرتے تھے اور مدد فرماتے رہے۔ مجاہد ملت علیہ الرحمہ بے انتہا سخی اور مخیّر تھے۔ حاجت مندوں کی ہمیشہ حاجت روائی فرماتے تھے۔

زیارت حرمین شریفین:

۱۳۳۹ھ میں آپ کی شادی آپ ہی کے خاندان میں ہوئی ۱۳۴۰ھ میں آپ نے پہلا حج ترکیوں کی سلطنت اور شریف مکہ کے زمانے میں کیا جب اونٹوں پر سفر ہوتا تھا۔اس زمانے میں پانی کی بہت قلت تھی اور بدّو حضرات کے خطرات بھی تھے۔اس وقت جنت البقیع میں اہلبیت وصحابہ کے قبے موجود تھے۔

دوسرا حج حکومت نجدیہ کے دور میں ۱۹۵۵ء میں کیا۔تیسرا حج ۱۹۵۹ء میں کیا۔

چوتھا حج ۱۹۷۳ء میں کیا۔ پانچواں حج ۱۹۷۴ء میں کیا۔ ۱۹۷۹ء میں چھٹے حج کے لئے گئے مگر حکومت نجدیہ کے مظالم اور ناانصافی کا شکار ہوکر واپس کر دیئے گئے۔ ساتواں اور آخری حج ۱۹۸۰ء میں کیا۔

پابندیِ سنت:

حضرت مجاہد ملت سنت نبوی کے بڑے زبردست پابند تھے۔ روزمرہ کی زندگی میں کوئی بھی نقل وحرکت سنت کے خلاف نہ تھی۔ کلوخ بالالتزام لیتے تھے۔ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ عمامہ کبھی بندھا ہوا نہیں رکھتے تھے بلکہ کھول کر رکھتے تھے۔ کھانا نمک سے شروع کرتے تھے اور نمک پر ختم کرتے تھے۔ سفر وحضر میں نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے۔ لباس نہایت سادہ اور معمولی پہنتے تھے۔ دو پلی ٹوپی، عمامہ، کرتا، صدری، اور لنگی یہ آپ کا لباس تھا۔

اولیائے کرام سے محبت وعقیدت:

حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ اقدس بغداد شریف میں دو بار حاضر ہوئے۔ پہلی بار حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ، دوسری بار ۱۹۸۰ء میں جس وقت ایران وعراق کی جنگ چھڑی ہوئی تھی اور بغداد شریف میں بمباری ہورہی تھی مجاہد ملت نے کئی روز تک صرف روزہ رہ کر گذر کی۔ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اجمیر شریف تقریباً ہر سال حاضر ہوتے تھے اور قل کے بعد روانہ ہوتے تھے۔ کچھوچھہ اور بدایوں شریف بھی بموقع عرس حاضر ہوتے تھے۔ حضرت شاہ منور علی متوکل عمر دراز رضی اللہ عنہ کے عرس میں اکثر الہ آباد حاضر رہتے تھے۔ اس کے علاوہ خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ الہ آباد اور دائرۂ شاہ اجمل میں

حضرت مولانا فاخر صاحب علیہ الرحمہ کے عرس میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ آثار مقدسہ کی زیارت کے سلسلے میں طویل طویل سفر فرما کر زیارت کے لئے جاتے تھے۔

سادات کرام کا احترام:

نسبت کے بہت قائل تھے، سید زادوں، پیرزادوں کی بے حد تعظیم و احترام کرتے تھے اور ان کے قدم چومتے تھے۔

سرفروشان حق کے امیر حضور مجاہد ملت

حضرت علامہ الحاج مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی
شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ

نحمدهٗ و نصلی علٰی حبیبہٖ الکریم

دنیا کی اس روز افزوں اور ترقی پذیر آبادی میں کروڑوں بلکہ اربوں انسانوں کے بعد کوئی ایک ایسا فرد کامل پیدا ہوتا ہے انسانیت کو جس پر فخر ہوتا ہے۔ اور زندگی جس پر ناز کرتی ہے۔

حضور مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز انھیں عدیم المثال مردان حق اور خاصان خدا میں سے تھے۔ جو دست قدرت کا شاہکار ہوتے ہیں۔ ان کے قلب مبارک میں عشق شاہ مدینہ اور محبت میر بغداد کا الاؤ دہک رہا تھا۔ ان کا سینہ لاہوتی اسرار اور عرفانِ الٰہی کا مدینہ تھا اور دماغ اسلامی فکر و آگہی کا انمول گہوارہ۔ ان کا چہرہ زندگی بھر شمع حق نما کی طرح ظلمتوں کے ہجوم میں مسکراتا رہا۔ اور ان کے پائے عزم و ثبات سے باطل کا طوفان ٹکرا ٹکرا کر پلٹتا رہا طاغوت کی کوئی طاقت نہ ان کی آواز دبا سکی نہ جادۂ حق سے انھیں ہٹا سکی۔ ؎

صدائے حق کسی صورت سے دب نہیں سکتی
نہ دب سکیں گے خدائی پکار ہیں ہم لوگ

بلاشبہ حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ حق کی پکار تھے۔ اور خدا کی آواز، جو نہ دبنا جانتے تھے نہ لچکنا۔ افسوس موت کے ہاتھوں نے وہ آواز دبا دی، وہ صدائے حق خاموش کر دی، آہ وہ مرد حق آگاہ نہ رہا، وہ شیر نیستان الٰہی نہ رہا، جس نے ظلم کی آندھیوں کا کلیجہ چیر ڈالا، شاید اب صدیوں بعد دنیا اس قسم کی آواز سن سکے ؎

سرورے از حجاز آید کہ ناید
دگر دانائے راز آید کہ ناید

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی بار میں نے آج سے لگ بھگ اڑتالیس سال قبل دارالعلوم اشرفیہ کے سالانہ جلسہ وامتحان کے وقت دیکھا تھا۔ میں چونکہ بالکل بچہ اور ابتدائی طالب علم تھا۔اس لئے ان کے امتحان گاہ کا منظر نہ دیکھ سکا۔(سننے میں یہ ضرور آیا کہ پورے طلبہ میں ان کا علمی وقار اور فکری دبدبہ کا غلغلہ ہے۔خصوصاً علوم آلیہ منطق وفلسفہ میں ان کے یدطولیٰ کا عام چرچا تھا)۔البتہ جلسہ میں انھیں جی بھر کے دیکھا اور آج اڑتالیس سال کے بعد بھی مجھے کل کی طرح یاد ہے کہ مولانا اس وقت ناگپوری تہبند اور کرتے میں ملبوس تھے جس کے اوپر صدری تھی،اور صدری کی اوپری جیب میں نہایت عمدہ اور قیمتی چھوٹی سی گھڑی جس میں چمڑے کا تسمہ بندھا ہوا تھا جسے تقریر کے دوران بار بار جیب سے نکال کر آپ وقت دیکھ لیا کرتے تھے۔سر پر دوپلی ٹوپی اور ٹوپی کے نیچے پٹھے بال۔ مجھے یہ چمڑے کی چین اور وہ بھی جیبی گھڑی میں نئی چیز معلوم ہوئی۔ میں نے پوچھا ایسا کیوں ہے کسی نے بتایا۔یہ مولانا کا تقویٰ ہے دھات کی چین لگانا منع ہے۔

داڑھی بالکل کالی تھی اور لب خوب ترشی ہوئی،لبوں کے کنارے مونچھوں کا گچھا کچھ نمایاں تھا،سیاہ داڑھی میں چہرہ گلاب کے پھول کی طرح سرخ وشاداب تھا۔ ہونٹ خاص طور سے تر وتازہ تھے اور دانت بالکل سفید،اعضا پر گوشت ضرور تھے لیکن ہاتھ گوڑ پتلے اور مجموعی طور سے جثہ دبلا معلوم ہوتا تھا۔

تقریر آپ کی گولا بازار میں ہوئی،عنوان غالباً وہابیہ کی توہین رسالت تھا۔کیا کہا؟ اس وقت میری اتنی سمجھ ہی نہ تھی کہ میں اس کو محفوظ رکھ سکوں۔لیکن آج غور کرتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ جوش بیان اور ہجوم مضامین میں ایک عظیم تصادم تھا کہ کون کس پر غالب آتا ہے۔اور اس وقت کے پورے ماحول سے یہ تاثر پیدا ہوتا تھا کہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف یہ کس مجرم نے ایسی گستاخی کی ہے جس سے پورے عالم میں تلاطم برپا ہے۔

مولانا گویا اس وقت ایک عالم ہی نہیں تھے پورا عالَم بنے ہوئے تھے۔ بعد میں مدت تک آپ کے علم وفضل، حکمت ودانائی، اور ریاست وامارت کا چرچا رہا۔ اور ایک طرح ان کی ذات سے ہم کو یہ خوداعتمادی ملتی رہی کہ ہماری جماعت میں بھی اس پائے کے لوگ ہیں۔

آخری ملاقات دو سال قبل غالبًا بجرڈیہہ کے کسی جلسہ میں ہوئی۔ جہاں حضرت کے مریدین بلکہ جاں نثاروں کی بھاری تعداد ہے۔ جلسہ میں شرکت کے علاوہ میری اپنی غرض یہ بھی کہ میں خود اپنے گھر میں حضرت سے ایک میلاد پڑھوانا چاہتا تھا۔ آپ نے وعدہ بھی فرمایا۔ بعد میں مسلسل سفر کی وجہ سے آپ وقت نہ دے سکے تو معذرت کا ایک خط بھی لکھا تھا۔

یہ وقت حضرت کی طرف مخلوق خدا کے رجوع عام کا تھا۔ جہاں پہنچ جاتے بھیڑ لگ جاتی۔ ضرورت مندوں کا ہجوم آگے پیچھے لگا رہتا کوئی مرید ہونا چاہتا، کوئی تعویذ کا خواستگار ہوتا۔ کسی کو دعائے خیر کی حاجت ہوتی۔ تو کوئی برکت کے لئے اپنے گھر میں لے جانا چاہتا۔ غرض کہ شب وروز کے بیشتر حصے میں آپ بے حد مصروف رہتے۔

اس کے باوجود حضرت نے میرے ساتھ بے حد عنایت فرمائی، اور کٹک کے مناظرہ میں شریک نہ ہونے کی شکایت کی۔ میں کیا عرض کروں اس وقت بجرڈیہہ میں آپ کے دم قدم کی کیا برکت تھی اور کیسا کیف تھا اس کے بعد بھی میں بجرڈیہہ آتا جاتا رہتا ہوں۔ مگر کیا عرض کروں۔

ترے بغیر یہاں کا عجیب عالم ہے
بھرے ہیں جام وسبو بزم شوق برہم ہے

بیچ کے ۴۵/ پینتالیس ۴۶/ چھیالیس سال میں بار بار حضرت کا نیاز حاصل ہوا اور ملاقاتوں کا تاثر اب تک تازہ ہے۔ ایک یادگار ملاقات وہ بھی ہے جب ان کی زندگی کے حالات لکھنے کے لئے میں ان کے وطن مالوف دھام نگر حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت اعتکاف میں تھے دن میں اشراق کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے، پھر ضرورت مندوں کی حاجتیں رفع فرماتے جس میں تعویذ گنڈے سے لے کر زمینداری کے رفع در گذر تک سارے معاملات ہوتے۔

اسی دوران حضرت نے ایک غیر مقلد کے سوالوں کے جوابات بھی املا کرائے ان کے الفاظ میں اگر میں کوئی ترمیم کرتا تو آپ اپنے الفاظ کے فوائد ومصالح کا ذکر فرماتے۔ انھیں اوقات میں سے تھوڑا وقت اپنے حالات کے لئے بھی مجھے دیا۔ رات کا بیشتر حصہ ذکر وفکر اور یاد الٰہی میں گذارتے، میں نے یہ نوٹ کیا کہ عشا کی سنت اور وتر کے درمیان روزانہ داڑھی میں کنگھا کرتے۔ کئی دن غسل بھی فرمایا، فرش مسجد پر ایک بڑا لگن رکھا گیا، جیسے ہماری طرف گڑ پکانے کا کڑاہہ ہوتا ہے اس میں بیٹھ کر غسل فرماتے تاکہ غسالہ مسجد میں نہ گرے۔ اور حالت اعتکاف میں آپ غسل کے لئے مسجد سے باہر بھی نہ ہوں۔

اس سفر میں آپ کی دو باتوں سے میں بے حد متاثر ہوا۔ ایک تو یہ کہ میری درخواست پر وہ بے اختیار رونے لگے۔ اور فرمایا کہ میں ایک بے حقیقت انسان، میرے حالات لکھ کر کیا کروگے۔ اور جب میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا میرے حالات میں یہ ضرور لکھ دینا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے در کا ایک کتا اور ادنیٰ غلام ہے اور کچھ نہیں۔ دوسری بات جو مجھے بے حد غیر معمولی نظر آئی وہ ان کے اہل وطن کا رجوع عام تھا۔

افطار کے وقت فرش کے اخیر کنارے پر ایک گوشہ میں ایک بڑی چٹائی دسترخوان کی طرح حضرت کے سامنے بچھا دی جاتی۔ خود حضرت کے مکان سے وافر

مقدار میں کھانا اور افطاری آتی۔ روزانہ دسترخوان پر آس پاس کے پچیسوں آدمی جن میں چالیس پچاس میل دور تک کے آدمی بھی ہوتے۔ اپنی اپنی افطاری ساتھ لے کر آتے۔ حضرت کے ہی دسترخوان پر وہ سب بھی رکھا جاتا، سب ساتھ کھاتے اور کچھ تبرکاً دسترخوان سے واپس اپنے گھروں کو لے جاتے۔ میرے لئے یہ بات بے حد حیرت ناک تھی، حضرت کے ساتھ صرف افطار کی برکت حاصل کرنے کے لئے لوگ اتنی اتنی دور سے اس کثرت سے آتے ہیں۔ میں نے ہم عصر بزرگوں کا دربار بھی دیکھا ہے۔ خود اپنے وطن میں حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کو جو قبول عام اور رجوع خلق ملا تھا الاماشاء اللہ کسی میں نہ پایا۔

ایک یادگار ملاقات بہن گاؤں ضلع بستی کا مناظرہ بھی ہے۔ وہاں حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی غیر معمولی محنت مسلسل کام اور بے آرام جد و جہد نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ وہ مناظرہ عجیب و غریب قسم کا تھا۔ مناظرہ تحریری تھا اور لگ بھگ چوبیس گھنٹہ مسلسل چلتا رہتا تھا۔ نماز کا وقت ہوتا تو وہیں نماز پڑھ لی جاتی، کھانے کے لئے تھوڑا وقفہ ملتا۔ کام کی آسانی کے لئے رات و دن کے علاحدہ علاحدہ گروپ بنائے گئے تھے۔ اور ہر گروپ پابندی سے اپنی ڈیوٹی ادا کرتا۔ مقابل کے آئے ہوئے سوال کو پڑھنا، اس کے جواب تیار کرنا، مزید سوال کی ضرورت ہو تو اسے ترتیب دینا اور سب کی نقلیں تیار کرا کے مخالف کو بھیجنا یہ سارے کام اسٹیج پر ہی ہوتے تھے۔ مناظرے میں بیشتر وقت بارش ہوتی رہی، اس لئے سامعین جو بڑی تعداد میں دور دور سے جمع ہو گئے تھے ادھر ادھر چھپے رہتے۔ مناظروں کی ٹیم ہی دونوں طرف اسٹیج پر چھتری لگائے جمع رہتی بارش کی وجہ سے تخت پر فرش بچھ نہیں سکتا تھا۔

رات میں گیس کی روشنی کا اضافہ ہو جاتا۔ اس سارے منظر میں جو چیز مجھے حیرت میں ڈالنے والی تھی وہ حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی محنت شاقہ تھی۔ رات

ڈھلے جب بیشتر مناظرین بھی جھونکے لینے لگتے، آپ جوانوں کے جوش کے ساتھ بارش کی چھینٹیں برداشت کرتے اگر کوئی آپ کو بچانے کے لئے چھتری درست کرتا فرماتے رہنے دور ہنے دو، کام کرو کام کرو، پوری تندہی سے مخالف کی تحریریں سننا۔ پھر سب کو ہدایت دینا، جوابات بتانا، جوابوں کی نشاندہی کرنا۔ تحریر مکمل ہو تو سن کر بھیجنے کی اجازت دینا۔ یہ تو اس ٹیم کے ساتھ آپ کا طرز عمل تھا جس کے سربراہ آپ تھے۔

دوسری ٹیم کی بھی عملی سربراہی آپ کے ہی سر تھی کہ ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کے لئے وہ لوگ بھی آپ سے ضرور استصواب کرتے۔ الغرض تین چار یوم کی لگ بھگ چوبیس گھنٹے کی مسلسل محنت اور آپ کے چہرہ پر تھکن کے آثار نہیں۔ میں ان کے بڑھاپے کو دیکھتا اور ان کی اس محنت کو اور عش عش کرتا۔ اس موقع پر مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی کی ایک غیر معمولی سعادت مندی بھی ناقابل فراموش ہے۔

تیسرے دن جب مخالفین کا کس بل نکل گیا اور وہ میدان مناظرہ سے اٹھ گئے، تو میں نے حضرت مجاہد ملت سے اجازت چاہی کہ اب کام ختم ہے اور میرے لئے دارالعلوم کی مصروفیت ہے۔ نظامی صاحب نے بھی رخصت چاہی کام واقعی تمام تھا اس لئے ہم دونوں کو ہی رخصت مل گئی ہم لوگ تین میل پیدل چل کر اس طرح آئے کہ پورے راستہ میں گھٹنوں گھٹنوں پانی بھرا تھا اعضا شل اور جسم تھک کر چور تھا۔ مخالفین کو معلوم ہوا کہ علامہ نظامی تو چلے گئے بس پھر کیا تھا شور مچا دیا کہ سنی مناظر بھاگ گئے لوگ حضرت کے پاس آئے اور آپ نے فوراً واپسی کے لئے خط لکھا۔ اِدھر لوگ تھکے ماندے موٹر پر بیٹھے، ادھر حضرت کا خط نظامی صاحب کو ملا میں ان کی سعادت مندی کو داد دوں گا کہ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ اب عملاً ہماری وہاں ضرورت نہیں، صرف حضرت کے حکم پر الٹے قدم اسی طرح تین میل پیدل واپس لوٹے جیسے آئے تھے جب کہ میں تعمیل ارشاد نہ کر سکا۔ جو لوگ نظامی صاحب کی شخصیت سے واقف ہیں وہ اس اطاعت شعاری کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔

ایک یادگار ملاقات میرے گھر پر ہوئی (حضرت کا یہ کرم تھا کہ مبارک پور آتے تو میرے گھر پر قیام فرماتے) جاڑے کا موسم تھا، صبح سویرے وضو کے لئے میں نے پانی گرم کرا دیا۔ حضرت نے گرم پانی استعمال کرنے سے انکار فرمایا اور مسجد کے برف جیسے ٹھنڈے پانی سے وضو فرمایا۔ میں نے بہت اصرار کیا تو کہنے لگے۔ گرم پانی سے وضو کرنے سے عادت بگڑے گی۔ جب گرم پانی نہ ہوگا تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں زحمت اور سستی لاحق ہوگی۔ اس لئے میں اس سے پرہیز کرتا ہوں، اس توجیہ سے میرا جی تو مطمئن نہ ہوا لیکن میں خاموش ہو گیا۔ اب سوچتا ہوں کہ چاہے یہی وجہ رہی ہو چاہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مبارک تھی۔ **نهى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الوضو مما مست النار.**

بہر حال یہ غایت درجہ کا اتقا اور بڑا مجاہدۂ نفس ہے۔ اس وقت میرے سامنے کچھ اور بزرگوں کی تصویریں بھی آئیں اور میرا دل حضور مجاہد ملت کی عظمت سے معمور ہو گیا۔ ایک دفعہ حضرت گھر تشریف لائے تو خیال ظاہر فرمایا کہ میں سویرے ہی چلا جاؤں گا۔ میں نے سویرے ہی ناشتہ تیار کرا دیا۔ اور چاہا کہ حضرت نماز کے بعد تناول فرما لیں۔ ہزار کوشش کے بعد بھی حضرت نے اس وقت سختی سے منع فرما دیا اور فرمایا ناشتہ دان میں رکھ دو، ضرورت ہوگی تو میں کھا لوں گا، اس واقعہ پر میں نے بارہا قیاس آرائی کی۔ حضرت نے شاید روزے کی نیت کر لی تھی، اس لئے نہیں کھایا۔ یا اشراق سے پہلے کھانے کا معمول نہیں تھا اس لئے نہیں کھایا۔ جو کچھ بھی ہو یہ ایک عظیم کیریکٹر کی علامت تھی کہ پہلی صورت میں سحری کے لئے خود تکلیف اٹھالی اور مجھ سے نہیں کہا جب کہ میں اس کو سعادت سمجھتا اور دوسری صورت میں آپ کے ضبط اوقات کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت کے ساتھ مبارکپور سے بنارس جانا ہوا۔ اعظم گڑھ، بس اسٹیشن پر ایک سادھو نے کسی مندر کے لئے چندہ کی اپیل کی۔ ہمارے سامنے بھی مناظر

آتے رہتے ہیں۔ چندہ نہ دیا نہ دیا لیکن بولتے یا کہتے نہیں مگر حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں فرمایا چونکہ ہمارے یہاں مورتی پوجا جائز نہیں اس لئے میں تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔ اظہار حق کی یہ جرأت حضرت والا اپنے ساتھ لے گئے۔

کلکتہ میں آپ نے ایک پریس خریدا۔ جام نور نام کا ایک پرچہ بھی شائع ہونے لگا۔ پھر وہ بند ہوگیا آپ نے وہ پریس اپنے ایک ملاقاتی کے فرزند کو دیا، کہ وہ اسے تجارتی اصول پر چلائے۔ انھوں نے اسے اپنی بے اعتدالیوں کی نذر کرنا شروع کر دیا۔ ایک بار آپ ان صاحبزادے کے یہاں تقاضے میں جارہے تھے ہم بھی ساتھ ہوئے۔ اس وقت حضرت مجاہد ملت کے صبر وضبط، اور تحمل کو دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ آپ کی حیثیت کا آدمی، تقریباً آدھا گھنٹہ باہر دروازہ پر کھڑے رہے اور جب صاحب معاملہ برآمد ہوئے تو آپ سے بیٹھنے کے لئے کیا کہتے، ان کے طرز کلام سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ خود صاحب حق ہیں، اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجرم اور مسئول، اس سختی سے کلام کیا کہ سننے والوں کی آنکھ میں خون اتر آیا۔

مگر حضور مجاہد ملت صبر وتحمل، نرم گفتاری اور خوش اخلاقی کی تصویر بنے رہے۔ میں نے دل میں سوچا یہ بھی تصوف کا کوئی مقام ہوگا۔ جس کی عملی مشق کے لئے حضرت نے اس تندخو اور بداخلاق آدمی کو تاکا ہے۔

بھیلواڑہ صوبہ راجستھان کے ایک جلسہ میں حضرت کی زیارت ہوئی مغرب کے بعد وظیفہ میں بیٹھے اور عشا پڑھ کر باہر نکلے۔ دسترخوان پر کافی دیر انتظار کرنا پڑا، جلسہ میں ابتدائی تقریر کے لئے مصر ہوئے اور مائک پر تشریف لائے۔ پورا وعظ سوز و گداز اور رقت آفرینی سے لبریز رہا لیکن جو چیز اب تک میری نگاہوں میں گھوم رہی ہے وہ حضرت کا چہرۂ انور ہے۔ جلسہ میں روشنی معمول سے زیادہ تھی اس اجالے میں آپ کا چہرہ بلا مبالغہ آئینہ کی طرح چمک رہا تھا ایسی غیر معمولی چمک کہ انسان دیکھتا ہی

رہ جائے۔ سفید کرتا سفید صافہ سفید داڑھی اور بقعہ نور بنا ہوا چہرہ کسی دوسرے عالم کی مخلوق نظر آ رہے تھے۔

یہ چند واقعات ہیں جو میرے مشاہدے میں آئے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جو سرمایۂ عبرت وبصیرت ہیں اور حق کی راہ میں چلنے والوں کے لئے جادۂ استقامت و ہدایت۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ابھی حالات تازہ ہیں اور حضرت کی جدائی کا تأثر جدید، وہ سارے حضرات جن کی موجودگی میں یا جن کے علم میں آپ کا کوئی بھی ایسا واقعہ ہوا سے تحریر کر کے اہل سنت و جماعت کے کسی بھی پرچہ میں شائع کریں تا کہ ان کی حیات طیبہ کا ایک مکمل خاکہ ترتیب پا سکے۔ ذیل میں چند عنوان ذکر کئے جاتے ہیں، جن کے بارے میں تحقیق وتفتیش کر کے صحیح واقعات مرتب کرنا حضرت کے متعلقین کی ذمہ داری ہے۔

قیام الہ آباد:

الہ آباد کے قیام میں حضرت کا ایک اہم کارنامہ مسجد اعظم کی دریافت اور جامعہ حبیبیہ کا قیام ہے۔ اس کام کی عہد بہ عہد تاریخ، رفقائے کار اور خود حضرت کے مجاہدانہ کارنامے اس لائق ہیں کہ منظر عام پر لائے جائیں۔ الہ آباد میں ہی حضرت نے رافضیوں اور عیسائیوں سے باقاعدہ تحریری وتقریری مناظرہ اور مقابلہ فرمایا۔ یہ داستان بھی مسافرانِ راہِ حق کے لئے جادۂ حق کا کام دے گی۔

قیام قید خانہ:

آپ کی حیات مبارکہ کا معتد بہ حصہ مختلف جیلوں میں گزرا ہے۔ وہاں آپ نے کن کن حالات میں اور کس کس طرح حق وصداقت کا جھنڈا بلند فرمایا ہے یہ وقائع بھی سرفروشان راہ حق کے لئے دستورالعمل کا کام دیں گے۔

سفر حج:

متعدد دفعہ آپ نے حج و زیارت کی سعادت حاصل فرمائی اور ہر دفعہ اعلان حق و صداقت کے لئے آپ نے نجدی حکومت کے عمال کو چیلنج کیا۔ ان سے مکالمہ و مباحثہ کیا اور مذہب حق اہل سنت کی واضح سچائی و اشگاف فرمائی اور مختلف منازل تعذیب و تہدید سے گزرے۔ انھیں بھی سلیقہ سے ترتیب دے کر پیش کیا جائے تو قوم کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

میری نگاہ میں دنیاوی حیثیت سے حضرت مرحوم ایک بہت بڑے زمیندار رئیس تھے۔ ریاست کی کچھ خوبی بھی حضرت میں پائی جاتی تھی۔ مثلاً کیسی ہی سخت سردی پڑ رہی ہو، حضرت کی طبع نازک پر رضائی بار تھی ایک کے بجائے دو کمبل اوڑھ لیتے مگر رضائی ہرگز استعمال نہ فرماتے۔

حضرت کے دسترخوان پر میں ہفتوں حاضر رہا۔ نہایت وسیع اور پر تکلف دسترخوان ہوتا تھا۔ کیک کے قسم کا ایک پکوان نہایت عمدہ اور لطیف اور حضرت کو مرغوب آپ کی اہلیہ محترمہ خاص طور سے اسے خود پکاتی تھیں۔ میں نے صرف وہیں کھایا۔ آخر عمر میں کپڑے میں بے حد سادگی آ گئی تھی۔ استری کیا ہوا کپڑا کبھی کبھی دیکھا بیشتر ہاتھ ہی کا دھلا ہوا، لیکن نہایت عمدہ اور صاف بے حد اجلا، میلا ہونے ہی نہیں دیتے تھے۔

دن ہو چاہے رات سوتے وقت کے خادم خاص عبد الغفار صاحب آپ کا جسم ضرور دباتے، جس سے حضرت کو فوراً نیند آ جاتی۔ بسا اوقات دیکھا حضرت کے سر پر ٹوپی بھی خادم نے ہی درست کی۔ لیکن پیدائشی رئیس ہوتے ہوئے بھی ریاست کی قباحتوں سے یکسر پاک وصاف تھے۔ داد و دہش اور عفو و درگزر کا یہ عالم کہ معلوم ہوتا تھا کہ حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء کی سنت کریمہ پر پورا عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پوری ریاست عفو و نوازش کی نذر ہوگئی۔

بے نفسی اور استغنا کا یہ عالم کہ کبھی کسی سے منفعت کی امید نہیں رکھی۔ جلسوں میں سفر خرچ سے زائد جو نذرانہ ملتا اسے واپس کرتے میں نے دیکھا لوگ آپ سے وابستہ ہو کر الٹے آپ سے ہی منفعت حاصل کرتے۔ آپ نے اپنی مستورات کے زیور بیچ کر دین کی خدمت کی ہے۔ گھر میں میں نے اعتکاف کے عالم میں تخت بچھا ہوا دیکھا لیکن سفر میں سونے کے لئے زمین کا فرش ہو یا تخت و چارپائی ہو۔ نہ اس سے عار نہ اس کی طلب، گویا کم خواب کا فرش اور صاف ٹاٹ کا ٹکڑا دونوں آپ کی نظر میں برابر تھا۔ بے شمار دعوتوں میں میرا ساتھ ہوا مگر کسی کھانے کی طرف کوئی خاص رغبت نہ دیکھی۔ نہ کسی کھانے کو ناپسند فرمایا۔ مچھلی اور آم سے رغبت ضرور تھی لیکن کھاتے معمول کے مطابق ہی تھے۔ کبھی کبھی فرماتے میں ''اُڑیا'' آدمی آپ یوپی والوں کے تکلفات کو کیا جانوں گویا اپنے زہد و تواضع کو وطن کے لباس میں چھپا رہے ہیں (یہ میں نے اس لئے لکھا کہ ان کے گھر کا دستر خوان دیکھ چکا ہوں۔)

اپنے مولا کی اطاعت میں اتنے چاک و چوبند کہ نہ سردی کی پرواہ نہ گرمی کا الم، نہ رات کا خیال نہ دن کا اندوہ گویا ع سر نہادم بدانچہ خاطر اوست۔ میری نگاہ میں آپ اپنے وقت کے ایک عبقری عالم تھے۔ اندازہ ہے کہ درس نظامیہ میں جتنے علوم عام طور سے پڑھائے جاتے ہیں، مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان پر ماہرانہ دسترس حاصل تھی اور غیر معمولی استحضار تھا۔ دھوم اگرچہ علوم عقلیہ میں تھی لیکن حدیث وفقہ، تفسیر و کلام کا کون سا علم تھا جس پر آپ کو یکساں قدرت حاصل نہ ہو۔ آپ سے کسی فن کے مسئلہ پر گفتگو کر لیجئے، مسئلہ کا آپ حق ادا فرماتے تھے۔ کتاب کے آپ بے حد شوقین تھے۔ جو کتاب کہیں نہ ملے حضرت کے پاس اس کے کئی نسخے ہو سکتے تھے۔

''کتاب المنبق'' میں نے پہلی بار اور اسی کو آخری بار بھی کہئے حضرت کے پاس ہی دیکھی۔ اخیر وقت تک آپ کے علمی استحضار اور ذکاوت میں شمہ برابر فرق نہیں

آیا۔ اور دماغ پر کہنگی کا کوئی اثر نہیں محسوس ہوتا تھا۔ مناظرے میں ماثور دلائل پر آپ اکتفا نہیں فرماتے۔ خود بے شمار دلائل آپ ایجاد بھی فرماتے رہتے کسی مناظرہ میں حضرت علامہ ارشد القادری نے فرمایا میں ارشد ہوں ارشد، مجھ سے خوف کھاتے رہو اس پر مخالف نے کہا تو میں کیوں خوف کھاؤں میں تو ارشد کا بھی مصدر ارشاد ہوں حضرت مجاہد ملت نے سنتے ہی برجستہ فرمایا کیا کہتے نہیں۔ **المصدر کالمخنث لا یذکر و لا یؤنث**. ظاہر ہے کہ اس نوک جھونک کا پانسہ ہی پلٹ گیا اور مقابل لاجواب ہو کر چپ ہو رہا۔ آپ کی جواں مردی اور حق گوئی کا یہ عالم کہ وقت کا کوئی استبداد آپ کی آواز دبا نہ سکا۔ اور کوئی طاقت آپ کے بڑھتے ہوئے قدم کو نہ روک سکی۔ علماے راسخین کی صف میں حضور مجاہد ملت مجھے شہید حریت وحق گوئی حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی صف کے آدمی معلوم ہوتے۔ ع

وہی شوکت وہی عظمت وہی شانِ دل آویزی

علم و فضل کے ساتھ ساتھ حضرت مجاہد ملت عارف باللہ اور صاحب باطن بھی تھے۔ چنانچہ علم باطن پر آپ کو فنی قدرت بھی تھی اور عملی بھی۔ ایک دفعہ حضرت مولانا عبد السلام صاحب دہلوی مرحوم و مغفور کا تذکرہ ہوا۔ اوران کے وحدۃ الوجودی ہونے کے سلسلہ میں بات چلی تو آپ نے اس مسئلہ پر ایک سیر حاصل بحث فرمائی کہ مولانا عبد السلام صاحب یوں کہتے تھے اور یوں فرماتے تھے۔ گویا ساری بات آپ نے گفتہ آید در حدیث دیگر ارشاد فرمادی عملی مجاہدے کا یہ عالم تھا کہ کٹک جیل میں آپ تھے تو یہ مشہور ہوا کہ رات میں حضرت جیل کی بند کوٹھری سے باہر اور زنجیروں سے آزاد ہو کر صحن میں پھرتے ہیں اور ذکر و نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ جب آپ چھوٹے تو مجھ سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا حضرت وہ کیا قصہ تھا۔ تو کہنے لگے ارے کچھ نہیں، ایک حجام تھا جو جیل میں میری حجامت بنانے آتا تھا۔ اسی نے اس کو بڑی شہرت دی، پھر تھوڑی دیر بعد

فرمایا وہاں ایک کمیونسٹ لیڈر بھی میرے ساتھ جیل میں تھا۔مختلف مسائل پر اس سے تبادلۂ خیال ہوتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ بھی کہنے لگا ہوسکتا ہے کہ آپ کو یہ غیر معمولی طاقت حاصل ہو۔ کیونکہ آپ محنت بہت کرتے ہیں۔ یہ اشارہ عبادت و ریاضت کی طرف تھا۔ الغرض حضرت محترم اہل سنت کی آبرو، دین کا وقار، اور روحانیت کا پرچم تھے۔ اللہ تعالیٰ قوم کے اس عظیم زخم پر جوان کے فقدان سے لگا ہے مرہم رکھے اور ملت میں ان کے امثال پیدا فرمائے۔

حضور مجاہد ملت اور حافظ ملت کو حضور صدر الشریعہ کا دیدار

حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری
نائب صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

فقیہ اعظم ابی المکرّم حضور صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان فیض رسانی کے معاملہ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ بے شمار افراد آپ کے فیض تعلیم و تربیت سے مالا مال ہوئے۔ ہندو پاک کے اہل سنت کی تقریباً نوے فی صد درسگاہیں آپ ہی کے تلامذہ سے آباد و منور ہیں۔ حضور صدر الشریعہ کے فیضان کی ایک منفرد خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ ایک طرف اگر آپ کے تلامذہ علم و عمل کے سنگم نظر آتے ہیں تو دوسری طرف روحانیت کے علمبردار اور تصوف و اخلاق کی واضح تصویر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ آپ سے نسبتِ تلمذ کو عمل و کردار کی سند تصور کیا جاتا ہے۔ جلیل الشان معاصرین نے بھی آپ کے علم و کردار اور مردم ساز شخصیت کا اعتراف کیا ہے حضور صدر الشریعہ نے افراد سازی کے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں سب سے نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اجمیر مقدس کے دورانِ قیام تقریباً دس افراد پر مشتمل ایک ایسا کاروانِ علم و عمل ترتیب دیا جس کا ایک ایک فرد مینارِ علم و فن ثابت ہوا اور میدانِ عمل کا آہن بھی۔ استاذ العلماء حضرت حافظ ملت، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب، حضور مجاہد ملت، صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی صاحب، مفتیِ اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب (مدظلہ العالی) شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری علیہم الرحمہ وغیرہم اسی مقدس قافلہ کے اہم ستون ہیں۔ خود صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اس جماعت پر ناز فرماتے تھے اور انھیں اولاد نسبی سے زائد محبوب رکھتے۔ ان میں کا ہر ایک آسمان فضل و کمال اور علم و فن کا

آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا۔ یہ حضرات اپنے اپنے دور میں درس و تدریس، تعلیم و تربیت، رشد و ہدایت، بیعت وارشاد اور منزل سلوک کے امام شمار ہوتے ہیں۔

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ منقول و معقول کے متبحر عالم تھے۔ اگرچہ آپ نے ایک عرصہ مسلسل تدریس کو خیر باد کہہ رکھا تھا تاہم ہر موقع اور ہر محفل میں آپ کے علم کو مستحضر پایا گیا۔ تنقیح مسائل اور نقد دلائل میں آپ کا جواب نہ تھا۔ مناظرہ ومحاکمہ میں تو آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

خدمت خلق، اصلاح معاشرہ اور ملکی سالمیت کے مسائل میں آپ امام الائمہ کے منصب پر فائز تھے۔ ان امور میں آپ کی جرأت و بے باکی کو جیل کی سلاخیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی نرم نہ کر سکیں۔ اس مرد حق آگاہ کی عجیب شان تھی کہ اس نے کھلے میدان تک ہی اپنا مشن محدود نہیں رکھا بلکہ قید و بند میں رہ کر جیل کے قیدیوں میں بھی آپ تبلیغ محاسن او تربیت اخلاق میں مصروف رہتے۔ میرے دور تعلیم میں جب کہ حضرت مجاہد ملت غازیپور جیل میں مقید تھے، اس وقت باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ جیل کے چھ غیر مسلم قیدی آپ کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔ اسی قسم کے تبلیغی کارنامے ہر بار قید و بند کے دوران نظر آتے رہتے تھے۔ نہ معلوم کتنے چور ڈاکو آپ کے آگے تائب ہوئے اور کتنے بدمعاش افراد کو آپ کی نگاہ کیمیا اثر نے زاہد و پارسا بنا دیا۔

حضرت مجاہد ملت ایک صاحب کشف و کرامات بزرگ بھی تھے۔ اسی لئے آپ کی تبلیغ میں غضب کی تاثیر بھی تھی۔ آپ ہر کمال میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے۔ سنت وشریعت کی پابندی و پاسبانی میں پوری زندگی گذار دی۔ شریعت کے خلاف قدم اٹھنے کا سوال ہی کیا جب کہ انھیں خالی سنتوں کا فوت ہونا بھی گوارا نہ تھا۔ دینی ضرورتوں میں بے دریغ سرمایہ صرف کرتے۔ رئیس اعظم تھے مگر زندگی فقیرانہ انداز میں

گذاری۔ گویا آپ روحانی و مادی دونوں طرح فیوض و برکات کا سر چشمہ تھے۔ ہندوستان بھر کے بزرگوں کے آستانوں پر پابندی سے حاضری دیتے تھے۔ آپ نے متعدد بار حج کیا اور متعدد بار بغداد شریف کی زیارت فرمائی۔

غالباً ۱۳۹۱ھ یا ۱۳۹۲ھ کا واقعہ ہے کہ طویل غیر حاضری کے بعد عرس امجدی میں گھوسی وارد ہوئے، عرس کے اجلاس میں دورانِ تقریر اپنی مسلسل غیر حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ عرس کی آمد پر مجھے ہر سال حضرت علیہ الرحمہ کی زیارت خواب میں ہوتی رہی ہے۔ جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ حضرت مجھے طلب فرمانا چاہتے ہیں مگر چند ضروری مصروفیات عین وقت پر ہمیشہ رکاوٹ بن جایا کرتی تھیں۔ امسال بھی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اس کیفیت میں کہ انداز سے جلال ظاہر ہو رہا تھا، یہی معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ اسی دوران عرس کا دعوت نامہ بھی موصول ہوا۔ اب تو بہر صورت آنا تھا اور آ گیا۔ ابھی سلسلۂ تقریر جاری ہی تھا کہ آپ اچانک مزار مقدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ رقت انگیز لہجہ میں معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت صدر الشریعہ کی کرم فرمائی بھی پیش کرتے جاتے تھے مجاہد ملت کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تقریر شروع کی۔ دورانِ تقریر بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ جملہ صادر ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ بلا شبہ ولی تھے اور اب بھی اسی طرح زندہ ہیں جیسے پہلے تھے۔ ابھی ابھی حضرت مجاہد ملت نے ان کا دیدار کیا۔ اتنا فرماتے ہی حضرت سنبھل گئے اور فوراً اپنی تقریر کا رُخ موڑ دیا۔ چنانچہ جو حضرات متوجہ تھے اور حضرت حافظ ملت کے کشف و کرامات نیز انداز بیان کا علم تھا وہ تو عقدہ حل کر چکے تھے۔ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ حافظ ملت اور مجاہد ملت جنھیں حضرت صدر الشریعہ سے قرب خاص حاصل ہے، ان دونوں حضرات کو اس وقت حضرت صدر الشریعہ کا سر کی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوا۔

حضرت مجاہد ملت کی اس عقیدت کا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ عین وصال کے دن کوئی صاحب آپ کی طرف سے نذرانے لے کر گھوسی حاضر ہوئے اور حضرت والدہ ماجدہ کی خدمت میں یہ کہہ کر بھیجا کہ حضرت مجاہد ملت نے فرمایا ہے کہ فقیر کا یہ آخری نذرانہ قبول فرمالیں۔ پھر وفات کی مماثلت بھی اس طرح ہوئی کہ آپ کا وصال بھی بمبئی میں ہوا اور جنازہ مبارکہ وطن منتقل کیا گیا بالکل یہی معاملہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ رب قدیر ان نفوس قدسیہ کے مرقد اطہر پر انوار و رضوان کی گھٹائیں برسائے۔ آمین، **ومتعنا بفیوضھم فی الدارین.**

مجاہد ملت علوم وفنون اور مجاہدانہ کردار کے پیکر

حضرت علامہ حکیم سید شاہ عزیز احمد ابوالعلائی
بی.آ ئی.ایم.ایس.سابق آ ئی.اے.ایم.بی.ممبر آف ڈی.آر.یو.سی.بی.
ناردرن ریلوے زیب سجادہ خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ، الہٰ آباد

عاشق رسول حضور مجاہد ملت شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری اڑیسوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال سے جہاں ان کے بے شمار عقیدت مندوں کو تکلیف پہنچی ہے وہیں اس فقیر کے دل پر بھی کافی گہرا اثر پڑا ہے۔ وصال کی خبر ملتے ہی سینے میں طوفان جاگ اٹھا، آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور دیرینہ تعلقات و مراسم کا ایک ایک منظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگا۔ کرب واندوہ کا یہ جذبہ، وقتی نہیں ثابت ہوا بلکہ آج بھی مجاہد ملت کی جیسے ہی یاد آجاتی ہے قلب وجگر بے چین ہو کر رہ جاتا ہے۔

مجاہد ملت، حضور صدر الشریعہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور حضور صدر الافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نہ صرف قیمتی یادگار تھے بلکہ نمونۂ اسلاف اور ملت اسلامیہ کے روحانی پیشوا بھی تھے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ رشد و ہدایت اور تبلیغ و اصلاح میں صرف کیا آپ اسلام کے ایک بے خوف سپاہی تھے۔ کسی بھی محاذ پر گھبراتے نہیں دیکھا گیا۔ اپنے معاصرین میں مجاہد ملت کا مجاہدانہ کردار غالباً سب پر بھاری تھا، جو نوجوانان ملت کو شیروں کی طرح جینے کا درس دیتا رہا اور ناموسِ رسالت کا پرچم بلند کرنے کا حوصلہ عطا کرتا رہا۔

مسند تدریس سے ہٹنے اور علما کا ایک معیاری قافلہ تیار کرنے کے بعد آپ کردار وعمل کے دوسرے فرائض کی طرف خصوصیت کے ساتھ منہمک ہوئے۔ اور آخر دم تک سرگرم عمل رہے۔ خصوصاً مناظر کی حیثیت سے آپ نے امتیازی شان حاصل کی۔ فتنہ پرور جماعتیں آپ کے نام سے کانپتی رہیں۔ کوئی بھی سنی فرد کہیں بھی کسی بدعقیدہ سے

مناظرہ طے کرتا مجاہد ملت اس مناظرہ میں ضرور شرکت فرماتے۔ زندگی بھر مناظروں میں شریک ہوتے رہے اور اپنے علم وفن کی بنیاد پر اہل فتن کی دھجیاں بکھیرتے رہے۔

اتنا بے لوث اور حاضر دماغ مناظر میری نظروں میں اس وقت دوسرا کوئی نہیں۔ ان کے رخصت ہونے سے محفل مناظرہ کو جو دھچکا پہنچا ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

حضور مجاہد ملت جب مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں زیر تعلیم تھے خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ اسی وقت سے آتے تھے۔ حضور سید شاہ عبدالحلیم صاحب اکبری ابوالعلائی قدس سرہ العزیز، جن کے اسم گرامی سے خانقاہ حلیمیہ منسوب ہے آپ کے علم وادب زہد وعبادت اور تقویٰ و طہارت کا سارا شہر گرویدہ بنا ہوا تھا عوام کے ساتھ ساتھ علما اور دانشور ہمیشہ آپ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی بھاری تعداد موجود ہے، الٰہ آباد میں سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ کی یہ پہلی خانقاہ ہے۔ بے شمار لوگوں کی طرح مجاہد ملت بھی آپ سے بے پناہ عقیدت ومحبت فرماتے تھے اور پابندی کے ساتھ تشریف لاتے۔ خصوصاً ہر عرس و فاتحہ میں ضرور حاضر ہوتے اور ان تاریخوں کو بالخصوص یاد رکھتے۔ حضور شاہ صاحب قدس سرہ کی پوری حیات تک خانقاہ کے سالانہ اجلاس میں ہمیشہ مجاہد ملت ہی تقریر کرتے تھے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ ''الٰہ آباد کی اس خانقاہ میں مجھے تقریر کرنے میں جتنا لطف ملتا ہے کہیں نہیں ملتا''۔ حضور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال سے حضرت کو بے پناہ صدمہ پہنچا تھا۔ خانقاہ میں آپ کی یاد میں متعدد بار آنسو بہاتے ہوئے دیکھا گیا۔ مزار پاک پر فاتحہ پڑھنے برابر آتے تھے۔ عرس کے موقع پر جب الٰہ آباد میں رہتے تو ضرور حاضر ہوتے یہ معمول ہمیشہ برقرار رہا۔ دیرینہ آمد ورفت اور تعلقات کی روشنی میں مجاہد ملت مجھ سے بھی شروع ہی سے محبت فرماتے رہے۔ قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور خانوادۂ سادات میں سے ہونے کی وجہ سے بہت خیال کرتے تھے۔ مجاہد ملت سے میرے تعلقات کئی اعتبار سے گہرے

ہوتے گئے۔آل انڈیا تبلیغ سیرت جماعت قائم ہوئی تو مجاہد ملت اس کے صدر منتخب ہوئے اور فقیر کو نائب صدر بنایا گیا۔تبلیغ سیرت کے تبلیغی کارناموں نے سارے ہندوستان میں روشنی پھیلائی۔ابتدائی دور سے لے کر کافی عرصہ تک اس کے زیر اہتمام ایک سے ایک جلسے منعقد ہوئے جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے علمائے کرام کا پورا قافلہ موجود رہا کرتا تھا۔

بعض جلسوں کی تاریخی حیثیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔مثلاً ۹/۱۰/۱۱/ اپریل ۱۹۵۳ء کو انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ بہار میں جو اجلاس منعقد ہوئے اور جس شان و عظمت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئے اس کی تاریخی حیثیت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔شرکت کرنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں۔جید علمائے کرام کا پورا قافلہ اترا ہوا تھا۔تینوں روز کے جلسے کسی عظیم الشان کانفرنس سے کم نہ تھے۔تبلیغ سیرت الٰہ آباد کی شاخیں یوپی، بہار، اڑیسہ، اور بنگال وغیرہ کے علاقوں میں خصوصیت کے ساتھ قائم کی گئیں۔بعض جگہوں میں اس کی شاخیں آج بھی مصروف تبلیغ و اصلاح ہیں اور اس کی جانب سے اشاعتی کارنامے انجام پا رہے ہیں۔مگر شاید جلسوں کا وہ اہتمام باقی نہیں رہا جو کسی زمانے میں اعلیٰ پیمانے پر ہوا کرتا تھا۔الٰہ آباد میں ہونے والے بعض جلسوں کے موقع پر خانقاہ ابوالعلائیہ میں خصوصیت کے ساتھ چہل پہل بڑھ جایا کرتی تھی۔چند علمائے کرام کا یہیں قیام رہتا اور جلسہ میں شرکت کرنے والے بیرونی مہمانوں سے خانقاہ بھر جایا کرتی تھی۔ان کی ضیافت کو میں ہمیشہ اپنی خوش نصیبی سمجھتا تھا، آج بھی سمجھتا ہوں اور جب تک زندہ رہوں گا سمجھتا رہوں گا۔

مقامی و غیر مقامی جلسوں میں میرا اور مجاہد ملت کا بارہا ساتھ رہا اور ایک سے ایک شاندار جلسہ میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔خصوصاً آگرہ، داناپور، منیر شریف، اور بارگاہ عشق پٹنہ سیٹی وغیرہ کے سفر میں الٰہ آباد ہی سے ساتھ رہا اور ساتھ ہی واپسی بھی

ہوئی۔اسی سفر کے دوران پٹنہ میڈیکل کالج کے تاریخی جلسہ میں بھی دونوں نے شرکت کی۔فقیر کی تقریر کے بعد مجاہد ملت نے روح کے موضوع پر اتنی شاندار، جامع اور مدلل تقریر فرمائی کہ سارا مجمع مجاہد ملت کی علمی بصیرت اور عمیق مطالعہ پر جھوم جھوم اٹھا اور نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کرنے لگا۔تقریر ختم ہونے کے بعد ہزاروں افراد نے عقیدت و محبت کے نذرانے پیش کئے اور دعائے خیر کی درخواست کی۔

مجاہد ملت علیہ الرحمہ مصلحت نوازی اور دنیا داری وغیرہ کو کبھی خاطر میں نہیں لائے۔ باطل کے سامنے علی الاعلان صدائے حق بلند کرنے کے عادی تھے۔اسی وجہ سے آپ کو متعدد بار جیل جانا پڑا۔غازی پور جیل میں مقید کئے گئے تو میں حضرت مولانا سید قاری مقبول حسین صاحب حبیبی سابق شیخ الحدیث جامعہ حبیبیہ الہ آباد و خطیب جامع مسجد اور جناب حاجی عظیم اللہ صاحب الہ آبادی سب سے پہلے ملاقات کرنے گئے۔ کہنے کو حضور مجاہد ملت جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے تھے مگر چہرے پر قید و بند کا ہلکا سا بھی اثر نمایاں نہیں تھا۔تعلقات و مراسم کے موضوع پر تو باقاعدہ ایک کتاب تک مکمل ہو سکتی ہے مگر عرض صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہ العزیز سے بھی میرے تعلقات بہت گہرے تھے۔مجھ سے بڑی شفقت و محبت فرمایا کرتے تھے۔اپنی حیات میں محدث صاحب علیہ الرحمہ خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ متعدد بار تشریف لائے۔میں نے خود بھی کئی بار حاضری دی۔

ایک بار قبرستان کی زمین کے ایک سنگین معاملہ کے موقع پر میں اور مجاہد ملت خصوصی طور سے کچھوچھہ پہنچے تھے۔واپسی پر ایک روز مسجد ٹاٹ شاہ فیض آباد میں بھی قیام رہا۔

مجاہد ملت کے کارناموں میں مسجد اعظم اور مدینۃ العلم (یعنی جامعہ حبیبیہ الہ آباد) کا قیام غالباً سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ایک قیمتی اور لازوال یادگار، جس

کی اینٹ اینٹ میں قربانیوں اور کاوشوں کی تاریخ دبی ہوئی ہے۔تاریخ قیام ۱۳۵۸ھ سے لے کر اب تک جامعہ حبیبیہ نے ایک سے ایک عالم پیدا کئے۔ دستار فضیلت کے موقع پر ہر سال شاندار جلسہ منعقد ہوتا ہے۔فقیر نے یہاں کے اجلاس میں بارہا شرکت کی ہے۔مجاہد ملت بے باکی، بے خوفی، سادہ مزاجی اور انکساری کے ساتھ ساتھ علوم و فنون، عبادت و ریاضت اور تقویٰ وطہارت کے پیکر نظر آتے تھے۔ باطل کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا، خواہ وہ وادیٔ ہند و پاک ہو یا وادیٔ نجد، ناموس رسالت کے چراغ ہر زمین پر روشن کرتے رہے۔اڑیسہ کے رئیس اعظم تھے مگر ہمیشہ سادگی پسند رہے۔ دو پلی ٹوپی، لمبا کرتا، صدری اور لنگی، حضرت کا خاص لباس تھا۔ جاڑے کے موسم میں زیادہ گرم چادر استعمال کرلیا کرتے تھے۔ایسی بے نیازی وسادگی کے سائے میں زندگی بسر کرنا حیرت انگیز ہے جب کہ اڑیسہ کے رئیسوں میں شمار ہوتے تھے اور ہزاروں بیگہہ زمین کے مالک تھے۔مگر اسلامی زندگی نے حضرت کو فقیری کے سانچے میں ڈھال کر رکھ دیا۔سکّوں کے ڈھیر پر درویشانہ زندگی گذارنے والے کو میں نے بہت کم دیکھا ہے۔مجاہد ملت تقویٰ وطہارت کی دولتوں سے مالا مال تھے۔

استنجا میں کلوخ اور پانی دونوں استعمال کرتے تھے۔ برابر سفر میں رہنے کی وجہ سے ہینڈ بیگ میں مٹی کا ڈھیلا بھی ہمیشہ رکھتے۔ایک دلچسپ واقعہ عرض کرنے سے پہلے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ حضرت کو موسمی پھل کھانے کا شوق اگر بہت نہ بھی سہی مگر تھا ضرور۔سفر کے دوران میں نے متعدد بار ہینڈ بیگ سے پھل نکالتے ہوئے دیکھا ہے ایک بار کسی سفر سے لوٹتے ہوئے حضرت براہِ راست خانقاہ تشریف لائے، ہینڈ بیگ پر نظر پڑتے ہی مجھے پھلوں کا خیال آ گیا، سوچا بچے ہوئے تبرک سے اب ہمیں لوگ استفادہ کریں۔حضرت کے سامنے میں نے ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈال دیا۔اوپری حصہ میں کچھ میلے کپڑے رکھے ہوئے تھے، اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو ساری مسرتوں پر پانی

پھر گیا، میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا کہ اس میں امرود اور سیب کی بجائے مٹی کے ڈھیلے رکھے ہوئے ہیں۔ میری اس ناکامی پر حضرت خوب خوب مسکرائے۔ میں نے عرض کیا ''آئندہ آپ کے بیگ میں ہاتھ ڈالنے کی کبھی جرأت نہ کروں گا'' عزت واحترام کرنے کے ساتھ ساتھ میں مجاہد ملت سے کافی بے تکلف بھی تھا۔ میرے معاصرین اچھی طرح جانتے ہیں، مگر میری ہلکی سی بے تکلفی پر حضرت کو کبھی اعتراض نہیں ہوا بلکہ میری باتوں پر خوب خوب مسکرا دیا کرتے تھے۔

مجاہد ملت کی ذات گرامی کو میں اپنے لئے ایک سہارا سمجھتا تھا۔ مجھے زندگی بھر یہی احساس رہا کہ یہاں میرے دکھ درد میں کام آنے والے صرف مجاہد ملت ہیں جن کو دیکھنے اور جن سے باتیں کرنے کے بعد قلبی سکون ملا کرتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ حضرت کی یاد آتے ہی دل تڑپ کر رہ جاتا ہے اور ان کو دیکھنے کے لئے آنکھیں بے چین ہو جاتی ہیں۔ ایسی روحانی شخصیت، ایسا مذہبی پیشوا جو بے باکی و بے خوفی اور تبلیغ و ارشاد کا شہنشاہ اعظم تھا اور ہزاروں دلوں کی دھڑکنوں میں رچا بسا ہوا تھا افسوس صد افسوس کہ عقیدت مندوں، مریدوں اور شاگردوں کے ایک عظیم قافلہ کو روتا ہوا چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. اب ہماری عقیدت ومحبت اور دینی حمیت کا تقاضا یہ ہے کہ حضور مجاہد ملت کے مشن کے سائے میں جینے کا حوصلہ برقرار رکھیں۔ ان کے جلائے ہوئے چراغوں کو دنیا کی پرفریب آندھیوں سے بچانے کی کوشش کریں اور حضرت کی مجاہدانہ زندگی کے ایمانی نقوش کو سینے میں آباد کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ پروردگار عالم مجاہد ملت کا بدل مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آہ مجاہد ملت، آہ رہنمائے ملت

حضرت مولانا مفتی فضل کریم عظیم آبادی
قاضی ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ (بہار)

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

اس ہنگامہ خیز دنیا میں کسی چیز کو ثبات و قرار نہیں، ہم کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اس دھرتی پر نہ جانے کیسے کیسے صاحب تخت و تاج آئے اور زندگی کے ایام پورے کر کے رخت سفر باندھا اور دنیائے ناپائیدار سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے اور گردش لیل ونہار و حوادثات روزگار نے ان کے نام و نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ چھوڑا۔

مگر اسی عالم رنگ و بو میں کچھ ایسی معزز و ممتاز شخصیتیں بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں جن کی دینی و ملی خدمات اور حسن عمل و اعلیٰ کردار نے انھیں زندۂ جاوید بنا دیا۔ جو لوگوں کے اقلیم قلب و جگر پر اپنی بے لوث دینی خدمت و عظمت کے ایسے گہرے نقوش چھوڑ گئے جو مرور دہور و انقلابِ زمانہ سے بھی محو نہ ہو سکے اور وہ اس کے مصداق قرار دیے گئے کہ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

انھیں برگزیدہ اور محبوبِ خلائق شخصیتوں میں سے اہل سنت کے عظیم رہنما و روحانی پیشوا حضرت علامہ الحاج مولانا حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت و امیر کل ہند خاکساران حق کی ذات گرامی ہے۔ ایک طرف آپ متبحر عالم دین، بلند پایہ مناظر، عظیم مفکر و مدبر اور علوم و معارف کے بحر ذخار تھے تو دوسری

طرف رموزِ طریقت واسرار حقیقت ومعرفت کے رازداں بھی تھے۔حق وصداقت کے داعی اور حق گوئی و بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ یوں تو حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ سے متعدد بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور آپ کی ایمان افروز وطغیان سوز تقریریں سننے کا موقع ملا۔لیکن میرے گوشۂ ذہن میں اب تک وہ باتیں محفوظ ہیں کہ جب ادارۂ شرعیہ بہار کے قیام کے بعد انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں ادارہ کے زیر اہتمام سہ روزہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک کے طول وعرض سے علمائے ملت اسلامیہ کا نورانی قافلہ عظیم آباد پٹنہ میں جمع ہوا۔وہ کتنا مبارک ومسعود موقع تھا کہ شب کے پروگرام میں دانشوران قوم ورہنمایان ملت کی تقریریں ہوتی رہیں، آخر میں حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ اسٹیج پر رونق افروز ہوئے،مجمع ہمہ تن گوش تھا،آپ نے اپنے خاص مجاہدانہ انداز میں تقریر شروع کی اور مسلمانوں پر کیے گئے مظالم کا تفصیلی طور پر ذکر فرماتے ہوئے حکومت پر سخت تنقیدیں کیں اور اسے جابر وظالم حکومت قرار دیتے ہوئے انسداد فساد کے لئے پرزور الفاظ میں متنبہ کیا کہ اگر یہ فتنہ وفساد کا سلسلہ بند نہ ہوا تو حکومت کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ چکی کا پاٹ اگر نیچے سے اوپر آ گیا تو پھر کیا ہوگا۔ آپ نے ایسے سخت الفاظ میں حکومت کی مذمت بیان کی کہ سننے والے کو آپ کی جرأت مندانہ تقریر پر یہ خیال ہو رہا تھا کہ حضرت گرفتار کر لئے جائیں گے۔

آپ نے اثنائے تقریر میں اس جملہ کو بار بار دہرایا کہ میں حبیب الرحمٰن بول رہا ہوں اور جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا ذمہ دار میں ہوں،مجمع ذمہ دار نہیں، باوجود اس کے کہ سی.آئی.ڈی.والے آپ کی تقریر کو قلم بند کر رہے تھے مگر اسلام کا وہ مایۂ ناز رہنما و بے باک مجاہد حکومت وقت کے خوف و دہشت سے مرعوب ہو کر حق گوئی سے باز نہ آیا۔ زندگی کے آخری لمحات تک باطل کے مقابلہ میں نعرۂ حق بلند کرتے ہوئے باطل پرستوں اور بدمذہبوں کو مسلسل شکست دیتا رہا۔دشمنان دین وملت کے پنجۂ ظلم واستبداد

میں گرفتار ہوکر بلکہ جیل کی آہنی سلاخوں کے اندر زندگی گزار کر اور حوصلہ شکن و روح فرسا مصائب وآلام کو برداشت کرکے بھی باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہوا۔ سچ ہے ؎

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حقیقت تو یہ ہے کہ باطل پرستوں اور بدمذہبوں کے لئے جس قدر وہ سخت گیر اور شمشیر بے نیام تھے اس سے کہیں زیادہ اپنوں اور حق پرستوں کے لئے پیکر اخلاص و محبت اور سراپا رحم وکرم تھے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

غرض کہ آپ **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** کے مظہر اتم تھے۔ استقامت فی الدین کے سلسلہ میں جن لوگوں نے آپ کو قریب سے دیکھا اور آپ کی پرفیض صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ آپ اسوۂ رسول اور شرعی قوانین کے کس قدر پابند تھے اور **الاستقامة افضل من الف کرامة** کے پیش نظر آپ شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت کے حسین وخوشنما سنگم تھے کہ طالبان رشد وہدایت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنی روحانی تسکین حاصل کرتے اور بقدر ظرف اس سرچشمۂ ہدایت سے فیضیاب ہوتے۔

آج وہ میر کارواں ہمارے اندر نہ رہا، وہ رحمت الٰہی کی آغوش میں ابدی نیند سو گیا، مگر اس کا کردار وعمل اور اس کے بتائے ہوئے اصول ہمارے لئے مشعل ہدایت ہیں جس پر چل کر گم گشتگانِ راہ حقیقت اپنی کشتیِ حیات کو منزل مقصود پر پہنچا سکتے ہیں ؎

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آہ! محبوب دل مجاہد ملت حبیب الرحمٰن قدس سرہ

حضرت سید شاہ محمد قائم رضوی چشتی نظامی قتیل داناپوری، داناپور، ضلع پٹنہ

موت تو بہر حال آتی ہے مگر اس کے اثرات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس کا عام طور پر کسی خاص شخص وافراد خاندان پر اثر ہو، دوسری وہ جس سے قوم و ملک متاثر ہو۔ دنیا میں ایسی انگنت شخصیتیں ظہور پذیر ہوئیں اور آنکھوں سے چھپ گئیں جو باوجود بعد زمانہ آنکھوں سے دور اور دل سے قریب ہیں۔

مثلاً غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، سلطان الہند حضرت خواجۂ اجمیری، سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شرف الدین بہاری وغیرہم قدست اسرارہم، جو کسی وقت اور کسی حال میں بھی بھولتے ہی نہیں۔ ایسی گراں قدر روحانی ہستیوں کے نقش قدم پر چل کر دین والے الگ اور دنیا والے الگ مستفیض و کامیاب ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔

یہ سلسلہ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک قائم و باقی رہے گا۔ چنانچہ اسی نوعیت کی ایک ہستی جو دین و دنیا دونوں کی سنگم تھی چودہویں صدی ہجری میں خاک کٹک سے ظاہر ہوئی اور پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں اپنے معتقدین ومتوسلین نیز احباب وعوام کو روتا اور نالہ کناں چھوڑ کر خاک کٹک میں ہی روپوش ہوگئی۔

دل اپنی طلب میں صادق تھا، بے تاب سوئے مطلوب گیا
دریا سے یہ موتی نکلا تھا، دریا ہی میں جا کر ڈوب گیا

آج تمام اخبار، رسالے، میگزین اور سارا ہندوستان اس گراں مایہ شخصیت کو خراج عقیدت عاجزانہ و نیاز مندانہ پیش کر رہا ہے۔ یہی وہ گراں مایہ شخصیت اور انمول ہستی ہے جسے سارا ہند و بیرون ہند حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن کے نام نامی و

اسم گرامی سے یاد کرتا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک یاد کرتا رہے گا۔ آپ کی ذات گرامی صفات دین و دنیا کے لئے بے انتہا مفید ثابت ہوئی۔ آپ سے بڑے بڑے تعمیری کام انجام پائے آپ نے جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد جیسے شاندار مدرسہ اسلامی کی بناڈالی اور جماعت خاکساران حق وتبلیغ سیرت کی کامیاب سرپرستی فرمائی۔

آپ دین کی اشاعت بھی کرتے اور قوم وملت کی پشت پناہی بھی کرتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ پیکر کمالات علمی بھی تھے اور حافظ و پشت پناہ قوم بھی۔ عالم، زاہد، متقی، متورع ایسے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل آپ پر صادق۔ ایسے ایسے رموز ونکات دینی بیان فرماتے کہ ''العُلَمَاء وَرَثة الانبیاء'' آپ پر چسپاں۔ دولت ظاہری بھی آپ کی ظاہر مگر اللہ کی راہ میں اسے وقف کر دینا نشان صدیقی کا پتہ دیتا ہے۔ سربکف معرکۂ دینی میں بہ نفس نفیس شریک ہونا شجاعت فاروقی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ امیر الامراء ہوتے ہوئے ساری دولت سے بے نیاز ہو جانا اور حاجت مندوں اور محتاجوں میں لٹا دینا انداز عثمانی کو نمایاں کرتا ہے۔ ہمہ دم یادِ الٰہی میں سربسجود رہنا، اذکار و مراقبہ کا شغل انتساب علوی کا اظہار کر رہا ہے۔

مصیبتوں اور آفتوں میں پھنسنا اور انتہائی مظالم وجور و جفا نیز جیل و اسیری کی صعوبتوں کو اللہ اور اللہ کے دین کے لئے برداشت کرنا، اس پر ثابت قدم رہنا شانِ عابدی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ جامعِ کمالاتِ صوری ومعنوی تھے۔ میں نے حضرت مجاہد ملت کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسوں میں پورے ہندوستان میں اکثر و بیشتر ساتھ رہا۔

آپ کی کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ کبھی اپنی تقریر سے پہلے مجھے تقریر کا موقع ہی نہ دیا، میں نے تو ایسا سادگی پسند درویش دیکھا ہی نہیں۔ تکلفات، زیبائش، آرائش، بالانشینی کو وہاں دخل ہی نہ تھا۔ ایک بار آپ خانقاہ داناپور میں تشریف لائے، اتفاق سے وہ روز میرے حضرت والد ماجد قدس سرہ کے عرس کی تاریخ تھی، میلاد شریف کے وقت

ہر چند میں نے حضرت کو تقریر کی تکلیف دینا چاہی۔مگر زبردستی مجھی کو حضرت نے پکڑ کر منبر پر بیٹھا دیا۔خاکساری وفروتنی کا یہ عالم اور شجاعت وجوش وہمت واستحفاظ مذہب کا وہ عالم کہ دنیا آپ کو مجاہد ملت کہتی ہے۔اور واللہ حق کہتی ہے۔

مجھے اس وقت ایک حدیث شریف یاد آ گئی،فرمایا حضور انور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔''مجاہد کے جسم کو دوزخ کی آگ چھو نہیں سکتی''۔اس حدیث پاک کے بعد اب کوئی کیا عرض کرسکتا ہے۔

فروتنی ست دلیلِ رسیدگانِ کمال
کہ چوں سوار بہ منزل رسد پیادہ شود

وصلی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ واھل بیتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین.

عالم ربانی

مولانا سید الزماں حمدوی / معرفت موسیٰ رضا پان دکان
نزد امر سنیما، کچی سرائے، مظفر پور

یہ دینی فتنہ و فساد کا دور ہے۔ ہر آنے والے لمحات گذشتہ ساعتوں کے لحاظ سے پُرفتن ہیں۔ کوئی زمانہ ہو اور کیسا ہی خراب و بدتر ہو مگر ''ظاهرين على الحق'' والی غیبی خبر بھی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر رہی ہے اور آج بھی ہے اور تا قیامت رہے گی۔

جس رسولِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ربانی ہے۔ وللآخرة خير لك من الاولىٰ انھیں کے غلاموں نائبوں میں بھی کچھ ایسی قدسی صفات اعلیٰ سمات شخصیتیں اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ہیں اور کتنے گذر چکے ہیں اور کتنے مستقبل میں بھی ظہور پذیر ہوں گے جن کی زندگی کے لیل و نہار اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ ان کی حیات مقدسہ کی ہر پچھلی ساعت پہلی ساعتوں کے اعتبار سے وللآخرة خير لك من الاولىٰ کی تجلیوں سے مالا مال ہے اور انہیں ''ظاهرين على الحق'' کی جماعت کے ایک فرد حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی قدس سرہ بھی تھے اور وہ اس بے دینی والحادی دور میں جس شانِ عزیمت سے احیائے حق و اماتت باطل میں جس طرح شب و روز مشغول رہے واقعی یہ ان کی منفردانہ خصوصیت تھی۔

عالم کی کمی نہیں مگر عالم ربانی یقیناً اس دور میں کبریت احمر سے بھی نادر تر ہے۔

عالم ربّانی کی خصوصیت قرآن حکیم کی روشنی میں:

تیسرے پارہ سورہ آل عمران شریف کی کچھ آیتوں کا ترجمہ رضویہ حضرت صدر الافاضل مرادآبادی قدس سرہ العزیز کے تفسیری نوٹ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کر رہا

ہوں اس کی روشنی میں عالمِ ربانی کے خصائص و امتیازات کا مشاہدہ فرمائیں پھر فیصلہ کریں کہ واقعی حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ اس قرآنی معیار پر عالم ربانی ثابت ہوتے ہیں یا نہیں یا محض معتقدانہ غلو ہے۔

"ماکان لبشر أن یوتیه الله الکتب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللّٰه الآیة" (ترجمہ) کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم وپیغمبری دے اور کمال علم وعمل عطا فرمائے اور گناہوں سے معصوم کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔

شان نزول:

نجران کے نصاریٰ نے کہا کہ ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ ہم انھیں رب مانیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تکذیب کی اور بتایا کہ انبیا کی شان سے ایسا کہنا ممکن ہی نہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول میں دوسرا قول یہ ہے کہ ابو رافع یہودی اور سید نصرانی نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا "یا محمد آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو رب مانیں"۔ حضور نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم کروں، نہ مجھے اللہ نے اس کا حکم دیا نہ مجھے اس لئے بھیجا، ہاں یہ کہوں گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو، اس لئے کہ تم آپس میں پڑھتے پڑھاتے ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم وتعلیم کا ثمرہ یہ ہونا چاہئے کہ آدمی اللہ والا ہو جائے جسے علم سے یہ فائدہ نہ ہوا اس کا علم ضائع اور بے کار ہے۔

ربانی کے معنی عالم، فقیہ اور عالم باعمل اور نہایت دین دار کے ہیں۔ ہم نے ترجمہ اور تفسیری نوٹ کو ہلکے ہیر پھیر سے باہم مربوط کر دیا ہے تا کہ کلام کا تسلسل برقرار رہے۔

آیت متذکرہ کے ترجمہ وتفسیر و ربانی کے معنیٰ پر غائرانہ نہیں صرف طائرانہ نظر

ڈالنے کے بعد علمی و عملی زہد و تقویٰ کے پیکروں کے قافلوں میں کچھ ایسی شخصیتیں ضرور ملتی ہیں جو واقعی اللہ والے اور ربّانیین کی صف میں امتیازی شان رکھتی تھیں۔ جن کا وجود مؤثرانہ قیادت کا حامل تھا۔ اور جس زمانہ میں بھی وہ گذرے ہیں ضرور ان کے اہل زمانہ ان کی شخصیت سے اثر پذیر ہوئے ہیں۔

اس زمانہ میں اہل سنت علما کی صف میں حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی اللہ والے اور ربانی عالم تھے اور نہایت ہی عالم باعمل اور دیندار تھے۔ ایسے عالم حق تھے کہ ہند کیا کسی سرزمین کے علما سوء کیوں نہ ہوں آپ ان کے سامنے اعلانِ حق سے باز نہیں آئے۔

ان کے حق گو اور عالم ربانی ہونے کے گواہ یہ واقعات ہیں جو ابھی بالکل تازہ اور نئے ہیں، ان ایمان افروز واقعے کی خاک ہند بھی گواہ ہے اور دیار حجاز کے ذرے بھی، دونوں ہی ملکوں میں قید و بند و زنجیر و سلاسل کی اذیتوں کو برداشت کیا اور کوڑے و تازیانے کی مصیبتوں کو جھیلا مگر جبین حق گوئی پر کوئی شکن آنے نہیں دی۔

تعلیم دین کا ثمرہ:

حصول علم دین کا ثمرہ و نتیجہ ہی آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی اللہ والا و ربانی بن جائے۔ دین کے نام پر تعلیم کہاں نہیں ہے۔ ہر جگہ ہے۔ مگر اللہ والے و ربانی کتنے ہیں اس کا احساس ہر درمندِ دین و ذی شعور کو ہوگا۔ اس آیت نے علما کو دو گروہ میں تقسیم کر دیا ہے اور یہ تقسیم آج کی نہیں بلکہ بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی زبان حق ترجمان سے برے اور اچھے عالم کا تذکرہ فرمایا ہے جو دفتر حدیث میں موجود ہے۔

اگر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علماے حق و علماے آخرت کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں تو ساتھ ہی علماے دنیا و علماے سوء کے معائب و مثالب بھی بیان فرمائے ہیں، اس کی تھوڑی سی تفصیل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب

سے پیش کر رہا ہوں۔اس کی روشنی میں حضرت مجاہد ملت کے واقف کار حضرات ان کی پوری زندگی کو پڑھیں اور دیکھیں کہ مجاہد ملت ہر دو علما کی کس جماعت میں ہیں۔ان کی تعلیمی زندگی ہو یا تدریسی، امیرانہ زندگی ہو یا فقیرانہ، خالص اسلامی سیاسی زندگی ہو یا مجلسی و خانگی زندگی، وعظ و پند کا جلسہ ہو یا دستار بندی کا۔رشد و ارشاد کی محفل ہو یا بیعت کی کہیں اور کبھی اسوۂ حسنہ سے سرمو بھی انحراف و اغماض نظر آ رہا ہے یا نہیں۔

مجھے امید واثق ہے کہ مجاہد ملت کے پرکھنے والوں کا صرف یہی جواب ہوگا کہ یقیناً آپ اس دور کے حقانی و ربانی عالم تھے اور زمرۂ ربانیین میں بصد افتخار داخل تھے اور صرف علمائے آخرت ہی میں نہیں تھے بلکہ مزید برآں آپ کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ آپ اہل عزیمت تھے، صاحب رخصت نہیں۔ اب مکتوبات مجددیہ کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

دفتر اول وحصہ اول مکتوب ۳۳ر ملا حاجی محمد لاہوری مرحوم کو تحریر فرماتے ہیں۔

علماء را محبت دنیا و رغبت دراں کلف چہرہ جمالِ شان است۔الخ

علما کے لئے دنیا کی محبت اور چاہت میں مبتلا ہونا ان کے چہرۂ جمال کے لئے بدنما داغ و بدزیب پردہ ہے۔گرچہ ان کے علم سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچا ہے مگر خود ان کو آخرت میں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

گرچہ ان سے فی الجملہ تائید شریعت وتقویت ملت بھی ہو جاتی ہے مگر آخرت میں ان کے لئے مفید نہیں۔ کیونکہ ایسی تائید دین ونصرت ملت اہل فجور و صاحب فتور سے بھی پائی جاتی ہے جیسا کہ سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"ان اللّٰہ لیؤیّد ھذا الدین با لرجل الفاجر" دررنگ سنگ پارس اند کہ از مس وآہن ہر چہ باو رسد زر گردد واو فی حد ذاتہ برحجریت خود است الخ

بلکہ گویم کہ ایں علم درحق ذوات ایشاں مضر آمد کہ حجت را برایشاں تمام ساخت ان اشــد

الناس عذاباً یوم القیامة عالم لم ینفعه الله بعلمه .... وتدریس وافتاء وو قتے نافع آید کہ خالصاً لوجہ اللہ سبحانہ، باشد واز شائبۂ حبِّ جاہ وریاست وحصول مال ورفعت خالی باشد.............ایشاں علماءسوء وشرار مردم ولصوص دین وحالانکہ ایشاں خود را مقتدائے دین می دانند وبہترین خلائق می انگارندالخ۔

اسی کے مقابل حضرت مجدد رحمہ اللہ نے علمائے حق وآخرت کی مدح خوانی بھی فرمائی ہے۔وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

آرے علمائے کہ از دنیا بے رغبت اندواز حبِّ جاہ وریاست ومال رفعت آزاد انداز علمائے آخرت اندوورثۃ الانبیاء اند علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات وبہترین خلائق ایشانند کہ فردائے قیامت سیاہیِ ایشاں را بخون شہدائے فی سبیل اللہ وزن خواہند کرد وبلۂ ایں سیاہی خواہد چربید "**ونوم العلماء عبادة**" درشان ایشاں متحقق است۔ایشانند کہ جمال آخرت درنظر شان مستحسن آمدہ وقباحت دنیا وشناعت آں مشاہدہ گشتہ الخ ع ما احسن الدین و الدنیا لو اجتمعا (حوالہ مکتوب،ص:۴۷، دفتر اول حصہ دوم)

یہ خط شیخ فرید صاحب کے نام لکھا گیا ہے اس خط میں غلبۂ کفار واجرا احکام کفر کی شکایت کی گئی ہے کہ دارِ اسلام میں مسلمان بادشاہ وامراء کے ہوتے ہوئے اسلام کی ایسی زبوں حالی قابل صد افسوس ہے۔طویل تمہید کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے یہ خاص خاص جملے قابل غور ہیں۔

''ایں امداد وتقویت خواہ بہ زبان میسر شود خواہ بہ دست سابق تریں دولت مددہا بتبیین مسائل شرعیہ است واظہار عقائد کلامیہ برطبق کتاب وسنت واجماع است۔تا مبتدع وضال درمیان آمدہ از راہ نہ برد وکار بہ فسانہ آنجامد ایں قسم امداد مخصوص بہ علمائے اہل حق است کہ رو بآخرت دارند۔علمائے دنیا کہ ہمت ایشاں دنیائے دنیہ است۔صحبت ایشاں زہر قاتل است وفساد ایشاں فساد متعدی۔

قارئین کرام! حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کے مکتوبات کے ٹکڑے آپ کے سامنے ہیں وہ فرمارہے ہیں کہ دین کی امداد صرف قتل وقتال ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ زبان سے بھی یہ امداد ہوسکتی ہے۔اور علماحق کی سب سے بڑی دینی امداد دینی بداعتقادی کے دور میں یہ ہے کہ وہ برملا شرعی مسائل بیان کریں اور عقائد حقہ کے اظہار میں کوشاں رہیں۔ وہ عقائد حقہ وہی ہیں جو اہل سنت کے علم کلام میں کتاب وسنت واجماع کے مطابق مدون ہیں۔

عقائد کلامیہ کا اظہار بہترین دینی تائیداس وجہ سے ہے تاکہ کوئی اہل بدعت وگمراہ سادہ لوح مسلمانوں کے اندر آکر اپنے اباطیل کے ذریعہ انھیں صراط مستقیم سے ہٹانہ دے۔

اظہار عقائد کے ذریعہ دینی تائید علماحق کے ساتھ مخصوص ہے اور جو علمائے حق بلا رو ورعایت عقائد حق کی اشاعت کرتے ہیں واقعی وہ علمائے آخرت ہیں۔اس کے برخلاف علمائے دنیا ہیں جن کی زندگی کا مقصد حصولِ دنیا ہے، ان کی صحبت امت کے لئے زہر قاتل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے کہ دوسروں کو بھی فاسد کردے گا۔

یہی راز ہے کہ علماء اہل سنت ہر جگہ بدعقیدگی کے خلاف صف آرا رہتے ہیں اور عقائد کا وعظ ان کا شعار ہے جن کو بیمار طینت لوگ تفریق سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد ملت مکتوبات بالا کی روشنی میں یقیناً عالم حق وعالم ربانی تھے زندگی کے ہر دور میں انھوں نے عقائد حقہ کا اظہار کیا اور بلاخوف "لومة لائم" حق گوئی کا حق ادا کیا۔ ان کے دینی مناظرے، عقائد حقہ کے اظہار کے لئے ہی تھے اور وقتاً فوقتاً تشکیل جماعت بھی اشاعت عقائد حقہ کے لئے ہی تھی۔ ہند سے عرب تک قید وبند کی اذیتیں جھیلنا عقائد حقہ ہی کی خاطر تھے اور ان تمام دینی کاموں سے حصول مال وجلب جاہ ورفعت قطعاً مقصود نہیں تھا۔خود رئیس تھے لیکن دین کی خاطر آخرت کے خوف سے فقیری اختیار کی۔ کسرِ نفسی اور وسیع الاخلاقی کا یہ عالم کہ بڑے تو بڑے، ملتے وقت چھوٹے بچوں کے ہاتھوں کو چومتے۔**والعلم عند اللّٰہ.**

مجاہد ملت علم ظاہری کے زاویہ سے

حضرت علامہ الحاج محمد عاشق الرحمٰن حبیبی
صدر المدرسین جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد

اللہ تبارک وتعالیٰ اولیائے کرام وعرفائے عظام پر کیسا فضل فرماتا ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث قدسی روایت کی ہے اس کی عبارت میں موجود ہے: **کنت سمعه الذی یسمع به الی آخر الحدیث.** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔

علامہ عینی علیہ الرحمہ نے شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ عبدالواحد کی روایت میں عبارت کچھ زائد ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ **وفؤاده الذی یعقل به.** یعنی میں اس کا وہ دل بن جاتا ہوں جس سے اسے انکشافات حاصل ہوتے ہیں۔ باری عزوجل کے اجسام وجسمانیات سے پاک ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔

ہاں یہ الفاظ جس فضل خاص اور انعام مخصوص کی نشاندہی کرتے ہیں انھیں صحیح معنی میں عرفا ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اولیائے کرام پر ایسے ایسے امور کا انکشاف ہوتا ہے کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ اگر ان انکشافات کے بعد کوئی شخص یہ کہے ’’یہ تو ہم بھی بتا سکتے ہیں‘‘ تو ایسے شخص کا مقام کسی عجائب خانہ ہی میں ہونا چاہئے۔

ایک وقت پر ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ ایسی عبادت نہ کرے جس کے کرتے وقت دنیا میں کوئی وہ عبادت نہیں کر رہا ہے تو اس کی بیوی پر طلاقیں۔

جیسا کہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کی قسموں کے بعد قسم کھانے والا بہت ہی

پچھتاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسی صورت مل جائے کہ اس کی قسم نہ ٹوٹے اور طلاق بھی نہ پڑے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پچھتانے کے بعد وہ شخص خدا جانے کتنے علما اور فقہا کی خدمت میں پہنچا لیکن قدرت الٰہیہ کو انکشاف منظور نہیں تھا آخر کار وہ شخص ایسی ذات گرامی کی بارگاہ میں پہنچتا ہے جس کی پکار ہے کہ۔

علیٰ بابنا قف عند ضیق المناهج. (جب راہیں تنگ ہوں ہمارے دروازے پر کھڑا ہو جا)

یعنی حضور غوث الثقلین سرکار بغداد شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ عالی میں۔ آپ تسلی دیتے ہیں فرماتے ہیں یہ ابھی حل ہوتا ہے۔ اس کے بعد زبان فیض ترجمان سے اس کا حل اس طرح ارشاد ہوتا ہے کہ کعبہ میں جاؤ اور واقعہ کو عرض کر کے مطاف کو خالی کروا کر تھوڑی دیر کے لئے تم تنہا بیت اللہ کا طواف کرو۔ اس وقت اس عبادت میں دنیا میں تمہارا کوئی شریک نہ ہوگا اور تمہاری بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

دیکھا؟ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس عقدہ کا حل ہم بھی بتا سکتے ہیں تو اس کی یہ بات مضحکہ خیز ہوگی۔ حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب حضرت راجا حامد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تبلیغ وارشاد کے لئے جونپور کی طرف جانے کا حکم فرمایا۔ گھبرائے لیکن شیخ نے مشکل آسان کردی۔ اور ایسا نوازا کہ نامنکشف منکشف تھا۔ مولانا الہ داد خان ایسے عظیم علما نے ناخواندہ جان کر آپ کے بارے میں کچھ اور ہی سوچا تھا لیکن دیکھا تو انگلی دانتوں تلے دبانا پڑی۔

معلوم ہوا کہ کبھی عرفا مدرسی تعلیم حاصل کئے ہوئے بھی ہوتے ہیں اور کبھی مدرسی تعلیم سے خالی بھی ہوتے ہیں لیکن ؎

کھلا جب چمن میں کتب خانۂ گل
نہ کام آیا مُلا کو علم کتابی

کا عالم ہوتا ہے تو وہ امور منکشف ہو جاتے ہیں جن تک علما کی عقلیں رسا نہیں

ہوتی ہیں۔حضور مجاہد ملت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب عباسی قادری قدس سرہ العزیز کا بھی عجیب عالم تھا۔وقت پر ایسی ایسی باتوں کا انکشاف ہوتا تھا کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی اور بعد میں یہ تو بہت ہی آسان تھا کہنے کی ہماری نظر میں کوئی قیمت نہیں ہے۔ اپنی وفات سے تقریباً پچاس سال پہلے بنارس کے غیر مقلدین کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آپ نے یہ چیلنج کیا کہ اگر تم تقلید شخصی کے انکار او براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل کے دریافت کرنے کے دعوے میں پکے ہو تو آؤ!

میرے سامنے ایک حدیث پڑھ کر سناؤ اور اس ایک حدیث سے متعلق میرے تمام سوالات کا جواب دو۔غیر مقلدوں کی نانی مرگئی،کوئی سامنے نہ آیا،ایک زمانے کے بعد جب مودودیوں نے سر اٹھایا آپ نے دوسری بار وہی چیلنج کیا۔ہندو پاک کے تمام مودودیوں کے منھ پر دہی جم گیا اور آپ کے وصال سے چند سال پہلے بنارس میں غیر مقلدوں نے پھر شر انگیزی کی اور مناظرہ تک نوبت پہنچی،آپ نے اپنا وہ چیلنج پھر دہرایا۔ غیر مقلدوں کے پیروں میں مہندی لگ گئی اور ہاتھوں میں چوڑیاں چڑھ گئیں۔کسی کی مجال نہ ہوئی کہ سامنے آسکے۔لیکن ایک سوال تھا۔وہ یہ کہ اگر کوئی غیر مقلد سامنے آجاتا اور کوئی ایک حدیث پڑھ دیتا تو آپ اس سے کیا سوالات کرتے؟اس کے بارے میں علما کی عقلیں حیران تھیں۔

کسی نے یہاں تک کہا یہ تو مجاہد ملت کا ایک چٹکلا ہے۔آخر کار جرأت کر کے پوچھ بیٹھے آپ کے پاس سوالات کی کوئی فہرست بھی ہے'' اگر کوئی حدیث پڑھ کر سنا دے تو آپ کیا پوچھیں گے۔یہ حضور مجاہد ملت کا چٹکلا نہیں تھا۔آپ نے ''الفضل الموھبی'' کا ایک نسخہ اٹھا کر سامنے رکھ دیا۔اور فرمایا دیکھ لیجئے اس میں جتنے علوم و فنون (بالخصوص حدیث سے متعلق فنون) کو شمار کیا گیا ہے ان سب پر اس حدیث سے متعلق جو جو سوالات میرے ذہن میں آئیں گے،میں وہ سب پوچھوں گا۔عقلوں کو ہوش

آ گیا اور معلوم ہو گیا کہ مجاہد ملت کا قول سطح سے تعلق نہیں رکھتا ہے، یہ بہت عمیق ہے۔

خلاصۃ العقائد کے مقدمہ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب برکاتی نے یہ لکھا ہے کہ شیطان کا علم حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے اوسع نہیں ہے۔ آنجہانی مولانا ابوالقاسم صاحب شاہ جہانپوری نے اسے حضور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا قول قرار دیتے ہوئے یہ کہا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک شیطان کا علم وسعت میں نبی علیہ السلام کے علم کے مساوی ہے۔ حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے متکلم وتکلم کو صحیح فرض کرتے ہوئے اس کلام کے بارے میں یہ فرمایا کہ ہرگز نہیں یہ مقام مقام مدح ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں مساوات بھی نہ ہو۔ یہ وہ قاعدۂ کلیہ تھا جس کے سامنے مولانا ابوالقاسم کو دوبارہ زبان کھولنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ حضرت عارف جامی قدس سرہ نے مسئلۃ الکحل کی بحث میں جو تحقیق فرمائی ہے اسے دیکھنے کے بعد اس جواب کی قیمت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ ویسے یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ ہمارے علمائے کرام نے اس اعتراض کے دوسرے جواب بھی دیے ہیں۔

اوپر کی سطروں میں چٹکلے والی بات ذکر کرتے ہوئے اگر کوئی چٹکلا ہی سوجھے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ لیجئے ایک چٹکلا۔ دھولیہ کے مناظرہ کے موقع پر اہل سنت کے مناظر حضرت علامہ ارشد القادری بول گئے کہ میں ارشد ہوں ارشد! دارالعلوم دیوبند کے مبلغ اول مولانا ارشاد احمد فیض آبادی جو آج کل مناظرہ میں آتے وقت مصنوعی بتیسی لگانا بھولنے لگے ہیں، کڑک کر بولے میں ارشاد ہوں ارشاد! مصدر کو بھول گئے۔

مناظر اہل سنت اس کا خود کیا جواب دیتے یہ ہمیں نہیں معلوم''۔ حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ نے ایک چٹکی لی اور مولانا ارشد کے کان میں چپکے سے فرمایا کہہ دو! بھلا مصدر کو بھول سکتا ہوں المصدر کا لمخنث لایذکر ولایؤنث. جس وقت مولانا

ارشد صاحب نے یہ جواب سنایا ہے تب دیکھتے مولانا ارشاد کا عالم کہ چہرہ کیسے کیسے آثار کا مصدر ہو رہا ہے۔

حضرات علمائے کرام بلکہ مدارس عربیہ کے طلبہ بھی اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ابحاث و مناظرہ کی مجلسوں میں کبھی کبھی تحقیقی جواب کی نسبت الزامی جواب زیادہ مؤثر ہو جاتا ہے۔ ایسے مواقع پر حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ کے ذہن وفکر ایسی ایسی باتوں تک پہنچ جاتے تھے کہ مقابل مبہوت ہو کر رہ جاتا تھا۔

مدینہ منورہ کے وہابی قاضی اور مسجد نبوی شریف کے امام عبد العزیز بن صالح سے بارہا حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ کی بحث ہوئی ہے۔ ۱۳۹۳ھ میں جب اس کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ ہم لوگ توسل واستغاثہ کو جائز سمجھتے ہیں، اس نے پہلے تین بار یہ کہا کہ یہ شرک جلی ہے۔ لیکن اس کے بعد اس نے غور کیا اور یہ کہا کہ ہاں اگر وہ زندہ ہو اور سامنے موجود ہو تو جائز ہے۔ حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ نے اس مقام پر توسل واستغاثہ کے جواب پر دلیل پیش کرنے کے بجائے الزامی جواب کو زیادہ انسب تصور فرمایا۔

آپ کا جواب یہ تھا کہ تمہارے یہاں زندہ خدا کا شریک ہوسکتا ہے مردہ خدا کا شریک نہیں ہوسکتا! یہ ایسا جواب تھا جس کے سامنے قاضی کی عقل اپنا ہوش کھو بیٹھی۔ اور سوائے دھتکارنے اور دھکے مارنے کے کوئی دوسری صورت اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔

ضرورت ملّی کے پیش نظر اپنے وصال سے تقریباً تیس برس قبل آپ نے مدرسی تدریس کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد جب جب ضرورت پیش آتی تھی آپ علوم دینیہ کی کتابیں دیکھتے تھے اور آخری عمر میں تصوف کی کتابوں سے آپ کی دلچسپی بہت ہی بڑھ گئی تھی۔ اس سے کبھی کبھی یہ سمجھ میں آتا تھا کہ آپ شاید اپنا پڑھا پڑھایا سب بھول چکے ہیں۔ اور دوسرے معاملات میں نسیان کو دیکھتے ہوئے یہ خیال اور بھی پختہ ہو جاتا تھا لیکن موقع پر جب ارشاد ہوتا تھا تب یقین کرنا پڑتا تھا کہ ایسا نہیں ہے۔ حضرت امام

مالک رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی (المدونۃ الکبریٰ) جو امام سحنون کی روایت کردہ ہے خدا جانے کس زمانے میں حضور مجاہد ملت نے دیکھی تھی۔ جب قصبہ دھرم شالہ میں ایک بہاری مولوی صاحب کسی بہاری مولوی صاحب سے فتویٰ لے کر آئے کہ شوہر کو غائب ہوئے چار سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے لہٰذا امام مالک کے قول پر عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے آپ نے اس فتویٰ کو دیکھتے ہی فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔

یہ ہرگز امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب نہیں ہے۔ ہمارے فقہا خود فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ مطلق نظر آیا ہو لیکن کسی معتمد فقیہ نے اسے مقید قرار دے دیا ہو تو اب اسے مقید ہی مانا جائے گا۔ تو جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس مسئلہ میں اپنے حکم کو مقید کرتے ہوں تو پھر کیا ہوگا۔

میں نے خود مدوّنہ میں دیکھا تھا کہ حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مفقود الخبر کی عورت چاہے پہلے کتنے ہی سالوں تک انتظار کر چکی ہو جس روز وہ قاضی کے سامنے مرافعہ کرے گی اس وقت قاضی صاحب ان مقامات کی طرف خطوط وغیرہ بھیجیں گے جس طرف اس مرد کے ہونے کا خیال ہو، جب کسی قسم کی اطلاع اس کے بارے میں نہ ملے گی تب وہ اسے چار سال انتظار کرنے کا حکم دیں گے۔ اگر اس چار سال کی مدت کے اندر وہ نہ آئے اور پھر وہ عورت قاضی صاحب کے سامنے حاضر ہو تب وہ اس روز اس مرد کی وفات کا حکم فرمائیں گے اور اس عورت کو عدت وفات گذارنا ہوگی۔ اس کے بعد وہ دوسرے مرد کے لئے حلال ہو جائے گی۔ اس کے کچھ روز کے بعد المدونۃ الکبریٰ تلاش کی گئی اور زوجۂ مفقود الخبر کی عدت کا مسئلہ دیکھا گیا۔ وہی ملا جو حضور مجاہد ملت قبلہ نے فرمایا تھا۔ اس سے جہاں امور دینیہ کے سلسلہ میں آپ کے حافظہ کے قوی ہونے کا یقین ہوتا ہے وہیں اس بات کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ آج کل کے مولوی زوجۂ مفقود الخبر کی عدت کے معاملہ میں حضرت امام مالک کے قول پر جو یہ فتویٰ دیتے

ہیں وہ حقیقتاً حضرت امام مالک کا مذہب نہیں ہے۔ باری تعالیٰ کی صفت سے متعلق حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ سے علمائے کرام، مدرسین وطلبہ کی کئی بار بحثیں ہوئیں۔ وہ حضرات شرح عقائد نسفیہ ایسی کتابوں کے مطالعہ پر مبنی اپنی معلومات کے پیش نظر اس بات پر اڑتے رہے کہ کلام نفسی قدیم ہے لیکن لفظ حادث ہے۔ اس کے برخلاف حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ اپنے اس موقف پر ہمیشہ ڈٹے رہے کہ ہر گز نہیں لفظ قدیم ہے۔ ہمارا تلفظ حادث ہے۔

ابتداءً حضور کی یہ بات سب کو حیرت میں ڈال دیتی تھی۔ لیکن جب اس کے متعلق تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ حضور ہی کا قول حق ہے۔ علامہ سید شریف جرجانی قدس سرہٗ نے شرح مواقف میں بحث کلام کے اخیر میں اس کے بارے میں تحریر فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس کی تحقیق پر قاضی عضدالدین علیہ الرحمہ کا ایک مستقل مقالہ ہے۔

حضرات متقدمین کے نزدیک باری تعالیٰ کی صفت کلام کی کوئی تنویع نہیں تھی یہ سب متأخرین کا اختراع ہے۔ اگر یہاں لفظ کو قدیم نہ مانا جائے تو اس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار بھی حلال ہو جائے گا۔ اس موضوع پر حامل علم قدسی حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ نے بھی اپنی تصنیفات میں افادہ فرمایا ہے۔

اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ''**المستند المعتمد**'' میں اس کی وضاحت فرمائی ہے اور اخیر میں یہ بھی فرما دیا ہے کہ **من عرف فقد عرف ومن لم یعرف فعلیه ان یؤمن به.**

سطور بالا سے حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ کے علم کا اندازہ ہو ہی جائے گا اور جو حضرات اس طرح آپ کی صحبت میں رہے کہ ''**لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید**'' وہ اسے بہتر سمجھ سکتے ہیں ہاں جو اس فیض سے محروم رہا وہ اگر یہ لکھے کہ آپ کے فلاں تلمیذ کو دیکھ کر آپ کے علم کا اندازہ ہوتا ہے تو اسے معذور ہی رکھنا چاہئے۔

حضور مجاہد ملت ایک عظیم مناظر

حضرت مولانا شاہ ابوالبخت محمد عبدالوحید فریدی، بنارسی
سجادہ نشین خانقاہ نوریہ، شکرتالاب، بنارس

محبی جناب بھائی محمد عبدالحکیم صاحب زیدت مکارکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عالی جناب مشتاق احمد خان صاحب کے مکان پر میری آپ سے ملاقات ہوئی۔ حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر آگیا تو آپ کی فرمائش ہوئی کہ اس کو لکھ کر دے دو۔ آج اتفاقاً بالکل خالی تھا سوچنے لگا کہ کون سا کام کیا جائے آپ کی صورت نگاہوں کے سامنے آگئی، ذہن نے کہا کہ آج آپ کی فرمائش پوری کر دی جائے۔ بات یوں تھی کہ والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلسل علیل رہا کرتے تھے اسباق کا بڑا نقصان ہوتا تھا۔ دو دو تین تین ماہ پر ایک سبق ہوتا تھا اور اس طرح سے شرح مأۃ عامل تک پہنچا تھا۔ اسی درمیان حضرت والد نے شادی بھی کر دی تھی اور تین بچوں کا باپ ہو چکا تھا کہ اتفاقاً سیدی وسندی ومولائی حضور صدر الافاضل قدس سرہٗ العزیز کی بنارس میں تشریف آوری ہوگئی مجھ سے میرا پورا پورا حال پوچھا سب کچھ من وعن سنا دیا ''فرمایا کہ تم میرے ساتھ چلو'' میں چلا گیا، شب و روز قدموں میں حاضر رہا کرتا تھا۔ تذکروں کے دوران ایک مرتبہ حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی آگیا، میرے حضرت کی چشمہائے مبارک میں نمی آگئی اور فرمایا کہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کا عجیب حال تھا ان کے والد ماجد رئیس تھے دوسو روپئے ماہوار آتا تھا جس طالب علم کے پاس کپڑا نہ ہوتا مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اس کا کپڑا بنوا دیتے جس کی جاگیر نہ ہوتی اس کے لئے ہوٹل میں کھانا کھانے کا انتظام کرتے۔ فرماتے کھاؤ اور پڑھو' پندرہ سولہ طالب علموں کے کھانے کا بندوبست کر دیا کرتے تھے۔ حضرت اس واقعہ کو فرماتے جاتے

اور آنکھوں سے اشک جاری رہتے فقیر کو ان کی زیارت کا شوق ہوا تو فرمایا ''اگر دو سال قبل آ گئے ہوتے تو دیکھ لیا ہوتا ان کو گئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ میں چونکہ حضرت مجاہد ملت کے حلیہ مبارک کے بارے میں پہلے ہی اپنے حضرت سے پوچھ چکا تھا اس لئے حضرت مجاہد ملت فراغت کے بعد جیسے ہی بنارس تشریف لائے فقیر نے پہچان لیا۔

محلّہ سدانند بازار میں ایک صاحب حاجی عبدالغفور نامی تھے اب مرحوم و مغفور ہو چکے ہیں، انھوں نے ہی مدرسہ فاروقیہ قائم کیا تھا، حضرت نے انھیں کے یہاں قیام فرمایا حضور والدی مرشدی نور اللہ مرقدہٗ سے ملاقات کے لئے میرے یہاں بھی تشریف لائے تھے اسی زمانہ میں ایک غیر مقلد مولوی ابو القاسم محلّہ دارانگر میں رہا کرتا تھا اور بڑی بدتمیزیاں کرتا رہتا تھا۔ والدِ بزرگوار علیہ الرحمہ سے مجاہد ملت نے جب سارا حال سنا تو اس کے تعاقب میں لگ گئے اور آخر کار ایک روز پکڑ ہی لیا۔ پوچھا آپ اہل حدیث ہیں؟ کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا ''حدیث کی جو بھی کتاب تمہارے پاس ہے اس میں سے جہاں سے چاہو پڑھو اور اس حدیث شریف کے متعلق میں جو سوال کروں اس کا جواب دے دو تم کو ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اتنا سنتے ہی بھاگ کھڑا ہوا، مگر مجاہد ملت بھی اس کے پیچھے پڑ گئے وہ بھاگتا پھرتا اور مجاہد ملت تعاقب میں رہتے ایک روز وہ اپنے گھر میں داخل ہو ہی رہا تھا کہ مجاہد ملت بھی پہنچ گئے۔ اس کو احساس ہو چکا تھا کہ مجاہد ملت نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ دریں اثنا مکان سے ایک بچہ نکلا اور اس نے کہا کہ گھر میں نہیں ہیں۔ مجاہد ملت نے فرمایا ابھی ابھی تو میرے سامنے گھر میں داخل ہوئے ہیں جاؤ دیکھو اور بلا کر لاؤ بچے نے دوبارہ آ کر کہا ''ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے پیٹ خراب ہے پاخانہ میں بیٹھے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت مسکراتے ہوئے لوٹ گئے اور سیدھے والد بزرگوار کے پاس تشریف لائے اور سارا حال بیان فرمایا۔ یہ تھی حضرت کی دلیرانہ اور عالمانہ زندگی۔ جن کے نام سے بدعقیدہ لوگوں کے پیٹ خراب ہو جایا کرتے تھے۔

محلّہ بجرڈیہہ بنارس میں غیر مقلدین کا سر اٹھا تو حضرت نے مقابلہ کا اعلان فرمایا۔ علما میں حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فاضل گرامی علامہ مشتاق احمد صاحب، صوفی مولانا سید احسان علی صاحب باندوی، اور حاوی منقول ومعقول علامہ نظام الدین صاحب وغیرہ تشریف لائے۔ وہابیوں نے اپنی جبلی خصلت کا مظاہرہ کیا، اس مناظرہ کو روک دیا۔ دوبارہ ابھی حال ہی میں مناظرہ منعقد ہوا، بڑا کامیاب مناظرہ رہا، طرفین سے روداد یں ابھی شائع ہوئیں مگر وہ اپنی پرانی عادت سے مجبور ہیں اپنے گروہ کو سمجھانے کے لئے واقعہ کے خلاف بہت کچھ اٹائیں سٹائیں لکھ گئے حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔

بنارس میں خلیل داس کے ساتھ مل کر کچھ فتنہ نوازوں نے ایک نیا فتنہ برپا کیا اور پس پردہ اس کو فروغ دینا اوران کا قلعہ تیار کرنا شروع کیا۔ اس زمانے میں حضرت مجاہد ملت بہت زیادہ علیل تھے اسی علالت کی حالت میں کسی ضرورت سے دفعتاً بنارس تشریف لے آئے۔ مجھے گویا دولت عظمیٰ حاصل ہوگئی۔ میرے مخالفوں نے اگر چہ بہت کچھ اثر ڈالنے کی سعی ناکام کی کہ آپ عبدالوحید کا ساتھ نہ دیں گے مگر انھوں نے کما حقہٗ میرا ساتھ دیا سر پرستی فرمائی اور بڑی پر مسرت کامیابی ہوئی جس کو اہل بنارس جانتے ہیں۔ بڑی مسرت کی ایک بات یہ بھی ہوئی کہ یہ مضمون پورا بھی نہ ہوا تھا کہ باغ سیادت کا ایک شگفتہ پھول حضرت علامہ سید شمیم گوہر صاحب قبلہ ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اور ان کے ہمراہ گل گلزار سیادت جلوہ فرمائے مسند قادریت حضرت علامہ حضرت سید اصغر امام صاحب قبلہ بھی تشریف لائے بیک وقت دو سید کی زیارت سے دونوں آنکھوں کو نور، دل کو سرور، اور ایمان کو تازگی میسر آئی۔ اللہ تعالیٰ بکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا سایہ تا دیر سنیوں کے سر پر باقی وساری رکھے۔ آمین، آمین ثم آمین۔ حکم فرمایا کہ حضرت مجاہد ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات سے کچھ اگر معلوم ہوتو

ماہنامہ اشرفیہ کے ''مجاہد ملت نمبر'' کے لئے قلم بند کیجئے میں نے عرض کیا یہ اتنا کر چکا تھا کہ مرادآباد شریف حاضری کا عزم ہوا اس لئے روک دینا پڑا۔ مختصر حالات حاضر ہیں ویسے اگر ان واقعات کو تفصیل سے لکھتا تو مستقل ایک کتاب ہو جاتی۔ یاد باقی۔ صحبت باقی۔

ایک مجاہد کا حج

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب
نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

مکہ مکرمہ اور یروشلم دنیا کے دو عظیم مذہبی اور تاریخی شہر ہیں ان دونوں بلدۂ مقدس نے نہ جانے کتنے انقلاب دیکھے ہیں قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں ان کے چپہ چپہ سے سنی جاسکتی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں تعمیر ہونے والا اللہ کا گھر، اس نے ابرہہ کی فوج کشی اور تباہی کو دیکھا، یزیدی لشکر کی یورش بھی اسے یاد ہے اور خلیل اللہ کے سچے وارث کی وہ واپسی بھی دیکھی ہے جب کفار مکہ کی مزاحمت کی وجہ سے ادائیگیٔ حج کے بغیر مدینہ لوٹ گئے۔

اور ۱۴۰۰ھ کی وہ روح فرسا سرکشی بھی دیکھ لی جب دنیائے اسلام کی عظیم شخصیت جسے ہم مجاہد ملت کے نام سے جانتے ہیں انھیں قاضیٔ شہر نے حج کی ادائیگی اور طواف کعبہ سے روک دیا بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریزی اور ذکر الٰہی سے منع کر دیا۔

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا.

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ زیارت حرمین کے لئے گئے نجدی حکومت کے ایجنٹوں نے دیکھا کہ حضرت سعودی گورنمنٹ کے نمک خوار امام کے پیچھے نماز نہ پڑھ کر الگ فریضۂ الٰہی کی ادائیگی کر رہے ہیں تو ان کی جبین اقتدار پر بل پڑ گیا چنانچہ ان لوگوں نے حضرت سے سوال کیا الگ نماز کیوں پڑھتے ہو؟ آپ نے فرمایا چونکہ تمہارا عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اس لئے میں نماز الگ ادا کر لیتا ہوں۔

نجدی سپاہی آپ کو پکڑ کر اپنے قاضی کے پاس لے گئے اور اس سے آپ کا حال بیان کیا اصولی طور پر قاضی کو پوچھنا چاہیے تھا کہ ہمارے عقائد میں کیا خرابی ہے لیکن اس نے یہ نہ پوچھ کر حضرت سے دوسرا سوال کیا جس کی تفصیل یوں ہے۔

قاضی: کیا تم نے بریلی میں تعلیم حاصل کی ہے؟

مجاہد ملت: جی نہیں میں نے بریلی کے مدرسے میں تعلیم نہیں حاصل کی لیکن امام احمد رضا بریلوی رضوی اللہ عنہ کا معتقد ہوں۔

قاضی: تم نے کہاں پڑھا ہے؟

مجاہد ملت: مدرسہ سبحانیہ الہ آباد۔ مدرسہ معینیہ اجمیر وغیرہ میں۔

قاضی: کیا تم توسل بالانبیاء کے قائل ہو۔

مجاہد ملت: جی ہاں۔ اللہ کا فرمان ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ پھر توسل کا انکار کیوں کر ہوسکتا ہے۔

قاضی: ہمارے مذہب میں توسل شرک ہے لہٰذا تم کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا۔

مجاہد ملت: جب تمہارے مذہب میں توسل شرک ہے تو پھر تم شیعوں کو کیوں حج کرنے سے نہیں روکتے جب کہ وہ انبیا کو کون کہے ائمہ سے بھی توسل کرتے ہیں۔

قاضی: شیعہ چونکہ ہمارے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اس لئے ان کو نہیں روکا جائے گا۔

مجاہد ملت: کیا تمہارے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے شرک معاف ہو جاتا ہے؟

اس مکالمہ کے بعد حق وانصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ قاضی سرنگوں ہو جاتا۔ لیکن اس نے وہی حرکت کی جو کفار مکہ نے کی تھی یعنی حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو حج سے روک کر بذریعہ جہاز کراچی بھیج دیا اس دوران چند یوم قید خانہ میں بھی رکھا طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اللہ کا شیر انتہائی بے خوفی اور جرأت ایمانی کے ساتھ اعلان حق کرتا رہا۔

آپ کی واپسی کی خبر سے دنیائے اسلام میں کہرام مچ گیا اگر ایک طرف کچھ نادان بغلیں بجا رہے تھے اور نجدی حکومت کے اس فعل ناروا کو سراہ رہے تھے تو دوسری طرف ہند و پاک میں جگہ جگہ احتجاجی جلسوں کا انعقاد ہو رہا تھا جس سے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس بات کا ثبوت پیش کر رہا تھا کہ سواد اعظم اور عالم اسلام حضور مجاہد ملت کے ساتھ ہے۔

عروس البلاد بمبئی کی سرزمین پر سعودی ایجنٹوں نے یہ خبر اڑائی کہ اگر مجاہد ملت راہ حق پر ہوتے تو انھیں حج سے کیوں روکا جاتا لیکن جب علمائے حق نے اہل اسلام کو بتایا کہ یہ کوئی نئی افتاد نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے، بہت پہلے سرورکونین علیہ التحیۃ والثناء کو بھی کفار مکہ نے حج کی ادائیگی سے روکا تھا حضور مجاہد ملت نے اس سنت پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دیا کہ سچا عاشق رسول کس طرح سنت رسول کی ادائیگی کا موقع حاصل کرتا ہے اور قدرت اس کے لئے کیسا وقت فراہم کرتی ہے۔

اس سانحہ کے بعد سب سے پہلا احتجاجی جلسہ اتنا عظیم تھا کہ محتاط پریس نے بھی اس کو کئی لاکھ لکھا اس جلسے میں سعودی حکومت کو اس کی حیثیت یاد دلائی گئی اور بتایا گیا کہ عالم اسلام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کے ساتھ ہے نہ کہ غاصب نجدی حکومت کے ساتھ۔ احتجاجی جلسہ میں اس بات پر بھی محاسبہ کیا گیا کہ بھارتی حکومت ہر سال اپنا ایک نمائندہ حجاج کی خبر گیری کے لئے بھیجتی ہے۔ چنانچہ اس سال بھی جنتا حکومت نے اپنے ایک وزیر کو اس کام کے لئے بھیجا تھا آخر اس نے اس سلسلہ میں سعودی حکومت کو اس ناروا حرکت پر کیوں نہیں ٹوکا۔

دوسرے دن اخبارات میں انھیں وزیر صاحب کا یہ بیان شائع ہوا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ میں اس واقعہ کا پتہ ہی نہیں چلا۔ اس بیان کے چند روز بعد گھاٹ کوپر حیات نگر بمبئی میں پھر ایک عظیم احتجاجی جلسہ ہوا جس میں بھاری تعداد میں علما و شعرا شریک

ہوئے راقم الحروف نے اس موقع پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس وزیر کو جنتا حکومت نے حجاج کی خبر گیری کے لئے بھیجا تھا اسے اتنے اہم واقعہ کی خبر بھی نہیں ہوئی اس سے بڑی نالائقی اور کیا ہوسکتی ہے اس کے بعد راقم الحروف نے کہا:

سفارتی آداب کے تحت نجدی حکومت نے ضرور اس نمائندہ کو اطلاع دی ہوگی اور کیا عجب ہے کہ یہ بھی اس سازش میں شریک رہا ہو لہٰذا میں ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے ایک تجویز رکھتا ہوں کہ ہمارے عظیم رہنما اور دینی پیشوا کے ساتھ جس ہندوستانی نمائندے نے یہ بے اعتنائی برتی ہے آج کے بعد مسلمان قوم اس کو کبھی ووٹ نہیں دے گی بلکہ وہ جس سیاسی جماعت میں رہے گا اس کو بھی مسلمان سپوٹ نہیں کرے گا۔ تجویز پاس ہوگئی جس کو اپنی اگلے مہینے کی اشاعت میں ماہنامہ فیض الرسول نے شائع بھی کیا اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ریاست مہاراشٹر کا الیکشن ہوا تو نہ صرف وہ نمائندہ ہارا بلکہ اپنی پارٹی کو بھی لے ڈوبا۔ تب سے آج تک اسے اسمبلی کی آرام دہ کرسی پر بیٹھنے کا موقع نہیں ملا۔ فاعتبرُوا یا اولی الابصار ایک مردِ مجاہد کی نگہِ تیز کا یہ اثر ہے کہ اس نیتا کو اب ذلت وخواری کے سوا کچھ ملنا ناممکن ہے۔

حضور مجاہد ملت جنھوں نے سعودی اقتدار کی پرواہ کیے بغیر شیروں کی طرح گرج کر وادی مکہ میں اعلان حق کیا تھا جس کی پاداش میں انھیں حج سے روکا گیا لیکن کیا دنیا ۱۴۰۰ھ کے ان واقعات کو فراموش کردے گی جو حرم محترم میں رونما ہوئے جس نے یزید پلید کی تمام جسارتوں اور بیجا حرکتوں کو بھی مات کردیا۔

کون نہیں جانتا کہ ادھر حضور مجاہد ملت مکہ مکرمہ سے بغیر حج واپس کیے گئے ادھر کچھ نجدی سرپھروں نے بیت اللہ شریف کے تقدس کو پامال کرنے کے لیے مسلح ہو کر خانۂ کعبہ پر قبضہ کرلیا میں کہتا ہوں نجدی حکومت کی خفیہ پولیس جس نے پچیس تیس لاکھ کے مجمع میں حضور مجاہد ملت کو تاڑ لیا اور پابند قید و رسن کرنے کے بعد دیار پاک سے چلے جانے

کا حکم صادر کر دیا وہ فورس ان مسلح افراد کو بندوق، رائفل، مشین گن، اسٹین گن جیسے اسلحہ لے کر جاتے ہوئے کیوں نہیں دیکھ سکی؟ کیا اب بھی اس میں کوئی شبہ ہے کہ نجدی حکومت کے کارندوں کی سازش سے ہی شوریدسروں کو خانۂ کعبہ کی حرمت سے کھیلنے کا موقع ملا۔

وہ نجدی حکومت جس نے ایک مرد خدا آگاہ درویش صفت کو بڑے تند و تلخ لہجہ میں سعودی حدود سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اب اپنی ہی جماعت کے کچھ سر پھروں کے سامنے بے بس نظر آ رہی ہے۔

ان سرکشوں کی سرکوبی کے لیے سعودیہ گورنمنٹ نے خانۂ کعبہ اور حرم محترم کے تقدس کو جس طرح پامال کیا ہے اس نے یزید کی لشکر کشی کے بعد خانۂ کعبہ کی ہونے والی بے حرمتی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ دنیائے اسلام پر سکتہ طاری تھا کیونکہ مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ جس کے در و دیوار **لبیک اللھم لبیک** کی صداؤں سے گونجا کرتے تھے۔ آج وہاں گولیوں کی سنسناہٹ اور توپوں کی گرج سنائی دے رہی تھی یہ سلسلہ چلتا رہا خانۂ کعبہ کے مقدس ماحول کو ظالم آلودہ کرتے رہے نہ جانے کہاں کہاں سے کمک منگانی پڑی تب کہیں جا کر یہ ہنگامہ ختم ہوا۔

ہندوستان میں جب کہیں حضور مجاہد ملت کی واپسی کا ذکر آتا اور مخالف طنز کے تیر برساتے تو ہمیں کہنا پڑتا کہ یہ تو سنت مصطفےٰ کی ادائیگی ہوئی آخر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تو ایک سال بغیر حج واپس مدینہ تشریف لائے تھے تو معاندین کی طرف سے فوراً یہ اعتراض اٹھایا جاتا کہ اس کے بعد دوسرے سال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے تو ہماری جماعت کہتی ان شاء اللہ حضور مجاہد ملت بھی اگلے سال فاتحانہ شان سے جا کر قصر باطل، ایوان نجدیت کو زمیں بوس کر کے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ دوسرے ہی سال حضور مجاہد ملت اپنے قافلہ کے ساتھ

بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے گئے اس طور پر پوری طرح سے سنت نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہوگئی۔

جب حضور مجاہد ملت آخری حج کی سعادت کے بعد واپس ہندوستان تشریف لائے تو عروس البلاد بمبئی کے تاریخی میدان مستان تالاب پر استقبالیہ جلسہ ہوا جس میں دیوانگان رسول مستانہ وار ٹوٹ پڑے راقم نے دیکھا اتنا عظیم میدان لیکن مجمع کے لیے تنگ ہوگیا تمام ارد گرد کی شاہراہیں بھر گئیں۔اس کے بعد نہ جانے کتنے استقبالیہ جلسے ہوئے یہ اس مجاہد کا آخری حج تھا جس نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کر کے حیات دائمی حاصل کر لی۔

یوں تو نہ جانے کتنے لوگ حج کرتے ہیں لیکن عام انسانوں کا حج اور ہے مجاہد کا حج اور سچ کہا کہنے والے نے ؂

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

حضور مجاہد ملت میری نگاہ میں

حضرت مولانا عبدالرب مرادآبادی
دین نگر پور، ضلع مرادآباد

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ اجمیر شریف سے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے پاس فارغ التحصیل ہو کر مرادآباد تشریف لائے اور جامعہ نعیمیہ میں درس وتدریس کا کام انجام دینے لگے حضرت کی شان نرالی تھی بغیر کسی معاوضہ کے درس وتدریس کا کام انجام دیتے رہے مرادآباد میں حضرت کی شخصیت سے بچہ بچہ واقف ہو گیا حضرت کے لوگ اتنے فریفتہ ہو گئے کہ حضرت کے پاس بیٹھنا فخر سمجھنے لگے مرادآباد کے حکام پر حضرت کا بہت اثر تھا وہاں ایک جج تھا اس کا ایک ایکّہ تانگہ مخصوص تھا اس پر اور کوئی سواری نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ ایکہ حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اور اس جج نے حضرت سے کہا کہ حضور آپ کو جب بھی جس وقت بھی کہیں جانے کی ضرورت پڑے ایکّہ حاضر ہے۔

مرادآباد کے اطراف میں بھی حضرت کی مقبولیت کم نہ تھی ہر طرف رئیس اڑیسہ کہلاتے تھے قصبوں، دیہاتوں کے سبھی لوگ حضرت کی شخصیت سے مرعوب تھے۔

اسی دوران میں نے مدرسہ نعیمیہ میں داخلہ لے لیا اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا تعلیم شروع ہو گئی۔ میری والدہ ہر جمعہ کو مجھ سے ملنے آتی تھیں میرا سرپرست اس وقت میری والدہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ والد گاؤں کے کافی بڑے آدمی تھے۔ خاندان بھی کافی بڑا تھا مشیت الٰہی میرے والد کا انتقال اس وقت ہو گیا جب میری عمر صرف چھ سال کی تھی تو خاندان والوں نے بیوہ ماں کو بہت پریشان کیا یہاں تک کہ زمین گھر وغیرہ سب سے الگ کر دیا۔ میری دو بہنیں ایک مجھ سے بڑی ایک مجھ سے چھوٹی، ہم تین بچوں کو لے کر ادھر ادھر پریشان تھیں اسی بستی میں ایک جھونپڑی میں

وقت گذارنے لگیں والدہ کسی دوسرے کے یہاں جا کر اس کی چکی چلاتیں وہ کچھ آٹا پیسے وغیرہ دیتا اس سے ہم تین بچوں کا گذارا ہوتا۔

یہ وہ وقت تھا جس وقت آٹا ہاتھ والی چکی سے پیسا جاتا تھا اور دھان ہاتھ ہی سے موسل کے ذریعہ کوٹے جاتے تھے بیچاری والدہ مرحومہ اتنی محنت ومشقت اٹھاتیں اور بچوں کے لئے سامان فراہم کرتیں لیکن میری والدہ مرحومہ نے مجھ کو کام نہیں کرنے دیا مجھ سے کہا کہ بیٹا تم پڑھو اور ایک اچھے عالم بنو محلّہ والے اور خاندان والے بھی کہتے تھے کہ یہ عورت کتنی بے وقوف ہے لڑکے کو پڑھا رہی ہے اور اس عمر میں خود کام کر رہی ہے ارے اب لڑکا کام کے لائق ہو گیا ہے کچھ بھی نہ کرے دوسروں کی بھینسوں کو بھی چرائے گا تب بھی کافی پیسہ کما لے گا اس بات کا مشورہ جب ایک عورت نے والدہ مرحومہ کو دیا تو وہ اس پر چراغ پا ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ میں تو اپنے بیٹے کو عالم بناؤں گی تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔

اسی دوران میرا داخلہ جامعہ نعیمیہ میں ہو گیا اور میں حضرت کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے لگا حضرت کی شان ہی نرالی تھی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔اس کے علاوہ کئی ایسے لڑکے تھے جو حضرت کے خرچ سے پڑھ رہے تھے اور ان کو حضرت پیسہ دیتے تھے لیکن کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی۔

حضرت مجھ پر خاص توجہ فرماتے تھے اور اپنے بہت قریب رکھتے تھے ایک دن معلوم کرنے لگے کہ یہ عورت جو تم سے ملنے آتی ہے کون ہے میں نے والدہ کے بارے میں اور اپنے گھر کے بارے میں تفصیل سے بتایا حضرت بغور سنتے رہے اور حضرت کے تیور بدلتے گئے بعد میں حضرت نے فرمایا کہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا اس بات کو تم کیوں چھپاتے رہے خیر اب تم گھر جاؤ اور اپنی والدہ سے میرا اسلام بول دینا اور کہنا کہ کل میں ان کے گھر پر آ رہا ہوں۔

میں حضرت کے حکم پر گھر پہنچا وہاں والدہ مرحومہ سے بتایا کہ حضرت کل ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں والدہ مرحومہ نے سنا اور کہنے لگیں کہ تم نے شاید گھر کا حال حضرت سے بیان کر دیا ہے میں نے کہا ہاں یہی بات ہے خیر ساری بستی والوں کو معلوم ہو گیا کہ فلاں بیوہ کے یہاں حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اڑیسہ تشریف لا رہے ہیں۔بستی کا عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے سرمایہ دار یہ چاہتے کہ حضرت میرے یہاں قدم رکھ دیں گاؤں والے اس بات پر یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھے کہ اتنی بڑی شخصیت ایک بیوہ کے گھر آئے گی جس کے پاس نہ گھر ہے نہ در اگر آئے بھی تو وہ بیٹھیں گے کہاں! لوگوں نے سوچا شاید اس طرف سے کہیں دوسری جگہ جانا ہوگا اور اس لڑکے نے زور دیا ہوگا کہ حضور میرے گھر بھی چلیں گے۔تو حضرت نے ہاں کر لی ہوگی۔

ہمارے یہاں کے ایک صاحب نے اپنے گھر میں حضرت کے لئے انتظام کر لیا کہ اگر آئیں تو میں اپنے یہاں ٹھہراؤں گا اس بیوہ کے پاس کیا بیٹھیں گے۔ بہر حال دوسرے دن حضرت اسی جج والے اکیے سے میری بستی دین نگر پور جو شہر مراد آباد سے صرف چودہ کلومیٹر سنبھل روڈ پر ہے پہنچے لوگ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے اور یہ خبر پوری بستی میں بجلی کی طرح پھیل گئی حضرت میرے یہاں ٹوٹی ہوئی چار پائی پر بیٹھ گئے۔وہ صاحب بھی تشریف لائے جنھوں نے حضرت کے قیام کا انتظام کیا تھا۔ کہنے لگے حضور میرے یہاں چلیں سارا سامان آپ کے لئے ٹھیک ہے وہاں آرام سے بیٹھئے گا۔ حضرت نے بہت ہی ناخوش لہجے میں جواب دیا کہ میں یہاں ان کا مہمان ہوں تمہارا نہیں جب تک یہاں ہوں ان کے یہاں کھاؤں گا رہونگا۔

پھر حضرت نے ہمارے خاندان والوں کو بلایا ان سے فرمایا کہ مجھ کو جانتے ہو سب نے کہا حضور آپ کو کون نہیں جانتا پھر حضرت نے ہمارا معاملہ پیش کیا۔اور کہا کہ اگر تم لوگوں نے جلد ہی ان کی زمین اور گھر خالی نہیں کیا تو اچھا نہ ہوگا۔ جب ان لوگوں کو

ڈرایا دھمکایا تو انھوں نے زمین میں پیداوار کا آدھا حصہ دینے کا وعدہ کیا اور مکان خالی کرنے کا۔ پھر حضرت نے والدہ مرحومہ کو کچھ روپے دیے اور فرمایا کہ ہر ماہ میں تم کو خرچ دیتا رہوں گا۔تم گھر میں رہو، کسی کی چکی چلانے کی ضرورت نہیں۔ پھر حضرت مجھ کو لے کر مرادآباد تشریف لائے۔ پھر کیا تھا زمین کی پیداوار ملنے لگی مکان خالی ہو گیا، جب تک فصل نہیں کٹی حضرت والدہ مرحومہ کو ہر ماہ روپیہ دیتے رہے میرا تو کل خرچ اٹھاتے ہی تھے۔ پھر والدہ سے حضرت نے فرمایا کہ اس لڑکے کو مجھے دے دو۔ والدہ نے فرمایا ایک ہی بیٹا ہے چاہے آپ اپنے پاس رکھیں یا میرے پاس رہنے دیں بہر حال حضرت نے میری پڑھائی لکھائی شادی وغیرہ کی ساری ذمہ داری نبھائی۔ میری شادی سے متعلق حضرت کا ایک کرامت آثار واقعہ یہ بھی قابل ذکر ہے۔

قصبہ سنبھل ضلع مرادآباد میں میری نسبت کے سلسلے میں بات چلی اور کسی حد تک بات طے بھی ہو چکی تھی خود میری مرضی بھی یہیں کے لیے تھی لیکن حضرت نے فرمایا کہ ہم یہاں شادی نہیں کریں گے لڑکی والوں کی طرف سے کافی زور ڈالا گیا۔ مکان تک دینے کا وعدہ ہوا۔لیکن حضرت نے مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس سے بھی بہتر خاندان میں تمہاری شادی کرانا چاہتا ہوں۔ اور شادی وہاں نہ ہو کر ضلع باندہ میں حضرت نے طے کر دی اور باندہ میں میری شادی ہو گئی۔ دوسری طرف اس لڑکی کی بھی کسی دوسری جگہ شادی ہو گئی۔اسی سال اس لڑکی کے بچہ پیدا ہوا اور مشیت الٰہی کہ زچہ اور بچہ دونوں کا انتقال ہو گیا۔

ایک اور کرامت حضرت کی:

وہ یہ کہ جامعہ نعیمیہ میں میرے ساتھ دیگر طلبا بھی تھے۔ ان میں مولانا نظام الدین بلیاوی جو اب الہ آباد میں رہتے ہیں اور مولانا عبد القدوس بھدرک، اڑیسہ، مولانا مسعود الحسن موضع اٹّا ضلع مرادآباد وغیرہم۔

ایک روز مولانا مسعود الحسن صاحب کے یہاں یعنی اکّا حضرت تشریف لے گئے ساتھ میں میں بھی تھا اور بھی دو طلبا ساتھ تھے۔ مراد آباد سے اکّا جاتے وقت راستے میں ایک ندی پڑتی ہے۔ اس کا نام ہے ڈھیلا ندی ویسے تو خشک رہتی ہے مگر جب بارش ہو جائے تو اس کی باڑھ قابل دید ہوتی ہے۔ پہاڑ سے پانی آتا ہے اور اتنی تیزی سے بہتا ہے کہ قدم ٹھیک سے جم بھی نہیں پاتے بہر حال ہم لوگ حضرت کے ساتھ اکّا پہنچ گئے۔ اتفاق کی بات کہ رات کو اتنی بارش ہوئی کہ جس کا حساب نہیں صبح حضرت نے فرمایا چلنے کی تیاری کی جائے لوگوں نے کہا کہ حضور ڈھیلا ندی میں کافی پانی ہے دو پہر تک پانی کم ہو جائے تو جانا بہتر ہے کیونکہ نہ تو یہاں کشتی مل سکتی ہے نہ ہی بغیر کشتی کے جا سکتے ہیں کشتی اس لئے نہیں ہے کہ یہاں مستقل پانی نہیں رہتا بارش ہوتی ہے ایک آدھ دن میں پانی بہہ جاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ میں (حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ) اپنے استاد سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ صبح آجاؤں گا اور شام کو مجھے اڑیسہ بھی جانا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس وقت ندی پار کرنا تو ناممکن ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چلو دیکھیں تو ندی کتنی ہوئی ہے۔ کچھ لوگ حضرت کے ساتھ ندی کے کنارے آئے کچھ بیٹھے رہے یہ سوچتے ہوئے کہ حضرت ابھی واپس تشریف لائیں گے ندی دیکھنے کے بعد حضرت ہم سب لوگوں کے ساتھ کنارے پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ ندی اپنے شباب پر ہے کوئی اندازہ نہیں کتنا پانی ہے اور پانی اس قدر تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا کہ نیچے بالو بھی ساتھ دوڑ رہا تھا۔ بہر حال کنارے کھڑے ہو گئے۔

دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شہر میں دودھ پہنچانے والا دودھیا آیا اس کے پاس لکڑی میں بندھی ہوئی سوکھی ہوئی دو لوکیاں تھی وہ ان کے ذریعہ ہمارے سامنے ندی پار کر گیا حضرت نے مجھ سے فرمایا عبد الرب ایک گاؤں میں رہنے والا معمولی دودھیا ندی پار کر

جائے اور عبدالرب کنارے کھڑا رہے یہ تو بہت محرومی کی بات ہے میں نے کہا حضور اس کے پاس تو سوکھی ہوئی لوکیاں تھیں ان کے ذریعہ ندی پار کر گیا ہمارے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کھڑے ہو کر تیرنا جانتا ہوں چلو تم لوگ میرا ہاتھ پکڑ لو میں آپ لوگوں کو کھینچ کر لے جاؤں گا میں نے کہا کہ حضور میں آپ ہی کا ہاتھ پکڑوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بہت ڈرپوک ہے چلو میں اس کا ہاتھ پکڑتا ہوں اور تم لوگ اس کا ہاتھ پکڑ و اسی طرح ہم تینوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت پانی میں اتر گئے پانی حضرت کی صرف ناف تک رہا۔ اور ہم لوگ کنارے پہنچ آئے اگر چہ ندی میں ہاتھی ڈباؤ سے بھی زیادہ پانی تھا لیکن حضرت کے صرف ناف تک ہی رہا بہر حال ہم لوگ بآرام مدرسہ پہنچ گیے۔

حضرت فوراً مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ کے کمرے میں پہنچے ساتھ میں بھی تھا اب حضرت صدر الافاضل کی نظر دیکھئے مجھ کو دیکھتے ہی فرماتے ہیں کہ عبدالرب ڈھیلا ندی کیسے پار کیا میں نے کہا کہ حضور آج تو بچ ہی گئے آج تو ہمارے حضرت نے تیرا دیا۔ میں نے کیا دیکھا کہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے اور انھوں نے فرمایا کہ عبدالرب یہاں تو انھوں نے صرف تین کو تیرایا ہے قیامت کے دن پتہ نہیں کتنوں کو تیرائیں گے۔

حکام پر حضرت کا رعب بہت رہتا تھا۔ جس دفتر جس شعبے میں حضرت قدم رکھ دیں سبھی لوگ پیچھے پیچھے نظر آتے تھے بڑے بڑے نیتاؤں کو ایسا شرمندہ کیا ہے کہ مارے شرم منہ نہ اٹھا سکے۔

ایک زمین کے سلسلے میں حضرت اور محلّہ الہ آباد کے رہنے والے چوسر خاں تو بہت نیک شخص تھے انھوں نے تو وہ زمین قبرستان کے لئے دی تھی لیکن چوسر خاں کے وصال کے بعد ان کے لڑکے نے زمین اپنی ہونے کا دعویٰ کر دیا بہر کیف مقدمہ چلتا رہا۔

اس زمانہ میں الہ آباد کا کلکٹر بہت ہی مغرور قسم کا آدمی تھا۔ اپنے سامنے کسی کی بھی اہمیت نہیں سمجھتا تھا یہ وٹل نامی کلکٹر پورے الہ آباد پر چھایا ہوا تھا سیدھے منھ بات نہیں کرتا تھا۔ لیکن بااصول اتنا تھا کہ اس کے وقت میں الہ آباد بہت ہی مامون رہا۔

ایک روز حضرت نے فرمایا عبدالرب چلو کلکٹر سے ملنا ہے میں نے کہا کہ صبح ہی صبح پتہ نہیں ملاقات کرے یا نہیں ابھی تو ہم لوگوں نے نماز فجر ادا کی ہے۔ کہیں صبح ہی صبح بدکلامی سے پیش نہ آجائے۔ حضرت نے فرمایا چلو تو سہی خیر ہم دونوں اس کی کوٹھی پر علی الصبح پہنچے وہ اپنی کوٹھی کے پارک میں کرسی ڈالے دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ اس نے کرسی منگائی ہم لوگ بھی بیٹھ گئے دوران گفتگو حضرت نے کلکٹر سے معلوم کیا کہ ایک مولانا کے لئے کھڑے کیوں ہو گئے؟ تو اس نے جواب دیا مولانا یہ نہ خیال کریں کہ وٹل آپ کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ بلکہ میں آپ کی اس خوبی کے لئے اٹھا ہوں جو میں کسی دوسرے عالم کے اندر نہیں پاتا ہوں۔

اس نے کہا میں بہت سے عالموں کی قیمت جانتا ہوں کون کتنی قیمت میں بک سکتا ہے یقین کرو مولانا حبیب الرحمٰن میں جب سے آیا ہوں یہی سوچتا ہوں کہ اس شخص کو کس طرح خریدا جائے میں آج تک آپ کی قیمت لگانے سے قاصر ہوں۔ میرے دل میں یہ یقین ہو چلا ہے کہ یہ شخص پیسوں پر بکنے والا نہیں ہے اس شخص کو چاہے کتنی بڑی دولت شہرت دی جائے لیکن قوم کے خلاف غلط رائے تو درکنار خاموش بھی نہیں رہ سکتا۔ میں آپ کی اس خوبی کے لیے کھڑا ہوا تھا۔

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ جتنے بڑے عالم تھے اتنے بڑے فقیر بھی تھے علم تصوف میں بہت بڑا کمال حاصل تھا۔ مجھ کو خاص طور سے علم تصوف کے بارے میں بتاتے رہتے تھے۔ یہ ان کی نوازش تھی۔ جب بھی بہت پریشان ہوں مجھ کو گھر سے بلا لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے دیار میں ان کو حکومت نے نظر بند کر دیا وہاں سے مجھ کو مراد

آباد خط لکھا کہ دیکھنے کی طبیعت چاہ رہی ہے چلے آؤ میں اڑیسہ پہنچا کئی دن رہا۔

ایک دن حضور مجاہد ملت اور میں اور وہاں کے جیل کا جیلر جیل ہی کے ایک کمرے میں بیٹھے تھے حضرت کے سامنے جیلر مجھ سے کہتا ہے کہ مولانا ان کو یہاں سے لے جاؤ کوشش کرو کہ ان کی رہائی ہو جائے میں نے کہا کہ ان کے جیل میں رہنے سے آپ کو کیا پریشانی ہے وہ کہنے لگا آپ پریشانی کی بات کر رہے ہیں میری نوکری کا سوال ہے کتنی ایسی رپورٹیں ملی ہیں کہ ان کو جیل سے باہر دیکھا گیا ہے میں خوب جانتا ہوں کہ یہ جیل سے باہر نہیں گئے ہیں لیکن اس کے باوجود جیل سے باہر دیکھے گئے ہیں۔

میں نے جیلر کے جانے کے بعد حضرت سے دریافت کیا کہ، کیا حضرت یہ صحیح ہے؟ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ اللہ بہتر جانے۔ بہرکیف ایسے وقتوں پر حضرت مجھ کو نہیں بھولتے تھے۔ اسی طرح حضرت کے وصال سے تقریباً ۲۰/ یوم پہلے مجھے ایک خط ملا جو حضرت کا لکھا ہوا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ میں الہ آباد پہنچ رہا ہوں تم الہ آباد آجاؤ۔ حکم کے مطابق میں الہ آباد پہنچ آیا۔ لیکن حضرت بمبئی سے تشریف نہیں لائے میں انتظار کرتا رہا ایک دن ہوا دو دن ہوئے تین دن ہوئے اسی طرح ایک ہفتہ گذر گیا پھر ایک ہفتہ بعد بمبئی سے ٹیلی گرام آیا لکھا تھا کہ حضرت ایک ہفتہ بعد الہ آباد تشریف لائیں گے اس وقت ان کی طبیعت خراب ہوگئی ہے میں انتظار میں پھر رکا رہا کہ ایک ہفتہ بعد ہی سہی ملاقات کرنے کے بعد جاؤں گا لیکن میری طبیعت پریشان ہو رہی تھی اس کا اندازہ نہیں کر سکا کہ ایسا کیوں ہے پانچ چھ روز بعد میرے دل میں آیا کہ یہیں سے بمبئی چلا جاؤں لیکن میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ بمبئی کا سفر کر سکوں آیا صرف الہ آباد ہی کے خیال سے تھا یہ محض اتفاق تھا ورنہ اتنے پیسے تو؟

یہ سب باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت کی کرامت ظاہر ہوئی ایک صاحب تشریف لائے انھوں نے فرمایا حضرت آپ میرے یہاں آئے تھے اور میں کچھ پیش

کرنا چاہتا تھا مگر موقع ہی نہیں ملا اس نے کچھ روپئے دیے اس کے جانے کے بعد ایک صاحب اور تشریف لائے کہ حضرت دوکان کا افتتاح ہے چل کر قدم رکھ لیجئے اس نے روپئے دیئے اسی طرح کنڈہ ضلع پرتاب گڑھ کے لوگ چلے آئے کہ حضرت پروگرام ہے تشریف لے چلئے۔ وہاں سے روپیہ ملا میرے پاس اتنا روپیہ ہو گیا کہ الٰہ آباد سے بمبئی گیا وہاں دس دن رہا وہاں سے اڑیسہ گیا۔ اڑیسہ سے مرادآباد پھر بھی کافی روپئے بچ گئے تھے۔ بہر کیف حضرت کے انتظار میں مجھ سے نہ رہا گیا اور میں حضرت کے وصال سے ۹ روز قبل بمبئی پہنچ گیا۔ حضرت کا دل مجھ کو دیکھ کر کھل اٹھا سینے سے لگا لیا بمبئی میں حضرت کی خدمت میں میں ہر وقت رہا اسی دوران حضرت کے سینے میں درد اٹھا دوا کھائی کچھ نہ ہوا مجھ سے فرمایا عبد الرب وہی دعا پڑھ کر دم کرو میں نے عرض کیا حضور کون سی دعا حضرت نے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں بتایا ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ قلم کاغذ اٹھاؤ اور لکھ لو۔ حضرت نے دعا مجھے لکھا دی میں نے پڑھ کر حضرت کے سینے پر دم کیا۔ جس سے وہ درد فوراً ختم ہو گیا۔

اسی دوران ٹوپی والے بابا جو بمبئی کے کافی مشہور آدمی ہیں یہ حضور مجاہد ملت کے کافی قریبی تھے ٹوپی والے بابا نے حضور مجاہد ملت سے پہلے ہی وعدہ کرا لیا تھا کہ تم میری نماز جنازہ پڑھاؤ گے۔ حضرت فرماتے تھے کہ تم میرے جنازے کو کاندھا لگاؤ گے اس لیے کہ ٹوپی والے بابا داڑھی پوری نہیں رکھتے تھے بہر کیف دونوں میں معاہدہ ہوا حضرت ٹوپی والے بابا سے فرماتے ہیں کہ اب مجھ کو اجازت دو اور اپنی نماز جنازہ کے لئے کسی اچھے سے آدمی کو تلاش کر لو۔ اس کے بعد اور باتیں ہونے لگیں۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ حضرت کون سی اجازت لے رہے ہیں وصال جمعہ کو ہوا اور یہ گفتگو ٹوپی والے بابا سے بدھ کو ہوئی تھی۔ دوسرے دن میں نے حضرت سے کہا کہ حضور اڑیسہ چلئے یہاں اگر وصال ہوا تو بہت تکلیف ہوگی میں ایسی گفتگو کبھی کبھی حضرت سے کر لیا کرتا تھا اس لئے کہ میں حضرت کی بارگاہ کا بہت بے تکلف تھا۔ میں نے کہا'' آپ ہی نے پڑھایا تھا کہ،

میت کو اس طرح نہلایا جائے جس طرح زخم دھویا جائے یہاں سے اڑیسہ تک جانے میں بہت تکلیف ہوگی''۔ حضرت نے فرمایا جو جھٹکوں میں جائے گا ہی نہیں اس کو تکلیف کیسی؟ میں خاموش ہو گیا حقیقت کا انکشاف بعد میں ہوا پھر حضرت نے فرمایا ''جب پونے چھ بجے تو بتانا، ہمیں کیا معلوم تھا کہ پونے چھ بجے جمعہ کے دن کیا ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر کمال بمبئی کی ایک با حیثیت شخصیت ہے، انھوں نے ہوائی جہاز کا انتظام کرایا یہ بھی حضرت کی کرامت ہی ہے کہ اتنی جلد جہاز کا بندوبست ہوا۔ مستان تالاب پر نماز جنازہ ہوئی ہزاروں آدمیوں کا ہجوم تھا۔ حضرت کا جہاز بمبئی سے کلکتہ ہوائی اڈے پر اتارا گیا وہاں سے موٹر کے ذریعہ دھام نگر شریف لے جایا گیا۔ وہاں جب تابوت کھولا گیا تو پہلی نظر میں حضرت تابوت میں دکھائی نہ دیئے۔ یہ منظر دیکھنے والے ابھی کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ حضرت کو تابوت میں موجود دیکھا گیا۔ لوگوں کا یہ بیان ہے کہ حضرت کی پیشانی پر پسینہ بھی تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس واقعہ کا چرچا ہو گیا ہزاروں عقیدت مند حیرت میں پڑے۔ جب میں وہاں پہنچا تو یہ بات مجھ کو بھی لوگوں نے بتائی۔

دراصل میں جہاز سے اڑیسہ نہیں جا سکا تھا۔ ڈاکٹر کمال صاحب نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ آپ کا بھی انتظام اسی جہاز سے کرا دیتا ہوں مگر میں نے کہا کہ نماز جنازہ تو میں نے ادا ہی کر لی ہے غسل میں نے اپنے ہاتھ سے دیا ہے کفن میں نے ہی زیب تن کیا اب میں حضرت کا یہ سامان لے کر گاڑی سے اڑیسہ جاؤں گا۔ بہر کیف یہ خبر مجھ کو ملی کہ پہلی نظر جب تابوت کے اندر گئی تو حضرت موجود نہیں تھے مجھ کو فوراً یقین ہو گیا حضرت نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ جو جھٹکوں میں جائے گا ہی نہیں اس کو تکلیف کیسی''۔

یہ شان تھی حضور مجاہد ملت کی۔ حضور مجاہد ملت جید عالم اور اعلیٰ ولی تھے۔ میری زندگی کا بہت حصہ حضور مجاہد ملت کی قربت میں گزرا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ میں کون کون سی کرامت گناؤں۔ آخر میں یہی کہنا پڑتا ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اذانِ خطبہ پر مجاہد ملت کا تاریخی مناظرہ

مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی ناظم تعلیمات مدرسہ اسلامیہ رضویہ

سندر پور بازار، سرلاہی ترائی، نیپال

ایک تاریخی مناظرہ بطور مکالمہ:

یہ تاریخی مناظرہ مفتی محمد ابراہیم بنارسی اور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے درمیان جمعہ کی اذان ثانی کے بارے میں ہوا اور بحمد اللہ! حضور محدث اعظم ہند کے جواب سے وہ لاجواب ہوئے اور اس حقیقت کو ماننے کے بعد بغیر دستخط ووضاحت کے بجرڈیہہ سے فرار ہو گئے۔ اس کے کچھ مکالمے جو حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے مفتی ابراہیم سے ہوئے۔ اس کو میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ واقعہ اس طرح ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب کا یہ دعویٰ کہ فقہ کی کسی کتاب میں یہ تشریح نہیں ملتی کہ اذان جمعہ مسجد سے باہر دی جائے الخ۔ اکلیل کے کچھ حصے خریدنے کی غرض سے حضرت مجاہد ملت مولانا الشاہ حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ مولوی موصوف کے یہاں تشریف لے گئے دوران گفتگو جمعہ کی اذان ثانی کا مسئلہ چھڑ گیا تو مولوی صاحب کے کتب خانے سے فتح القدیر کا پہلا حصہ منگایا گیا اور باب صلوٰۃ الجمعۃ، ص:۱۱۴ کی عبارت **فلاولیٰ ما عینہٗ فی الکافی جامعاً وھو ذکر اللّٰہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ** کو پیش کیا۔

جس کے معنی یہ ہیں ''پس ادنیٰ وہ ہے جو کافی میں بطور جامع متعین کیا کہ وہ (اذان) اللہ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی مسجد کے حدود میں کیونکہ داخلِ مسجد اذان مکروہ ہے۔

اس عبارت کو پیش کرنے کے بعد حضرت مجاہد ملت نے مولوی صاحب

موصوف سے دریافت کیا کہ یہ عبارت آپ کی نظر میں ہے یا نہیں ۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ میری نظر میں نہیں ہے اس پر مجاہد ملت نے فرمایا کہ غور کیجئے کافی کی اس عبارت میں **ھو ذکر اللّٰہ فی المسجد** (یعنی اذانِ خطبہ اللہ کا ذکر مسجد میں ہے) میں شبہ ہوتا ہے کہ خطبے کی اذان مسجد کے اندر ہونی چاہئے تو فوراًای **فی حدودہ** سے اس کی تشریح فرمائی کہ عین مسجد نہیں بلکہ حدود مسجد مراد ہے۔**فی المسجد** کی تفسیر ''**فی حدودہ**'' سے فرمایا پھر اس کی وجہ صاف ظاہر فرمائی کہ داخل مسجد اذان کہنا مکروہ ہے۔ اس اشتباہ کو دور کرنے کے لئے کتنا اہتمام فرمایا اور اس اہتمام سے اس پر تنبیہ فرمادی کہ خطبہ کی اذان کے متعلق جس کی عبارت میں اشتباہ پیدا ہوا سے اس تفسیر اور توضیح سے دور کیا جائے خواہ وہ لفظ ''**فی المسجد**'' ہو یا ''**عند المنبر**'' یا ''**قریبا منہ**'' وغیرہ وغیرہ ان سب جگہ امام کے سامنے مسجد سے باہر حدود مسجد میں اذان دینا مراد ہوگا اور امام ابن ہمام رضی اللہ عنہ فقہ اور حدیث میں وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ علماء فرماتے ہیں:

ابن ھمام بلغ رتبۃ الاجتھاد یعنی ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ رتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں۔

اگر اذان جمعہ مسجد کے اندر مکروہ ہونے سے مستثنیٰ ہوتی تو علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان کو اس توجیہہ اور علت بتلانے کی کیا ضرورت تھی بلکہ موصوف کا خاص باب صلوٰۃ الجمعہ میں اذان خطبہ کو خصوصیت کے ساتھ داخل مسجد مکروہ لکھنا اور کہنا یہ واضح کرتا ہے کہ حکم کراہت سے اذانِ خطبہ مستثنیٰ نہیں ہے۔

اگر جناب کی نظر میں اذانِ مذکور کی کراہت کے حکم سے مستثنیٰ ہونے کی اس طرح تشریح ہو تو ارشاد فرمائیں بڑی عنایت ہوگی ۔اس پر مولوی محمد ابراہیم صاحب نے بغیر استثنا کے حوالہ کے ''عندہٗ'' اور ''بین یدیہ'' اور ''قریباً منہ'' وغیرہ کو دہرایا۔

حضرت مجاہد ملت صاحب: یہ استثنا کی تشریح نہیں ہے اس کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں اس کو استثنا قرار دینا آپ کا محض اجتہاد ہے۔جس کا حضرت علامہ ابن ہمام رضی

اللہ عنہ کی مذکورہ عبارت سے قلع قمع ہو جاتا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب: (مجبور ہو کر) ایک آیت پڑھی اور فرمایا کہ یہاں ''بیت'' سے مراد مسجد ہے لہٰذا مسجد میں اذان ہوئی۔

حضرت مجاہد ملت: اس قسم کی کئی آیتیں مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب '' **تنشیط الاذان**'' میں (منسوب بہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی) لکھی ہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان تمام آیات کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں اذان ہوئی اگر یہ استدلال صحیح ہے تو تمام فقہائے حنفیہ پر چھری چل جائیگی۔

مولوی صاحب موصوف: کیوں چھری چل جائے گی۔

حضرت مجاہد ملت: اس لئے کہ آپ لوگ اس قسم کے آیات کریمہ سے مسجد کے اندر اذان بصراحت ثابت مانتے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگوں کے اس اجتہاد کو صحیح ماننے کی بناء پر یہ فساد لازم آتا ہے ورنہ فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مسجد میں اذان کہنے کو مکروہ فرمانا اگر آپ لوگوں کو تسلیم ہے تو بقاعدۂ مناظرہ بطور نقض اجمالی گزارش ہے کہ جواز کی دلیل جاری مدعا سے متخلّف ہے یعنی ان آیاتِ کریمہ سے مطلقاً مسجد کے اندر اذان کہنا ثابت ہوتا ہے اور اذان پنجگانہ آپ لوگ بھی مسجد میں مکروہ مانتے ہیں جو آپ لوگوں کے اجتہاد کی بناء پر ان آیات کریمہ کے مفاد کے خلاف ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب: مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی۔

حضرت مجاہد ملت: مکروہ تحریمی ہو یا مکروہ تنزیہی خلاف سنت تو ماننا ہی پڑے گا۔

تنبیہ: جناب مولوی ابراہیم صاحب کیا آپ کو وہ قول (کہ ہم چونکہ بحمد اللہ حنفی ہیں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حدیث کے معنی جتنا اچھا اور صحیح مطلب یہ سمجھتے ہیں اس سے زائد کوئی نہیں سمجھتا انتہیٰ بلفظک) یاد نہیں رہا یا مجبور ہو کر میں یہ پڑھوں **لم تقولون مالا تفعلون**.

مولوی محمد ابراہیم صاحب: سب فقہا تو مکروہ نہیں کہتے۔

حضرت مجاہد ملت: اکثریت تو ماننا ہی پڑے گا اور کم از کم ان کا صفایا تو ہو ہی جائے گا لہٰذا ان آیات کریمہ سے یہ استدلال غلط ہے یا فقہائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تحقیق۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب: (اس الزام سے جان بچا کر اعراض کرتے ہوئے) حضرت علامہ ابن ہمام کے قول کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اذان خطبہ کو صراحت سے مکروہ کہہ رہے ہیں۔

حضرت مجاہد ملت: اگر آپ کو تسلیم کہ یہ ایک شخص ہیں جو یہ قید لگا رہے ہیں تو بہ قاعدۂ رسم المفتی ہر اس موقع پر جہاں اشتباہ پیدا ہوگا اس کا اعتبار کرنا واجب ہوگا۔

مولوی ابراہیم صاحب: کیوں واجب ہوگا، اس کی کیا دلیل ہے۔

حضرت مجاہد ملت: حضرت علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''غنیۃ المستملی'' میں اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ کوئی امام اگر کوئی قید کسی موقع پر ذکر کریں اور اس کے خلاف کسی دوسرے کی تصریح موجود نہ ہو تو اس قید کا اعتبار کرنا واجب ہوگا۔

مولوی ابراہیم صاحب: یہ عبارت غنیۃ المستملی کی دکھائیے۔

حضرت مجاہد ملت نے کتاب مذکور طلب فرمائی مولوی ابراہیم صاحب تو خاموش رہے۔ مگر ان کے صاحبزادگان نے کہا یہ کتاب کتب خانہ میں نہیں ہے۔ مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا خدا نے چاہا تو میں کتاب لا کر دکھا دوں گا اس پر مولوی ابراہیم صاحب نے کہا اچھی بات ہے دکھلا یئے گا اس کے بعد غازیپور کے مقدمہ کی تاریخ تھی اس سے فارغ ہو کر کتاب لے کر گئے تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب لُہتہ گئے ہوئے ہیں پھر چنار شریف کے عرس کے بعد حضرت مجاہد ملت غلام یٰسین صاحب کے ہمراہ مولوی صاحب موصوف کے یہاں کتاب لے کر گئے اور حضرت علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ کی کتاب غنیۃ المستملی کی عبارت ''**اذا صرّح بعض الائمه بقید لم یروعن غیره منهم تصریح بخلافه یجب ان یعتبروا** (یعنی جب ائمہ کسی قید کی تصریح فرمائیں اور

اس کے خلاف کوئی تصریح کسی اور کی مروی نہ ہوتو اس کا اعتبار کرنا واجب ہے)

یہ عبارت سنائی گئی سننے کے بعد مولوی صاحب موصوف نے دریافت کیا یہ کون سی کتاب ہے نام بتایا گیا تو صفحہ پوچھا تو صفحہ ۷۷۱ مطبوعہ محمدی لاہور بتا دیا گیا اس کے جواب میں بجائے تسلیم یا انکار کے خلیل داس کی طرح شکایتوں کی بھرمار شروع کر دی کہ میرے پاس کئی آدمی بجرڈیہہ سے آچکے ہیں جنھوں نے بتایا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا جواب نہ دے سکے وغیرہ وغیرہ۔

تو فقیر نے بجرڈیہہ سے آنے والوں کا نام دریافت کیا تو مولوی ابراہیم صاحب نے بمشکل ایک نام ولی اللہ کا بتایا پھر بہت اصرار کرنے پر شاہ صفی اللہ کا نام بتایا اور یہ کہا۔ یہ وہاں سے (بجرڈیہہ سے) اس غرض سے نہیں آئے تھے بلکہ بازار سے سن کر میرے پاس آئے۔ (گویا بازار میں مولوی صاحب کے جواب سے عاجز آنے کا ڈھنڈھورا پیٹا جا رہا تھا۔)

حضرت مجاہد ملت: میں تاریخ پر غازیپور گیا اس کے بعد چنار شریف میں عرس کی حاضری ہوئی لوگوں نے مشہور کر دیا ہوگا اسے جانے دیجئے۔ نفس مسئلہ اذان خطبہ کو طے کیجئے اب عبارت حلبی کی دکھائی گئی ہے جس کا آپ نے مطالبہ فرمایا تھا۔ تسلیم فرمالیجئے تاکہ مسلمانوں کا انتشار ختم ہو جائے۔ جس پر مولوی صاحب نے کوئی توجہ نہ دی بجرڈیہہ کے مسلمانوں کے اختلاف کی کہانی اور حضرت سیدی محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مناظرہ کی داستان بیان فرماتے رہے۔

حضرت مجاہد ملت نے بارہا مسئلے کی طرف متوجہ کیا کچھ سنوائی نہیں ہوئی مجبور ہو کر ہم لوگ واپس چلے آئے۔ چنانچہ اس گفتگو کی بنا پر مفید سوالات درج کئے جاتے ہیں کاش اب بھی جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب بجرڈیہہ کے مسلمانوں کے حال زار پر رحم فرما کر جواب صحیح اور محقق دیں تو مسئلہ واضح ہو جائے۔ سوالات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کیا **بین یدیه** اور **عند المنبر علی المنبر** وغیرہ کے یہی معانی ہیں کہ منبر کے پاس صفِ اول میں اذانِ خطبہ ہو؟

(۲) اور فقہا کرام نے جو "**جری علیه التوارث**" فرمایا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے؟

(۳) اگر یہی مراد ہے جس کا آپ حضرات ڈنکا پیٹ رہے ہیں تو بلاد اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً میں کئی صف کے بعد اذان جمعہ کی جگہ مقرر ہے جس پر عمل درآمد صدہا سال سے ہو رہا ہے آپ لوگوں کے توارث کے خلاف ہے یا نہیں۔ اور دہلی و آگرہ و لاہور کی شاہی مساجد میں بھی بجائے صف اوّل کے کئی صفوں کے بعد بلکہ ابتدائے صحن میں منذنہ پر اذان خطبہ ہوتی ہے کیا یہ آپ کے توارث کے موافق ہے کیا آپ اور آپ کے ہم نوا یہ بتا سکتے ہیں کہ **بین یدیه** (امام کے سامنے) و**عند المنبر** (امام کے پاس) اور **قریباً منه** (اس سے قریب) کے معنیٰ آپ لوگ جو سمجھ رہے ہیں کہ منبر کے پاس پہلی صف میں اذان ہونی چاہئے یا نہیں۔

(۴) فقہائے کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو جو مکروہ کہا ہے اس سے اذان جمعہ کے استثنا کی تصریح اگر چہ اب تک نہ دکھا سکے تو کیا چھ مہینے یا سال بھر کی مدت میں ڈھونڈھ کر دکھا سکتے ہیں۔

(۵) علامہ ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنّا نے اپنی کتاب فتح القدیر کے خاص باب صلوٰۃ الجمعہ میں خصوصیت کے ساتھ اذان خطبہ کو مسجد کے اندر مکروہ فرمایا ہے یا نہیں۔

(۶) علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان حنفی ہیں یا نہیں؟

(۷) علامہ موصوف کو علمائے احناف معتبر اور محقق مانتے ہیں یا نہیں، اور ان کی شان میں **بلغ رتبة الاجتهاد** فرمایا ہے یا نہیں؟

(۸) علامہ موصوف خاص اذان خطبہ کو مسجد کے اندر مکروہ فرما کر حنفی رہے یا نہیں، اور جناب کی حنفیت علامہ موصوف کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔

(۹) اور علامہ موصوف کی اس تصریح کی بنا پر علامہ حلبی کی عبارت **اذا صــرح بـعـض الائـمــه بـقيد الخ** سے تمام ان مواقع پر جہاں مسجد کے اندر اذان دینے کا اشتباہ ہوتا ہے سب رفع ہو گیا یا نہیں اور اس کا ہر جگہ اعتبار کرنا واجب ٹھہرا یا نہیں؟

(۱۰) علامہ موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص اذان خطبہ کو مسجد کے اندر اس شدّ ومد کے ساتھ مکروہ فرمانا آپ کے اس قول کو کہ فقہ کی کسی کتاب میں یہ تصریح نہیں ملتی ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے باہر دی جائے باطل ٹھہراتا ہے یا نہیں؟

مجاہد ملت علیہ الرحمہ

پروفیسر جناب اظہر علی فاروقی
سابق صدر شعبۂ اردو، ای سی سی کالج، الہ آباد، ۸۴۸/دریا آباد، الہ آباد

اسلاف اور بزرگان دین کے سوانح حیات اوران کی سیرت کے درخشاں پہلو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بن کران میں نہ صرف جرأت مندانہ رجحانات پیدا کرتے ہیں بلکہ ان کی بے راہ روی کے لئے ایک عبرت اور سبق بصیرت بن جاتے ہیں۔

اسی نظریئے کے تحت میں ان چند سطروں میں مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کی سیرت کے چند ایسے ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں جو ہمارے لئے ایک عبرت اور بصیرت ہیں اور ایک زبردست رہنما۔

اس ضمن میں کچھ تو آنکھوں دیکھی کچھ لکھی ہوئی کچھ اخباروں اور سنی سنائی باتوں کے سہارے بڑھنے کی کوشش کروں گا۔

آیئے سب سے پہلے آپ لکھی ہوئی خبروں کے ذریعے مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ سے متعارف ہو جایئے۔

آج سے کوئی اناسی اسّی سال پیشتر اس دھرماتمانے صوبۂ اڑیسہ کے ضلع بالیسور میں واقع دھرم نگر یا دھام نگر میں ایک خوشحال زمیندار خاندان میں جنم لیا اور پوتڑوں کے رئیس جاگیردار کے گھر میں آنکھ کھولی جس کے قبضے میں ہزاروں بیگھے زمین اور زر و مالِ کثیر رہا ہے ابتدائی روایتی تعلیم کے بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں اعلیٰ درسیات عربی کی تعلیم پا کر اسی دارالعلوم میں تدریس کا کام سنبھالا۔ جسے بحسن وخوبی انجام دیا اور استاذ العلما کا استحقاق پایا آپ کی شہرت علمی حلقوں سے باہر عوام کے دائروں تک بھی پہنچ چکی تھی۔

اب آپ کے سامنے مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی وہ نورانی تصویر پیش کر رہا ہوں جس کو میں نے آج سے کوئی بیس سال پیشتر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا یوں تو مجھے مجاہد ملت حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو کئی بار دور دور سے دیکھنے کا موقع نصیب ہوا لیکن عزیزم مولانا نسیم اشرف خاں سلمہ کے مکان پر اتفاقی طور پر بالکل پاس سے زیارت کا شرف حاصل ہوا، ہوا یہ کہ نسیم اشرف صاحب اور میں دونوں نکھرانا، دریا آباد میں پاس پاس رہتے تھے اور میں ان کے وہاں ایک بزرگ کی حیثیت سے خیریت دریافت کرنے چلا جاتا تھا (اس بزرگ کو آپ حضرات ان بزرگوں پر نہ محمول فرمائیے گا جن کے بارے میں ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے ''دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا'' بلکہ صرف درازئ عمر پر محمول فرمائیے) چنانچہ ایک دن جب میں ان کے اہل وعیال کی خیریت دریافت کرنے گیا اور وہاں بیٹھا ہی تھا کہ حسنِ اتفاق سے مجاہد ملت موصوف رحمۃ اللہ علیہ یک بیک بہ نفس نفیس تشریف فرما ہو گئے اور میرے سامنے:

میانہ قامت، گداز بدن، جیسا کچھ ورزش کرنے والے بوڑھوں کا ہو جاتا ہے، پھر بھی اعضا کی موزونیت میں ذرہ برابر فرق نہ پیدا ہوا تھا۔ نہایت متناسب اور موزوں اعضا جن میں ایک طرح کی دلکشی تھی۔ کھلتا ہوا گندمی رنگ کا گول چہرہ جس پر سفید سفید نورانی داڑھی اوسط درجے کی خوشنما آنکھیں، جو زیادہ تر کسی گہرے جذب میں بند رہتیں۔ اور کبھی کھل کر اپنی تابانی دکھا جاتیں۔ اسکوائر ہاتھ (مربع) جس کے بارے میں ماہرین فراست الید اور پامسٹ بتاتے ہیں کہ ایسے ہاتھ والا نہ صرف علم وفن کا شیدائی اور قدرداں ہوتا ہے، بلکہ خود فاضل علوم اور ماہر ہوا کرتا ہے۔ لباس نہایت سادہ، تہبند کرتا اور ٹوپی، جامہ زیبی کا یہ عالم کہ دیکھنے والے کی زبان پر اگر یہ مصرع آجائے تو کوئی عجب نہیں:

ع اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!

بتایا جاتا ہے کہ سفر وحضر، ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان، عرب وعجم ہر جگہ یہی

سادہ لباس سنت رسول کی پیروی کا اعلان کرتا رہا اور اپنی دلربائی دکھاتا رہا۔ خاموش طبیعت، جو اس کیفیت سے دور جس پر ہم لوگ بجھی بجھی کا اطلاق کرتے ہیں، بلکہ ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی سنجیدہ فکر پیچھا کررہی ہے، جس کا رشتہ تبلیغ اسلام سے ہو یا فروغ علوم دین سے وابستہ رہا ہو۔

تو یہ رہے مجاہد ملت جن کو میں نے دیکھا اور جب کہ وہ ساٹھ اور ستر کی درمیانی منزل سے گزر رہے تھے لیکن ان کے بلند عزائم اور حوصلوں کو دیکھ کر یہ کہنا بالکل مناسب ہوگا بدن بوڑھا مگر ہمت جوان۔ قد درمیانہ مگر حوصلہ بلند۔

دوسری آنکھوں دیکھی بات جو حضرت مولانا موصوف کے مجاہدانہ جذبے کی جلوہ گر ہے وہ ہے مسجد اعظم کی تعمیر۔ ایک ایسے مقام پر جو چاروں طرف کٹر متعصب غیر مسلموں کے نرغے میں ہو۔ جارحانہ مخالفتوں کی کتنی آندھیاں آئیں اور اس مرد آہن کے سینے سے ٹکرا کر واپس چلی گئیں۔ مقدمات دائر ہوئے آخر فتح **"الحق یعلو ولا یعلٰی"** کا مصداق بن کر سامنے آئی اور سارے جارحانہ اقدامات ایسی پھونکیں بن گئے جن سے یہ روشن چراغ بجھ نہ سکا۔

حضرت مولانا موصوف کی نیک نیتی اور خلوص کی تائید سے مولانا الحاج نعیم اللہ خان صاحب مرحوم جیسا شاگرد مل گیا جو نحیف الجثہ ہونے کے باوجود بے پناہ ثابت قدم نظر آیا۔ جس نے دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھ کر بڑی دلیرانہ پامردی سے مسجد کی تعمیر کی دیکھ بھال کی اور کچہری کے گرد وپیش تگ ودو میں چکر لگاتا رہا **اللھم اغفر له وادخله فی الجنة** قیام مسجد کے بعد ایک اور تجویز سے کام لیا کہ اسی مسجد میں مدینۃ العلم کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی گئی۔ جو بعد میں جامعہ حبیبیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ جہاں مضافات الٰہ آباد کے علاوہ بیرونِ یوپی سے طلبہ تحصیل علم دین، حفظ قرآن، اور فن تجوید سیکھنے کے لئے بہار، بنگال، اڑیسہ وغیرہ صوبہ جات سے کافی تعداد میں آتے جاتے

رہتے ہیں۔طلبہ کے قیام کا اچھا خاصا انتظام ہے اور خورونوش کے لیے ایک مطبخ۔

یہاں بھی مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے مخلصانہ جذبے کی برکت ہے کہ انھیں جامعہ کے لیے لائق و فائق اساتذہ مل جاتے ہیں اس ضمن میں ایک ایسے استاذ اور مجاہد ملت کے مرید و عاشق الحاج حضرت مولانا عاشق الرحمٰن صاحب کی شخصیت کا ذکر کرتا ہوں جو نہ صرف فاضل دینیات وادب ہیں، بلکہ صاحب ہفت زبان، عربی، فارسی، کے علاوہ سنسکرت کے بھی ماہر۔ یوروپی جدید زبانوں میں انگریزی، فرانسیسی اور غالباً جرمن بھی جانتے ہیں۔ ویدک لٹریچر پر آپ کا اچھا خاصا مطالعہ ہے۔ ہندوستانی جدید زبانوں میں اردو کے علاوہ اُڑیا، اور بنگلہ میں خاص مہارت ہے۔ مسرت اور اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ موصوف انٹرمیجیٹ تک فزکس (طبیات، کیمسٹری، کیمیا) اور ریاضی کے طالب رہے ہیں اس کے بعد عربی درسیات کی طرف متوجہ ہوئے۔ مجاہد ملت کی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے۔ حضرت کا ایک اور مجاہدانہ جذبہ ملاحظہ فرمایئے کہ درسگاہ کو صرف درس و تدریس تک محدود نہیں رکھا، بلکہ دینی کتب اور عربی درسی کتابوں کی اشاعت کا بھی معقول بندوبست کر دیا۔ ہم اور آپ سبھی جانتے ہیں کہ یہ کام کس درجہ دشوار ہے۔ خوش نویسوں سے لے کر کاغذ کی دوکانوں اور پریس والوں سے رابطے کے مرحلوں تک ناشرین کو کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس کے پیش نظر مکتبۃ الحبیب کے لیے ایک پریس مشین خرید لی گئی۔

اور اس طرح مجاہد ملت موصوف نے ہزاروں روپیہ اپنا صرف کر دیا۔ ایک خوش نویس اور مصحح پلیٹ مستقل طور پر رہتا ہے۔ مکتبہ سے شائع شدہ تفسیر نعیمی جلد اول اور علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی کی تصنیف **جواھر البحار فی فضائل النبی المختار** کا ترجمہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے طباعت اور جلد نہایت دیدہ زیب اور دلکش ہے۔ اب ذرا صفحات کی تعداد بھی ملاحظہ کرتے چلئے۔ **جواھر البحار**

کا ترجمہ ۵۸۴ر صفحات، تفسیر نعیمی تین جلد بالترتیب ۹۲۸، ۵۶۸، اور ۸۰۸ر چوتھی جلد بھی غالباً چھ، سات سو صفحات کے درمیان ہوگی۔

اس ضمن میں مولانا محمد علی جناح سلمہ حبیبی کا نام نہ لینا ناانصافی ہوگی جو مکتبۃ الحبیب کے ناظم ہیں اور نشر واشاعت کا کام ان کے سپرد ہے وہ جس مخلصانہ تندہی سے یہ فرض انجام دے رہے ہیں وہ لائق صد ستائش ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ تدریس کا کام بھی ان کے سپرد ہے۔

انجمن خاکساران حق:

یہ انجمن عنایت اللہ صاحب مشرقی کی تنظیم خاکسار کی ترمیم شدہ ایک انجمن ہے اور اس اقدام کو بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی حق پسندی کا ایک ادنیٰ کرشمہ سمجھنا چاہئے ہوا یہ کہ مشرقی صاحب نے اپنی تنظیم کے جو اصول وضوابط مرتب کئے وہ اس کے ممبروں کو تسلیم کرنا ضروری تھے اس کے ساتھ یہ بھی اعلان تھا کہ ہر شخص اپنے اعتقاد کے سلسلے میں خود مختار ہے اور یہ بات حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے اصول کے خلاف تھی اس لئے انھوں نے تنظیم خاکسار کی قیادت سے انکار کر دیا اور ان کے ترتیب دادہ اصول وضوابط میں بہت کچھ ترمیم کی مگر انھوں نے اس ترمیم کو تسلیم نہ کیا۔ آخر کار ترمیم منظور کرنے والے و نیز دوسرے لوگوں کو شامل کر کے آپ نے ایک نئی دینی و اصلاحی جماعت خاکساران حق کے نام سے بنائی، جو فیض آباد، الہ آباد، سلطانپور، مراد آباد، بمبئی وغیرہ میں مقبول ہوئی جس کے ممبروں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔

سرکاری جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے۔ مسلمانان ہند کے سیاسی اور دینی مسائل کے سلسلے میں بارہا حضرت مجاہد ملت نے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کے لیے حکومت سے زور آزمائی کی ہے اور سرکاری قید وسلاسل کو لبیک کہا ہے بڑی بے باکی اور حق گوئی کا مردانہ وار مظاہرہ پیش کیا ہے اور اس کا مصداق بنے ہیں:

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت مولانا موصوف ''زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز'' یا انگریزی ضرب المثل ''ڈوایز رومنس ڈو، وہین یو آر اِن روم'' کے برخلاف اپنے عقائد اور اصول کے تحت ان دونوں باتوں کے برخلاف تو با زمانہ ستیز کے قائل رہے ہیں اور اس کا زندہ جاوید ثبوت وہ مظاہرہ ہے، جو ۱۹۷۹ء میں دوران حج مکہ معظّمہ میں ہوا یعنی وہاں نجدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا وہاں حضرت موصوف کے ساتھ جو انسانیت سوز دردناک سلوک کیا گیا اور جو سفاکانہ برتاؤ کیا گیا۔ اسے آپ ۱۹/نومبر ۱۹۷۹ء کے اخبار سیاست میں پڑھئے۔ ہم حضرت مولانا محمد یٰسین اختر صاحب مصباحی کے ایک کتابچہ سے نقل کر رہے ہیں:

(الف) خانۂ خدا اور گنبد خضرا کے سائے میں عشق و وفا کی آزمائش کا ایک سنگین مرحلہ ....اسی جرم میں پکڑا کر قاضی القضاۃ کے پاس حاضر کیا گیا۔ اس سے آپ کی طویل گفتگو ہوئی، لیکن وہ آپ کو کسی طرح قائل نہ کر سکا اور جب حضرت موصوف سے کہا گیا تمھیں معلوم نہیں کہ کس سے گفتگو کر رہے ہو یہ چاہیں تو تمھیں قتل بھی کرا سکتے ہیں۔

(ب) آپ دل تھام کر اس کا جواب بھی سن لیجئے: ''خوشا نصیب! کہ میں خدا کی اس پاک سرزمین اور دیارِ رسول میں شہید کیا جاؤں اور حجاز مقدس کے ریگزاروں میں میرا خون جذب ہو جائے۔ یہی تو میری زندگی کا عین مقصد اور معراج زندگی ہے۔''

اب آپ سیاست جدید کان پور کی خبر پڑھ کر اندازہ کیجئے کہ اس سفاکانہ سلوک کے باوجود حضرت مولانا موصوف کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی اور کس درجہ بے پناہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے:

''.......جب حرم شریف کے قاضی نے (ان سے) پوچھ گچھ کی تو ان کے ہاتھوں میں

ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ان کے انگوٹھے اور انگلیوں کی چھاپ لگائی گئی: انھیں ملک بدر کرنے سے پہلے جیل میں ڈالا گیا۔انھیں دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا اور جیل کی کوٹھری کے دروازے پر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس قدر پیٹا جاتا تھا کہ انھیں غش آ جاتا تھا۔یہ برتاؤ تھا ان لوگوں کا جو من لم یؤقر کبیر نا فلیس منّا کا درس دیتے ہیں۔

دوسرے سال آپ نے مولانا عاشق الرحمٰن صاحب کو ساتھ لے کر پھر فریضۂ حج ادا کیا۔ اور اس کے فوراً بعد بغداد شریف کا سفر کیا اور پیران پیر دستگیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر بخیر و خوبی واپس آ گئے۔مولانا عاشق الرحمٰن صاحب وہاں سے ایک قدیم قلمی نعتیہ قصیدہ عربی زبان کا لے آئے جسے وہ جلد ہی مع اردو ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔

مجاہد ملت حضرت مولانا موصوف نے اپنی زندگی تبلیغ اور صرف تبلیغ اسلام اور فروغ دین کے لئے وقف کر دی تھی آل انڈیا تبلیغ سیرت کے صدر رہے اور یہ صدارت محض گاؤ تکیہ لگا کر یا ایک کرسی پر بیٹھ جانے تک ہی محدود نہ تھی، بلکہ حضرت نے عملی کام کئے۔بہتیرے ایسے جوانوں کو جو زندگی کی بے راہ رویوں کا شکار بن رہے تھے اور ظلمات حیات میں پھنس رہے تھے۔حضرت مولانا نے انھیں نور اسلام سے منور کیا اور تاریکی سے روشنی میں لا کر کھڑا کر دیا۔پھر نوجوانوں کو قرآن مجید پڑھوایا۔نماز سکھائی اور اسلامی اخلاقیات سے روشناس کرایا۔

نور محمد نامی ایک ایسے ہی فرد ہیں، جو اکثر میرے پاس آیا کرتے تھے اور کبھی کبھی اپنی پیشین اسلامی زندگی کی کجروی اور بے راہ روی کا ذکر کیا کرتے تھے یہ شخص اُڑیا پڑھنا لکھنا بخوبی جانتا ہے اور شدید انگریزی بھی، حساب کتاب میں بھی درک رکھتا ہے اور مسلمان ہے اب آپ صرف الٰہ آباد ہی میں تعمیر مسجد اعظم جامعہ حبیبیہ مکتبۃ الحبیب سے لے کر سرکاری قید و بند اور حادثہ حرم شریف تک غور فرمائیں تو اندازہ ہوا ہوگا

کہ مجاہد ملت صحیح معنوں میں ایک مجاہد تھے جنھوں نے دامے، درمے، سخنے ہر طرح سے قوت اسلام اور اس کی شان وعظمت کی بقا کے لئے جہاد کیا دینی علوم کے فروغ اور ترقی کے لئے جان توڑ کوشش کی تبلیغ اسلام میں عملی حصہ لیا۔ اپنے حسن واخلاق سے ہزاروں مرید بنائے اور لاکھوں ارادت مند چھوڑ گئے۔ جو زبان حال سے کہہ رہے ہیں:

حبيبي غاب عن عيني و جسمي
وعن قلبي حبيب لا يغيبي

فلک انتساب حضور مجاہد ملت

۱۹۸۱ء

ڈاکٹر سید محمد طلحہ رضوی برقؔ داناپوری

ہمیں بیست دلیلِ بقائے عالم عشق
کہ یک شبِ غم اودر ہزار سال گذشت

چودہویں صدی ہجری کے آشوب وابتلا اور فتنہ وفساد ظاہری وباطنی کی خبر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی دے دی تھی۔ قرب قیامت کے تمام آثار اپنے دامن میں لیے یہ صدی ایمان والوں کے لئے سخت امتحان وآزمائش کا عرصہ رہی ہے۔ ملکی وملی شکست وریخت نے اہل دل کو لمحات فکریہ سے دوچار رکھا اور اللہ والوں کی متاع دین ودانش لٹتے دیکھ کر حق تعالیٰ کے برگزیدہ بندے سربکف جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے جہاد بالسیف جن کی قسمت تھی وہ اس سے سربلند ہوئے، لسان وقلم کا جہاد جن کا نصیب تھا وہ اس سے مفتخر ہوئے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر بوالہوس کے واسطے دار ورسن کہاں

حضور مجاہد ملت، سید العلما، سند الفقہا خورشید سپہر سنیت الحاج علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن القادری العباسی رحمۃ اللہ علیہ کو رب کریم نے ہندوستان میں دین وایمانِ مسلمانان کی نگہبانی اور تبلیغ عشق مصطفےٰ کے لئے انتخاب فرمایا تھا ہر چند کہ علامہ مغفور تمول وجاہ دنیاوی سے بھی مالا مال تھے مگر قلندرانہ طبیعت اور درویشانہ مزاج نے حب دنیاوی کی ذلیل خاک کا ایک ذرّہ بھی اپنے دامن تقدس پر نہ پڑنے دیا اور ایسی بے لوث اور پُر ایثار خدمت دین وملت اختیار کی کہ آپ کا اسلامی سراپا فقر ودرویشی کا آئینۂ مجلیٰ بن گیا۔

ازل سے فطرت احرار میں ہیں دوش بدوش
قلندری و قبا پوشی و کلہ داری
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انھیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

آپ کا وطن دھام نگر، ضلع بالاسور (اڑیسہ) تھا اور وہاں کے رئیس اعظم تھے مگر دل عشق رسول کا امین اور زندگی دین وملت کے لئے وقف تھی۔ دل دردمند نے انھیں ایک جگہ رہنے نہ دیا۔ ہندوستان کا گوشہ گوشہ آپ کی خدمات دینی کی آماجگاہ بن گیا۔ بنگال، بہار، اتر پردیش، مدھیہ پردیش، راجستھان، گجرات، مہاراشٹر کون سا صوبہ ہے جہاں کی فضائیں آپ کے رشد وہدایت، تعلیمات اسلامیہ، مواعظ حسنہ، دعوت دینیہ، روح پرور خطبات اور باطل کے مقابل مناظرہ کی گھن گرج سے مرتعش نہ رہی ہوں، آپ نے رئیسی میں فقیری کی، دین کی راہ میں مجاہدہ ومناظرہ کیا، باغیان اسلام کی طاغوتی قوتوں کو للکارا، دشمنان ناموس رسالت کی سرکوبی ودنداں شکن کے لئے سربکف رہے۔ کبھی نامساعد حالات کو خاطر میں نہ لائے۔

عقل در پیچاک اسباب وعلل
عشق چوگاں باز میدان عمل

ملک وملت کی خیر خواہی میں جیل کی تاریک کوٹھریوں کو بھی اپنا حجرۂ عبادت ہی سمجھا۔ علم وفضل کے اس نیّر تاباں نے عرصۂ دراز تک مدرسۂ سبحانیہ الٰہ آباد میں صدر المدرسین کے عہدۂ جلیل کو رونق بخشی۔ اہل سنت وجماعت کو اپنے تلامذہ سے علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ نعیم اللہ خاں صاحب بہاری اور حضرت علامہ نظام الدین صاحب، علامہ مفتی سید مقبول احمد صاحب، صاحب ہفت لسان علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قادری اور مولانا عبد الرب صاحب مراد آبادی وغیرھم جیسی علمی شخصیتیں دیں،

جن سے آج دنیائے سنیت کے دن رات روشن ہیں۔ مجاہد ملت نے الہ آباد ہی میں ملت اسلامیہ کو جامعہ حبیبیہ جیسی عظیم معیاری درس گاہ عطا کی، آل انڈیا تبلیغ سیرت اور کل ہند تحریک خاکساران حق جیسی متحرک وفعّال تنظیمیں قائم کیں۔

غوث الاعظم کی محبت اور عشق مصطفیٰ میں سرشار مجاہد ملت چھ بار حج بیت اللہ و حاضریٔ بارگاہِ نبوت سے مشرف ہوئے اور دو بار سرکار غوث الاعظم کے روضہ پر حاضری دی۔ آپ ہر حال میں اور ہر جگہ حق کے حامی رہے۔ اعلا کلمۃ الحق تازندگی ان کا شعار رہا شاتمان رسول اور دشمنان سنیت آپ کے نام سے لرزہ براندام ہو جاتے۔ انتہائی سرکش ومغرور اور ظالم و جابر سعودی حکومت سے حق کی حمایت میں علی الاعلان ٹکرائے۔ دینی مسائل میں مفتیان نجدی سے زبردست مناظرے کئے، ان باطل عقائد کی کھلی تردید کی، شان سنیت کو ہر جور وستم سہ کر بلند رکھا اور اپنے آہنی عزائم سے ثابت کر دیا کہ:

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل
اگر ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل

علم کا فیضان یہ ہے کہ عالم باعمل ہو، مجاہد ملت نے ملت بیضا کے شیرازہ منتشر کو متحد ومتفق کرنے میں تازندگی اپنا خون جگر صرف کیا ایمان کی دولت جس کا جوہر اساسی عشق وعظمتِ رسول ہے اور مومنوں کے اعمال حسنہ کی ضمانت کونین کی نعمت سے فزوں ہے۔ ذریات شیاطین ہر عہد میں مومنوں کی گمراہی پر کمر بستہ رہے ہیں کیونکہ ابلیس لعین نے حضور رب العزت میں قسم کھا کر اس کا دعویٰ کیا تھا، لہٰذا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مقدسہ میں گستاخ و بے باک و دریدہ دہن جماعتیں دراصل اسی شیخ نجدی کے حقیقی چیلے ہیں (**لعنهم الله فى الدنيا**

والآخـــرة) جن کی فریب کاریوں اور کافراداؤں نے سیدھے سادے مسلمانوں کا سرمایۂ ایمان ویقین لوٹ لیا ہے۔

متاع دین ودانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی

۱۹۷۹ء میں مجاہد ملت پانچویں بار حج بیت اللہ وزیارت روضۂ اطہر کے لئے تشریف لے گئے اور حسب سابق حجاز مقدس میں وہابیہ نجدیہ کی امامت میں نمازیں ادا نہ کیں اور اپنی الگ جماعت قائم کرتے رہے منافقین ودشمنان عظمت رسول تو اسی تاک میں رہتے ہیں، حکومت تک بات پہنچائی اور مفتیٔ مکہ سے مناظرہ کی نوبت آئی۔ ایوان نجدیت میں شیر نیستان سنیت نے اپنے عقائد صحیحہ پر ایسی پرجوش مدلل فصیح تقریر عربی زبان میں کی کہ ارکان سلطنت دم بخود تھے وہابیہ نجدیہ کی بے ایمانی وگمراہی کو اظہر من الشمس کر دیا، پھر کیا تھا معاندین کی تیوری پر بل آ گیا اور فوراً گرفتاری وسزا کا حکم صادر کیا۔ اس واقعۂ جانگداز وایمان پرور کی مختصر روداد حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہی میں ملاحظہ ہو:

''حرم شریف کا پیش امام شیخ عبدالعزیز میرے مسلک وعقیدت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا میں نے اس کی اقتدا میں نمازیں ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا سعودی حکومت نے میری اس مذہبی احتیاط کو میرے قصور سے تعبیر کیا اور نتیجے کے طور پر مجھے گرفتار کر لیا گیا، اس کے علاوہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں، پیروں میں بیڑیاں ڈالی گئیں انگلیوں کے نشانات لیے گیے اور مختلف زاویوں سے میری تصویریں بھی کھینچی گئیں، جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے اس قدر اذیت پہنچائی جاتی تھی کہ میں بار بار بے ہوش ہو جایا کرتا تھا، اس کے باوجود مجھے تپتی ہوئی دھوپ میں کھڑا رہنے پر مجبور کیا جاتا تھا، اتنا سب ہونے کے باوجود ہندوستان کا سفارت خانہ میرے

سلسلے میں خاموش رہا اور مدد مانگنے پر بھی اس نے کوئی مدد نہیں کی۔''
(اشرفیہ، صفحہ:۴، بابت: دسمبر، ۹۷۰ء)

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیبا کی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کتنا خوش نصیب تھا یہ عاشق صادق رسول جس نے اپنی بے باکی وحق گوئی کے طفیل سرزمین مکہ پر بوذر و بلال رضی اللہ عنہما کی پیروی کا شرف حاصل کیا، مرحبا صد مرحبا! دنیائے اسلام میں اس خبر اندوہ اثر سے ایک ہلچل مچ گئی، زور دار احتجاجات ہوئے اور نجدی سفارت خانوں میں عاشقان رسول نے ظلم وستم کی اس تازہ واردات پر وہ شدید ردعمل پیش کیا کہ ایوان سعودی نے زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے اور دوسرے ہی سال اس سرمست وسرشار عشق رسول کی پوری آزادی کے ساتھ اپنے صحیح مسلک وعقیدہ کے مطابق حج بیت اللہ شریف وزیات حرمین شریفین کی اجازت دی گئی۔

رب کائنات کو حضور مجاہد ملت کے ہاتھوں فتح سنیت کا یہ پرچم بلند کرانا تھا۔ اباطیل کی ستم آرائیوں کے بعد مجاہد ملت نے طریق سلف پر حج ادا کیا اور حق کا نشان صداقت فضائے حجاز میں لہرادیا۔''ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند''

نہ نشیند دل ایں طائفہ در قصر بہشت
کہ بمعمورۂ دلہا وطنے ساختہ اند

حضور مجاہد ملت سے میری دیرینہ عقیدت اور ملاقات اولیں وآخریں کا ذکر یہاں پر بے محل نہ ہوگا۔ آج سے اٹھارہ سال قبل میں یونیورسٹی کی تعلیم ختم کر کے تازہ تازہ داخل ملازمت ہوا تھا کہ اسی سال (۱۹۶۳ء) ابی وشیخی حضرت والد ماجد علامہ سید شاہ محمد قائم رضوی قتیل مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ چشتیہ نظامیہ داناپور، پہلی بار حج کو تشریف لے گئے۔ ابھی ان کی واپسی بھی نہ ہوئی تھی کہ پٹنہ کے اخبارات میں ان کے خلاف طرح طرح کے مضامین آنے لگے۔ یعنی حضرت شاہ صاحب قبلہ نے مکہ معظمہ

اور مدینہ طیبہ میں نجدی وہابی امام کے پیچھے نمازیں نہ پڑھیں، ترک جماعت اولیٰ کے مرتکب ہوئے اور گویا مسلمانوں کے درمیان نفاق وافتراق پیدا کرنے کا سبب بنے، ایک ہنگامہ اور ایک طوفان تھا۔

حضرت کی واپسی ہوئی اور انھوں نے ان تمام اتہام والزام کا جواب شافی ایک رسالہ بنام ''مسئلہ مرغوب'' لکھ کر عوام کے سامنے پیش کر دیا بد باطنوں نے اور بھی شورش برپا کر دی۔ تھوڑے ہی وقفہ سے ''مسئلہ مرغوب'' پر ۶۷ر علمائے ربانی کی رایوں کے ساتھ یہ کتاب دوبارہ تین ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی۔ مسئلہ مرغوب پر برگزیدہ علمائے اہل سنت و جماعت کی گرانقدر آرا میں حضرت العلام مجاہد ملت جناب شاہ حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی رائے بھی شامل تھی جس نے میرے دل میں ان کے ایمان وصداقت، صلابت عقائد اور حق گوئی و بے باکی کا ایسا گہرا نقش مرتسم کیا کہ ہر لمحہ عقیدت بڑھتی ہی گئی اور شوق زیارت میں اضافہ ہوتا رہا۔

''مسئلہ مرغوب'' سے قدوۃ العلماء والمحدثین، واقف اسرار خفی وجلی حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ، رئیس اعظم اڑیسہ کے مبنی برحقائق تبصرہ کے چند اقتباسات دیدنی ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

''جناب (حضرت قتیل مدظلہ) کی کتاب ''مسئلہ مرغوب'' کو متعدد مقام سے فقیر نے دیکھا حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً میں باری تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں وہابیہ نجدیہ (**خزلھم اللّٰہ تعالیٰ واخرجھم من الامکنۃ المتبرکۃ المشرفہ**) کی اقتدا سے محفوظ ومامون فرمایا اور بھولے بھالے سنی مسلمانوں کے لئے مشعل ہدایت بنایا، اسے معلوم کر کے خوشی ہوئی اور وہابی تو وہابی سنی کہلانے والے وہ بھی خانقاہی لوگ پھر ان میں وہ جن کے یہاں بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبر بوسی روزانہ کا معمول اور مجلس سوز وساز میں نہایت دلچسپی سے

مشغول ایسے لوگوں کا وہابیہ نجدیہ مذکورہ کی اقتدا کر کے اپنی نمازیں برباد کرائیں، اس لئے اس پر فخر ومباہات، عجب عجب یاللعجب ....نجدیہ وہابیہ کے عقائد واحوال کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی اپنے حاشیہ ردالمحتار علی الدر المختار باب البغاۃ میں تحریر فرماتے ہیں .... بنظر ادنیٰ انصاف بھی اگر دیکھا جائے کہ جو تمام مسلمانوں کو مشرک سمجھے اور اہل سنت اور ان کے علما کے قتل کو جائز رکھے اس پر لزوم کفر بھی نہ ہوگا؟ معاذ اللہ اگر لزوم کفر نہیں ہے تو نام نہاد شاہ صاحبان آخر کیا خیال کرتے ہیں؟ اگر اس کے عقائد درست مانتے ہیں تو اس بنا پر خود مشرک، ان کے آبا واجداد، مشایۂ طریقت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب مشرک اور مباح الدم ٹھہرتے ہیں۔

اس کے پیچھے نماز پڑھ کر فخر کرتے ہیں اور اگر یہ اعتقاد کفریہ مانتے ہیں تو اپنی نماز برباد کی۔ اس کے وبال کے علاوہ مریدین ومعتقدین جو ان کی اتباع میں نمازیں برباد کرتے رہیں گے سب ان کے گلے کا طوق ہوگا ذرا آنکھیں کھولیں کہ نجدیوں کا ہم عقیدہ دیوبندیہ وہابیہ کا شیخ الاسلام مولانا محمد حسین احمد آنجہانی نے اپنی وہابیت چھپانے کی غرض سے سہی نجدی کا عقیدہ اپنی کتاب ''شہاب ثاقب'' صفحہ:۴۳ر میں تحریر کیا ہے کہ ابن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔

ذرا غور کریں یہ شاہ صاحبان کیا اپنے اکابرین کو واجب القتل سمجھتے ہیں یا نہیں؟ ایسے نجدی کے پیچھے نماز پڑھنے پر فخر کریں گے؟ اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ر پر لکھتے ہیں: ''شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں (انتہی بلفظہٖ) اور اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ! نقل کفر، کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے، ہم اس سے

کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں۔اور ذات فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔(انتہی بلفظہٖ)

دیکھئے یہ جہنم کا کتا کیا بکواس بک رہا ہے۔کون مسلمان ہوگا جو ادنیٰ ایمان بھی رکھتا ہو،حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ادنیٰ گستاخی کو کفر نہ جانے اور یہ فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ جو مبتدع اہل سنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو اس کی اقتدا کرنا مع الکراہت جب جائز ہوگا کہ اس کی بدعقیدگی کی بنا پر کفر لازم نہ آتا ہو ورنہ اقتدا بالکل جائز ہی نہیں۔علامہ ابراہیم حلبی اپنی کتاب غنیّۃ شرح منیہ صفحہ: ۴۸۰ و ۴۷۹ر میں تحریر فرماتے ہیں ....اسی طرح فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب معتبرہ میں عدم جواز اقتدا مصرح ہے۔ یہ سنی کہلانے والے ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ایمان سے کہیں جو نجدی وہابی بے دین کے پیچھے اپنی نمازیں برباد کرتے ہیں وہ حق پر ہیں یا وہ، جو ان بے دینوں کے پیچھے اپنی نمازیں نہیں برباد کرتے۔خصوصاً مسجد حرام شریف جہاں ایک نیک عمل کا ثواب ایک لاکھ ملتا ہے۔ ہر روز وہاں پانچ لاکھ نمازیں برباد کرنے کا خسارہ کیا اتنے پر بس ہوگا۔ وہاں ایک عمل بد کے بدلے میں ایک لاکھ کا گناہ بھی ہوگا................دوگونہ رنج عذابست جانِ مجنوں را۔اس پر فخر و مباہات۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

............................اس ''شہاب ثاقب'' صفحہ ۵۹ر میں منقول ہے کہ وہابیہ اشغال باطنیہ و اعمال صوفیہ،مراقبہ ذکر و فکر و ارادت و مشیخت و ربط القلب بالشیخ و فنا و بقا و خلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو و بدعت ضلالت شمار کرتے ہیں۔اور ان کے اکابر کے اقوال و افعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں.........فیوض روحیہ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں و مثل ہذا (انتہیٰ بلفظہٖ)

اب شاہ صاحبان ذرا اپنے محبوب فرقہ وہابیہ کے اس عقیدے کو اپنے مریدین میں ظاہر فرمائیں اور ذرا اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں تو پھر ایسا تماشا دیکھیں گے کہ

ٹکے پنسیری بھی سستے ٹھہریں گے۔ افسوس صد افسوس، یہ رہنما ہیں؟ یہ پیر ہیں؟..........
یہ شیخ ہیں؟ یہ ان کا عمل اور ان کی ہدایت ورہنمائی ہے۔ ؎

گر ہمیں مفتی و ہمیں مُلا

دخت و مادر حلال خواہد شد

اللہ تبارک و تعالیٰ.........آپ کی کتاب ''مسئلہ مرغوب'' کو باعث ہدایت بنائے آمین ثم آمین......................................

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ

۳/ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ، ۱۰/۱۱کتوبر ۱۹۶۴ء

حضرت مجاہد ملت کا مندرجہ بالا تبصرہ ان سے میرا پہلا غائبانہ تعارف تھا۔ آپ کی تحریر دل پذیر اقوال فقہا سے مدلل اور ان کی جودت طبع وحقانیت کی دلیل ہے۔ فجزاهم الله خير الجزاء.

کئے ہیں فاش رموز قلندری اس نے

کہ فکر مدرسہ و خانقاہ ہوتی آزاد

چند سال قبل مدرسہ فیض الباری نوادہ بہار میں سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا تھا۔ نوادہ کالج میں چند ماہ میں لکچرار رہ چکا ہوں اور اہل نوادہ مجھ سے خلوص ومحبت رکھتے ہیں لہٰذا میں بھی اس جلسہ میں مدعو تھا۔ ''گیا'' میں مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مجاہد ملت بھی نوادہ تشریف لا چکے ہیں۔ میں ملگدھ یونیورسٹی کی ایک اہم میٹنگ میں شرکت کے بعد سیدھا نوادہ کے لئے روانہ ہو گیا کہ برسوں کی مشتاق نگاہیں آج مجاہد ملت کی زیارت سے سیراب ہوں گی۔ مدرسہ پہنچا تو معلوم ہوا حضرت شیخ پورہ تشریف لے گئے ہیں مخدوم شعیب قدس سرہ کی آستانہ بوسی کے لیے مگر بعد مغرب واپس آجائیں گے میں بھی تھکا ماندہ تھا نماز مغرب کے بعد لیٹ گیا کچھ ہی دیر

بعد ایک مہمان نے خبر دی کہ حضور مجاہد ملت آ گئے ہیں اور حجرہ میں آرام فرما ہیں، میں بغیر کسی تاخیر کے اٹھا اور سیدھا حجرے کی جانب گیا۔ دروازے پر پہنچ کے کیا دیکھتا ہوں کہ زمین پر چٹائی بچھی ہے جس پر غالبًا کوئی چادر بھی تھی اور ایک وجیہ وتنومند شخصیت جس کی پیرانہ سالی اس کی نورانی ریش مبارک سے مترشح ہے ع

''جس کی پیری میں تھا مانند سحر رنگ شباب''

سفید تہبند اور سفید کرتے میں ملبوس دائیں کروٹ آرام فرما ہے ؎

زمیں پر بوریا ہے بوریے پر مرگ چھالا ہے

فقیر عشق بھی سہ منزلے کا رہنے والا ہے

آپ یقین کیجئے علم وفضل کے کوہ باوقار کو اس عالم میں دیکھتے ہی میں مرعوب ہو گیا اور ساتھ ہی ساتھ وہ منظر نگاہوں میں گردش کرنے لگا جب کہ قیصر روم کا قاصد امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چٹائی پر آرام فرما دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا ؎

قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مُسلماں

الغرض اس وقت کوئی طالب علم انھیں پنکھا جھل رہا تھا جس نے آہستہ سے حضرت کو میری آمد سے مطلع کیا مجاہد ملت نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا، سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کو ہاتھ بڑھا دیا۔ وہ شیخ پورہ سے تھکے ہوئے آئے تھے لیٹے ہی رہے میری مزاج پرسی کی اور جب یہ سنا کہ میں حضرت قتیل دانا پوری کا فرزند ہوں تو چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ اٹھے اور مجھے گلے سے لگا لیا۔ اور دیر تک دعائیں دیتے رہے، میں اپنی اس خوش نصیبی پر جتنا بھی ناز کروں کم ہے۔

اس شب جلسے میں مجھے بھی بولنے کے لئے کہا گیا اور حضرت العلام کی نگاہوں کا فیض میرے لیے حوصلہ افزا رہا۔ بے حد خوش ہوئے اور میری پیٹھ ٹھونکی۔ صدارتی

تقریر حضور مجاہد ملت نے فرمائی آپ کی خطابت کی شان منفرد، علم کا ایک سیل رواں جس میں کبھی سکون، کبھی تموج اس کی وسعت و بے پناہی کا اشاریہ بنتا ہے۔ فکر بصیرت کا عمق عامۃ المسلمین کے لئے دعوت ایقان وعمل۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

حضور مجاہد ملت سے یہ میری پہلی اور آخری ملاقات تھی، افسوس مصروف زندگی نے پھر کبھی ان سے ملنے کا موقع نہ دیا۔ آپ عمر طبعی کو پہنچ چکے تھے، جسم میں وہ توانائی باقی نہ تھی تاہم پندرہویں صدی کا پہلا حج اپنی اسی روایتی آن بان اور شان سے اپنے مسلک وعقیدے کی روشنی میں ادا کر کے لوٹے ہی تھے کہ طبیعت علیل ہوگئی۔ بغرض علاج بمبئی میں مقیم تھے کہ چند روزہ علالت میں ہی ۶/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳/ مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ پونے چھ بجے شام میں کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار اللہ کے اس برگزیدہ ولی نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مجاہد ملت ایک مینارۂ نور

مولانا اسلم بستوی، انوارالقرآن، بلرامپور

اندھیرے اور اجالے کا تصادم ہمیشہ سے رہا ہے، تاریکی ہمیشہ روشنی کو نگلنے کی کوشش کرتی ہے اور کبھی کبھی اپنی گرفت میں بھی لے لیتی ہے لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تاریکی جہاں بھی اپنا تسلّط بھرپور طریقے سے جما لیتی ہے اجالا ٹھیک وہیں سے جنم لیتا ہے، رات خواہ کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو اس کی کوکھ سے صبح ضرور جنم لے گی۔

دنیا میں بے شمار ایسے افراد ہیں جن میں بیشتر یا تو تاریکی میں ڈوب چکے ہیں یا ڈوب رہے ہیں یا پھر روشنی کے مقابل میں تاریکی پسند واقع ہوئے ہیں اس لئے ظلمت کا ساتھ دے رہے ہیں اور بڑی حد تک اس کے متحرک اور علمبردار بھی ہیں۔ اور کم ہی افراد ایسے ہیں جو تاریکیوں سے نکلنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے ہوں۔ اور ایسے افراد تو خال ہی خال نظر آئیں گے جو ایک طرف تو حق کی شمع فروزاں لیے ہوئے باطل کی تاریکیوں سے نبرد آزما ہوں تو دوسری طرف تاریکیوں میں ہاتھ پیر مارنے والوں کی دستگیری اور تاریکیوں میں ڈوبنے والوں تک شمع حق کی شعاعیں منعکس کرتے ہوں۔

آج جب کہ نور وظلمت کے اس باہمی تصادم میں باطل کی تاریکیوں نے ''حق کے اجالے'' کو ہر چہار اطراف سے اپنے نرغے میں لے رکھا ہے، یعنی کسی طرف سے تاریکی ''دارالعلوم'' کے لبادے میں بڑھ رہی ہے تو کسی طرف سے ''اصلاح وتبلیغ'' کے کیل کانٹے سے لیس ہو کر، کسی طرف سے ''علما کا مقدس گروہ'' بن کر آرہی ہے تو کسی طرف سے ''اسلامی جماعت'' کا حسین لیبل لگا کر، کسی طرف سے ''الحاد ولادینی'' کا اژدھا بن کر منھ پھیلائے ہوئے ہے تو کسی طرف سے ''روشن خیالی'' اور ''مغربی تمدن''

کی حسین ناگن بن کر بل کھا رہی ہے۔ غرض کہ یہ تمام تر تاریکیاں جس طرف سے اور جس طور سے بھی آ رہی ہوں طریقۂ کار خواہ سب کے جداگانہ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن سمت سب کی متعین ہے، رخ سب کا ایک ہے اور وہ سمت و رخ ہے ''روشنی''، اور اس رخ تک پہنچنے کے لئے تاریکیاں دور دور سے سب ایک دوسرے میں ضم ہیں اور ان کے انضمام سے ایک تاریک دائرہ سا بن گیا ہے۔ اور وہ تاریک دائرہ آہستہ آہستہ سمٹ رہا ہے، تنگ ہو رہا ہے ایک ہی سمت میں ایک ہی جہت میں ایک ہی رخ کی طرف، ایک ہی نقطے کی طرف۔!

''نقطہ'' جو سب کا شکار ہے۔

''شکار'' جو روشنی ہے۔

''روشنی'' جو دین حق ہے۔

''دین حق'' جو دین فطرت ہے۔

''دین فطرت'' جو دین اسلام ہے۔

''دین اسلام'' جو تاریکیوں کا دشمن ہے۔

اور ''تاریکیاں''؟

...............اپنے اس دشمن کو ہمیشہ سے مٹانا چاہتی تھیں اور آج بھی اسی کے درپے ہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

مگر تاریکیاں اپنے اس دشمن کو مٹانے میں پہلے بھی ناکام رہی ہیں اور آج بھی ان کا یہ ''ناپاک گٹھ جوڑ'' ناکام ہی رہے گا اس لئے کہ پہلے کی طرح آج بھی چند نفوس قدسیہ تاریکیوں کے اس متحدہ محاذ دائرے کو توڑنے کے لئے چومکھی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ آج بھی چند اہم شخصیتیں باطل کے ناپاک گھیرے میں حق کی علمبردار ہیں۔

ان چند اہم شخصیتوں میں سے ایک حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، سلطان التارکین، رئیس العلما، مناظر ذیشان، مجاہد ملت حضرت علامہ الشاہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات قافلہ سالار کی حیثیت تھی، مگر آہ! آج اس ذات کو ''تھی'' لکھتے ہوئے کلیجہ منھ کو آرہا ہے جو کل تک دنیائے اہل سنت کے سپہ سالار اور مجاہد ملت کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو رات کے زاہد اور دن کے مجاہد تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو اسوۂ صدیقی وفاروقی کا عملی نمونہ تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو سنت عثمانی کی شان استغنا تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو ضرب یداللہی کے پرتو تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو سنت عشق بلالی کے پیکر تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو آبروئے ملت تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو روح اہل سنت تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو مذہب ووطن کے وفادار تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو قوم وملت کے قافلہ سالار تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو تصوف کے امام اور صوفیوں کے سردار تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو علم کا پہاڑ تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو پیکر حلم ومروت تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جو محبت کا دریا اور پیار کا سمندر تھے۔

''وہ مجاہد ملت'' جن کے عشق رسالت پناہی نے نجدی حکومت کے در و بام کو ہلا دیا۔

''وہ مجاہد ملت'' جن سے دنیائے وہابیت لرزہ براندام تھی۔

''وہ مجاہد ملت'' جو بجائے خود ایک تحریک تھے، اس عہد گمرہی میں نشان منزل تھے۔

اس دور تاریکی میں ایک ''مینارۂ نور'' اور ایک تیز وطرّ ارقسم کی ''روشنی'' تھے مگر آہ وہ ''مینارۂ نور'' ہم سے روپوش ہوگیا، وہ ''روشنی'' ہم سے چھپ گئی۔

آؤ! راہی معصوم رضا کی زبان میں اس ''روشنی'' کا سوگ منائیں:

''آج اس شہر میں روشنی کی گرہ کٹ گئی''
''دوپہر کتنی تاریک ہے''
''سوجھتا ہی نہیں''
''کون ہم سے بہت دور ہے''
''کون نزدیک ہے''
''دوپہر کتنی تاریک ہے''
''آؤ سورج کا ماتم کریں''
''چاند اک خالی کشکول ہے''
''دور تک ننگے بھوکے ستاروں کا اک غول ہے''
''کون بانٹے گا سوغات اب نور کی''؟
''آؤ! پلکوں پہ آنسو کی شمعیں لئے اس کے در پر چلیں''
''جس کو آنسو گوارا نہ تھے''
''راستے آج دریا بنیں''
''صف بہ صف''
''موج در موج روتے ہوئے''
''پیار کے اس سمندر کی جانب چلیں''

''جس نے برسوں ہمیں''
''اچھے خوابوں کی برسات دی''
''آرزوؤں کی برسات دی''
''اور خود تشنہ لب اٹھ گیا''
''(آہ! اب!)''
''اس تبسم کی بجلی کو اب ہم کہاں پائیں گے۔''

رئیس وقت مجاہد ملت کا انداز فقیرانہ

مولانا افتخار احمد قادری

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن قادری قدس سرہ نہ صرف علم وفضل، کردار وعمل، زہد وتقویٰ، اخلاص وہمدردی ملت نوازی اور جہاد فی سبیل اللہ کے دھنی اور رئیس تھے۔ بلکہ مادی اور علاقائی لحاظ سے بھی آپ اپنے وقت کے بہت بڑے غنی اور رئیس تھے پورے صوبۂ اڑیسہ کے مسلمانوں میں سب سے بڑے رئیس اور جاگیردار تھے اور اس حیثیت سے بھی سرزمین اڑیسہ کے باشندوں کے دلوں میں آپ کا احترام تھا۔ آپ سے عقیدت ومحبت تھی۔

ہزاروں ایکڑ پھیلی ہوئی آراضی کے آپ مالک تھے آراضی کے پھیلاؤ اور کثرت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ لاکھوں روپئے سالانہ آراضی کی مال گذاری کے ادا کئے جاتے گویا آپ ایک پورے اسٹیٹ کے مالک تھے۔

آپ کے والد کے زمانہ میں سال میں ایک اعزازی دربار لگتا تھا آپ کے والد ماجد جلوہ افروز ہوتے۔ سارے علاقہ کے لوگ نذر پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے بتایا جاتا ہے کہ آپ پر نذر کئے جانے والے چاندی کے سکوں سے ایک بہت بڑا صندوق بھر جاتا۔

ایک فیاض امیر ورئیس کے دسترخوان کی طرح آپ کا دسترخوان بھی کافی وسیع ہوتا۔ رمضان المبارک میں دور دور سے لوگ آپ کے یہاں افطار کی برکت کے لئے حاضر ہوتے اپنے ساتھ بھی افطاری لاتے مگر حضرت مجاہد ملت کے یہاں سے بھی ان آنے والوں کے لیے خاص اہتمام کی افطاری ہوتی پھر جو دسترخوان پر بچ رہتا اسے لوگ تبرکاً اپنے ساتھ لے جاتے۔

آپ کا مکان ایک رئیس اورنواب کے قلعہ کی طرح ایک شاندار اور پُرعظمت قلعہ ہے اور کافی پھیلا ہوا ہے اس کے اندر مسجد بھی ہے اور خانقاہ بھی اور تالابِ خاص بھی بتایا جاتا ہے کہ آپ جب غسل کے لئے تالاب پر پہنچتے تو آپ کے لئے تالاب خالی کردیا جاتا۔ آپ اپنے مال وجاہ میں غنی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کے بھی غنی تھے کیونکہ فرمایا گیا ہے "الغنی غنی النفس" دراصل غنا و بے نیازی نفس ہی کی بے نیازی ہے اور ایسا کم ہوتا ہے کہ انسان مال کا بھی دھنی ہو اور دل و نفس کا بھی غنی ہو لیکن مجاہد ملت مجمع البحرین تھے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ آپ مال کے جتنے دھنی و رئیس تھے اس سے کہیں زیادہ نفس کے غنی اور رئیس تھے آپ کی حیات مبارکہ میں مال پر غنا پر نفس کا استغنا حاوی اور غالب نظر آتا ہے۔

مال کے استحصال اور غنا و ثروت میں اضافہ کی طرف کبھی آپ کا رجحان نہ ہوا بلکہ جو بھی تھا اسے دین کی راہ میں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی میں صرف کرتے رہے آپ کا غنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غنا کے مانند تھا اس غنا سے اپنی ذات کو کم اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا آپ کا خاص شیوہ تھا۔ آپ سے جو لوگ بہت قریب رہے ہیں وہ اس کی شہادت دیں گے کہ آپ ضرورت مندوں کی ضروریات پوری فرماتے کتنے ہی غریبوں اور ناداروں کی آپ حاجت روائی فرماتے، کتنے مفلوک الحال خاندان کی عورتوں کے نکاح کا بندوبست فرماتے کتنے ہی ایسے مدارس و مکاتب ملیں گے جن کا آپ بھر پور تعاون فرماتے تھے اور عام طور سے علماء چندہ لیتے ہیں لیکن آپ چندہ دیتے تھے۔

بہت سے غیر مستطیع طلبا کی آپ مکمل کفالت فرماتے تھے چند ایسے علما بھی ہیں جن کو آپ نے اپنی جیب خاص سے حج کرایا۔ غرض مال کی پر کشش اور دلفریب دنیا جو بڑوں بڑوں کو اپنی دلکشی و رعنائی اور خلابی سے اپنے دام میں گرفتار کرلیا کرتی ہے وہ جب

پورے سج دھج کے ساتھ مجاہد وقت مجاہد ملت کے سامنے آتی ہے تو ملت کا مجاہد اس کے دامِ دلفریب میں گرفتار نہیں ہوا بلکہ مال وغنا کی اس خوبصورت دنیا کو ٹھکرا کر انداز فقیرانہ اختیار کرتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کے اور ہم سب کے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہی سنت کریمہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی مجاہد ملت کے پیش نظر تھا۔

ترمذی کی روایت ہے ''ایک صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں حضور نے فرمایا سوچو تو تم کتنی بڑی بات کہہ رہے ہو انھوں نے عرض کیا اللہ کی قسم میں یقیناً آپ کو محبوب رکھتا ہوں اور انھوں نے اسے تین بار عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو فقر کی پا کھر (زرہ) تیار کرلو'۔ (ترمذی، ج:۲،ص:۶۱)

اسی کے مطابق مجاہد ملت نے دنیا کی رنگین چادر اور لباس کو ترک کر کے فقیری کی چادر اور فقر کے لباس کو ترجیح دی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی تو فرمایا تھا ''**الفقر شین عندا لناس وزین عند اللّٰہ یوم القیامۃ**'' فقر وناداری لوگوں کے نزدیک عیب اور روز قیامت اللہ کے یہاں زینت وآرائش ہے (**السراج المنیر سرح الجامع الصغیر**، ج: ۲، ص: ۳۴۳) اس لیے اور صرف اس لیے مجاہد ملت نے لبادۂ فقیری اوڑھا اور انداز فقیرانہ اختیار فرمایا اور جاہ امیری، دبدبۂ رئیسی اور شوکت سلطانی کو ٹھکرا دیا۔ قربان جایئے آپ کے انداز فقیرانہ پر، کہ آپ ایک قلعہ کے مالک ہوتے ہوئے بھی آپ نے اپنے لیے چھپر ڈال لیا تھا اسی میں آپ کی رہائش ہوتی یہ چھپر آج بھی شان فقیرانہ پر شاہد عادل ہے۔ آپ کا رہن سہن، آپ کی وضع قطع، آپ کا لباس اور آپ کا انداز یہ سب فقیرانہ۔

گذشتہ سال دسمبر ۱۹۸۰ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے ارباب حل وعقد نے جامعہ کے جدید دارالاقامہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے طے کیا کہ حضرت مجاہد ملت

کے متبرک ہاتھوں سے اس کا سنگ بنیاد رکھوایا جائے، دعوت کے لئے حضرت کی خدمت میں مجھے بھیجا گیا میں حضرت کو دعوت دینے کے لیے مبارکپور سے روانہ ہوا اور جاج مئو کانپور کی سرزمین پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت اس وقت جاج مئو کے ایک مدرسہ کی درسگاہ میں تشریف فرما تھے میں نے دعوت پیش کی اس وقت آپ کے سرمبارک پر ایک سادہ عمامہ تھا اور ایک سادہ کرتا اور لنگی میں آپ ملبوس تھے آپ کے گرد متوسلین اور معتقدین کا ہجوم تھا اس سے پہلے جب بھی میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا آپ کو اسی وضع قطع اور ہیئت میں پایا۔

عام طور سے سادہ عمامہ، سادہ کرتا اور لنگی پہننے کا آپ کا معمول تھا، لیکن اس لبادۂ فقیری کے اندر ایک عظیم اور بلند انسان تھا جس کی عظمت و بلندی کا خطبہ بڑوں بڑوں نے پڑھا ایک جلیل القدر سلطان تھا جو دلوں پر سلطانی کرتا تھا اور آج بھی کر رہا ہے۔ یہ واقعہ آپ کی شان فقیری کا شاہکار کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے مایۂ ناز لیڈر گاندھی جی نے جب اپنی تحریک زوروں پر چلائی اور انھیں مسلمانوں میں بھی پیشوا اور تقدس مآب سمجھا جانے لگا تو مجاہد ملت نے اس اعتقاد کے خلاف غازیپور، سلطان پور، اور الٰہ آباد کے کھلے جلسوں میں تقریریں کیں مذکورہ تینوں اضلاع میں آپ کے خلاف پولیس کیس چلا اور مراحل سے گذرتا ہوا الٰہ آباد ہائی کورٹ تک پہنچا ہائی کورٹ کے جج کو آپ کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔

اس نے دید کے لئے آپ کو ہائی کورٹ میں طلب کیا حضرت مجاہد ملت کو جب خبر ملی تو آپ نے کورٹ جانے کے لئے آمادگی ظاہر فرمائی اور وقت پر کورٹ جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے آپ کی وضع قطع اور لباس عام معمول کے مطابق تھا آپ کے بعض معتقدین نے آپ سے گذارش کی کہ: حضور ہائی کورٹ اور وہ بھی جج کے یہاں جانا ہے آپ شیروانی وغیرہ زیب تن فرمالیں مجاہد ملت نے فرمایا'' میں جب اپنے حاکم

حقیقی رب ذوالجلال کی بارگاہ میں اسی لباس و ہیئت میں حاضر ہوتا ہوں تو مجھے گوارا نہیں کہ ایک دنیاوی جج کے یہاں اہتمام کے لباس میں جاؤں اور پھر معمولی لباس ہی میں آپ کورٹ کے لیے روانہ ہو گیے یہ تھا آپ کا لبادۂ فقیری جس کے اندر کتنا بلند اور عظیم انسان جلوہ فرما تھا فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق آپ کا مزاج اتنا فقیری پسند تھا کہ لفظ ''فقیر'' آپ کے نام نامی کا خاص جز بن گیا تھا جہاں بھی دستخط فرماتے ''فقیر محمد حبیب الرحمٰن.....تحریر فرماتے فقر پسندی اور خاکساری تھی کہ جب کوئی عقیدت ومحبت میں آپ کا ہاتھ چومتا تو آپ بھی اس کا ہاتھ چوم لیتے۔

وقت کے رئیس اعظم ہوتے ہوئے بھی فقیرانہ ان کا نام، فقیرانہ ان کا لباس، فقیرانہ ان کا چھپّر، فقیرانہ ان کا انداز زندگی غرض سب کچھ فقیری کے رنگ میں رنگا ہوا تھا لیکن اس فقیری میں بھی آپ ایسی سلطانی کر گئے کہ بڑے بڑے سلاطین کو بھی اس سلطانی پر رشک پیدا ہو کیونکہ آپ کی سلطانی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آج بھی باقی ہے اور کل بھی رہے گی ہند و پاک کا گوشہ گوشہ اور دنیا کے اور حصے بھی آپ کی عظمت کا خطبہ پڑھ رہے ہیں۔

آپ کی شخصیت پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں مقالات شائع ہو رہے ہیں رسائل میں ذکر خیر ہو رہا ہے نمبر نکل رہے ہیں اور اخبارات میں چرچا ہو رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ نے آخرت کو اپنا مقصود بنایا اور دنیا کو ٹھکرا دیا اور فقیری کا لبادہ اوڑھ لیا تو پھر دنیا کو خواہی نہ خواہی آپ کے قدموں پر آنا تھا وہ آ کر رہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بجا اور حق ہے: **من كانت الآخرة نيتهٗ جمع الله له امرهٗ وجعل غناه فى قلبه واٰتته الدنيا وهى راغمة (ابن ماجه، ص: ٣١٢)**

آخرت جس کا مقصد ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کا معاملہ درست کر دیتا ہے اور اس کے دل میں بے نیازی پیدا کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس چار و نا چار آتی ہے۔

مجاہد ملت کی ولولہ انگیز فکری وعملی قیادت

مولانا یٰسین اختر مصباحی اعظمی المجمع الاسلامی مبارکپور

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر وموجود سے بیزار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

قوموں کی اصلاح وترقی میں خواص اور اہل علم کی خدمات کا سب سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ وہ جس فکر ومزاج کے ہوتے ہیں اور جو راہ عمل متعین کرتے ہیں عوام الناس کو بالعموم وہی راہ اختیار کرنی پڑتی ہے۔

بلندیٔ نگاہ، دلنوازیٔ سخن، اور حرارت قلب وجگر ایسے میر کارواں کے لیے سب سے قیمتی اور بہترین رخت سفر ہوتا ہے جو اپنے عہد میں کوئی فکری انقلاب برپا کرنا چاہے۔ اصابتِ رائے کے ساتھ ہی تبحر علوم وفنون کی دولت سے بھی بہرہ ور ہو اور پھر دینی بصیرت اور مومنانہ فراست کی عظیم ترین نعمت اسے مل جائے تو ہزار مشکلات و مصائب کے باوجود کامیابی وکامرانی اس کے قدم چومتی ہے اور اس کا بابرکت وجود قوم و ملت کے لئے نجات دہندہ، ابنائے وطن کے لئے قابل فخر، ساری انسانیت کے لئے مفید ونفع بخش اور اپنے ہم عصروں کے لئے قابل صدرشک بن جاتا ہے۔

ہندوستان کی ہزار سالہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو کئی ایک ادوار ایسے ملیں گے جن میں کثرت تعداد کے باوجود دین وایمان کی سلامتی حوصلہ شکن اور ہولناک خطرات سے دوچار نظر آتی ہے۔ ذہانت وفطانت اور مختلف شعبہ ہائے علم میں تفوق و برتری رکھنے والے بہت سے اصحاب فضل وکمال کی زندگیوں کا دامن، مداہنت اور

حکومتِ وقت کی کاسہ لیسی اور تملق و بے جا مصلحت اندیشی اور خوشامد پرستی سے داغدار ہے، سلاطین و امرا کی خواہشات کی تکمیل کے لئے بعض اوقات حلال وحرام کے امتیازات اٹھا کر نصوص قطعیہ کے خلاف فیصلے بھی صادر کیے گئے ہیں جس کے نتیجے میں دنیوی عیش وعشرت اور جاہ وحشمت کی مسندیں ان کے لیے خالی کر دی گئیں اور ان کی ظاہری شان وشوکت کو نقطۂ عروج تک پہنچا دیا گیا۔ مغل سلاطین کے دورحکومت میں اس کی متعدد مثالیں مل جائیں گی بالخصوص اکبراعظم کے درباری علمانے ایمان واسلام اور قلب وروح کے جذبات کو اس بری طرح پامال کیا تھا کہ اس کے تصور ہی سے دل دہل اٹھتا ہے۔ اور ملت اسلامیہ کی بے بسی و بے چارگی پر خون کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ اور شعائر دین کی بے حرمتی دیکھ کر کلیجہ لرزنے اور کانپنے لگتا ہے۔

مختلف تدابیر اور سازشوں کے ذریعہ روح اسلام کو ضرب لگا کر اسے مضطرب اور بے چین کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں اور کافرانہ ومشرکانہ معتقدات اور اعمال و مراسم کی حوصلہ افزائیاں ہوتی رہیں۔

حتیٰ کہ ادغام وانضمام کی تحریکیں بھی بڑے زور وشور کے ساتھ چلائی گئیں اور نہ جانے کتنے ناعاقبت اندیش علما اس کی زد میں بھی آ گئے اور انھوں نے اسلام و مسلمین کو بے پناہ نقصان پہنچایا۔ جس کا سلسلہ اب تک دراز ہے۔ کچھ سر پھرے مصلحین اصلاحِ اسلام کی رائیں دبے دبے الفاظ میں وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے۔ اور ان کی طرف دھیان نہ دینے پر اظہار غیظ وغضب کرتے ہوئے مسلمانوں کو مطعون بھی کرنے لگتے۔ اس پر مستزاد یہ کہ دامِ تزویر میں پھانسنے والے متصوّفہ اور خلق خدا کے گرد فریب کا جال پھیلانے والے نام نہاد درویشوں کی سرگرمیاں بھی جاری رہتیں اور وہ طرح طرح کی عیاریوں سے شکم پروری کر کے دین کو رسوا کرنے کا سامان کرتے۔ غرض کہ امرا وحکام کا حلقہ دادِ عیش دینے میں مصروف رہتا۔

سلاطین کے حواریین اپنی جاہ طلبی اور تقرب کی خاطر ایک دوسرے کا حق غصب کرتے اور فرصت کی گھڑیوں میں محفل طرب سجا کر ساز و آواز اور دیگر اسباب لہو و لعب سے محظوظ اور لطف اندوز ہوتے۔ اور دنیا دار علما نہ صرف یہ کہ خاموش تماشائی رہتے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کے ساتھ مکمل طور پر حق رفاقت ادا کرتے اور ان کے ہر کام میں شریک و سہیم رہتے۔ اصلاحِ اخلاق و اعمال اور ارشاد و ہدایت کے تقاضوں سے بے خبر اور ان کی فکر سے آزاد رہ کر حکمراں طبقہ اور درباری مذہبی حلقہ زر طلبی شہرت پسندی، ہوس پرستی اور تکاثر و تفاخر کے سمندر میں غرق رہتا اور بندگان خدا عجز و ناتوانی اور حیرت و درماندگی سے ان کا منہ دیکھتے رہتے اور اپنی بدنصیبی کا ماتم کرتے رہ جاتے اور روحانی اذیت جب زیادہ بڑھ جاتی تو شدت کرب میں زبان حال سے پکار اٹھتے کہ ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری، شہنشاہی بھی عیاری

لیکن! یہی تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے اور اس کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ تحفظ دین فطرت اور ہر محاذ پر صیانت و حمایت قوم و ملت کے لئے علما ربانین کی مقدس جماعت بھی عہد بہ عہد میدان عمل کو اپنے وجود سے زینت بخشتی رہی ہے۔

رزم گاہِ حق و باطل میں سرفروشیوں کا حوصلہ اسے کم ظرف ہم عصروں اور حاشیہ برداروں سے ممتاز کرتا رہا ہے اگر چہ انھیں اس حیات ناپائدار کی آسائشیں اور سہولتیں فراہم نہ ہو سکیں نہ ہی مطلوبہ وسائل و ذرائع نے ان کا ساتھ دیا بلکہ نازک حالات میں قلت تعداد اور یکہ و تنہا ہونے کا غم بھی برداشت کرنا پڑا اور اپنی جرأت و استقامت اور غیرت ملی کی بڑی بڑی قیمت بھی چکانی پڑی خاک و خون میں تڑپنا اور دار و رسن کو خوش آمدید بھی کہنا پڑا تاہم ان کی جبین استقلال پر ذرا بھی شکن نہ آئی اور انھوں نے اپنی زبان و قلم کی ساری توانائی اور اپنے بدن کا آخری قطرۂ خون بھی شجر اسلام کی آبیاری کے لیے قربان اور نثار کر دیا۔

ان نفوس قدسیہ نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ حق بات کا اظہار کیا اور کسی کی شان وشوکت اور اس کے رعب و دبدبہ سے ایک لمحہ کے لئے نہ مرعوب ہوئے اور نہ ہی کوئی جھجک محسوس کی۔ جاہ ومنصب، اور امارت وریاست کو کبھی درخور اعتنا نہ سمجھا اور ''**افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر**'' پر بھرپور عمل کیا۔ پھر تو دنیا نے دیکھا کہ ان کی زبان حق ترجمان سے جو لفظ نکلا وہ در یتیم کی طرح انمول اور باغ کامرانی کا سدا بہار پھول بن گیا۔ وقت نے کھرا کھوٹا الگ کر کے ان صداقت شعار مجاہدین کی بات سچ کر دکھائی نتائج نے ان کے بیان کردہ حقائق کو واضح کر دیا اور ایک زمانہ کی گردن ان کی بارگاہِ عظمت نشان میں جھک گئی اور ہزاروں لاکھوں دلوں میں عقیدت ومحبت کے روشن چراغ جل اٹھے۔

نصف صدی پیشتر تک کے علما حق میں حضرت شیخ عبد الحق محقق دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، بحر العلوم حضرت مولانا عبد العلی فرنگی محلی، حضرت علامہ فضل رسول بدایونی، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی، حضرت مولانا خیر الدین دہلوی، حضرت مولانا کفایت علی شہید مراد آبادی، حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی، حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری، حضرت مولانا نقی علی بریلوی، حضرت مولانا احمد رضا قادری، حضرت مولانا عبد القادر بدایونی، حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری، حضرت مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان اپنے اپنے عہد کے سرخیل وسرگروہ تھے۔

ان کی دینی خدمت علمی جلالت اور فکری قیادت وامامت کا سارا عالم گواہ ہے ان کی سعی وعمل کے مظاہر ہندوستان کے طول وعرض میں بکھرے پڑے ہیں اور تاریخ اسلام کا ورق ورق ان کے ایمان افروز اور انقلاب انگیز دینی وعلمی کارناموں کا نقیب و ترجمان ہے۔ انھوں نے وقت کے افکار ونظریات سے پوری واقفیت رکھی اور ان کے

عواقب پر ان کی گہری نظر تھی اس لئے ان کا جو بھی قدم اٹھا وہ منزل مقصود تک پہنچا کیونکہ یہی حضرات نجات دہندہ شریعت اسلامیہ کے رازداں تھے اس کے رموز و حکم کے امین ومحافظ تھے اوراس کے اسرار ومعارف کے صحیح وارث اور سچے جانشین۔

دنیا نے حالات کا دباؤ قبول کرلیا مصلحت و مداہنت کے دامن میں پناہ لی اور گمراہ کن جذبات کی رو میں نہ جانے کتنے ذی ہوش افراد بھی بہہ گئے۔ لیکن یہ قدسی صفات گروہ اپنی جگہ قائم اور جبل مستقیم کی طرح اٹل رہا طوفان اٹھتے رہے آندھیاں چلتی رہیں حوادث روزگار کے صبر آزما حملے ہوتے رہے لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے عقیدہ ومسلک سے ان کا یقین واذعان متزلزل نہ ہوسکا۔ کیونکہ مومنانہ فکر وبصیرت کے ساتھ یہ اپنی راہ عمل متعین کرتے درون خانہ دیکھ کر اپنی کوئی رائے قائم کرتے اور دنیا بیرون خانہ طواف کرتی رہ جاتی اور دروازہ تک بھی اس کی رسائی نہ ہو پاتی۔ مغز ان کے ہاتھ لگتا اور چھلکا وہ لے اڑتی اور بالآخر دنیادار طبقہ علما کو اقرار کرنا پڑتا کہ ؎

سرِّ دیں ما را خبر او را نظر
او درونِ خانہ ما بیرونِ در

خلاصۂ تحریر یہ کہ دین سے بے تعلقی اور نظم مملکت سے بے اعتنائی کے نتیجے میں مسلم سلاطین وامرا کا رعب ووقار رفتہ رفتہ دلوں سے نکلتا رہا اور ان کے حدود سلطنت سمٹتے رہے۔ بدنظمی اورانارکی نے ان باقی ماندہ حصوں کے بھی ٹکڑے کر ڈالے۔ نوبت بایں جارسید کہ خودمختاری کی آندھیاں چلنے لگیں اور غیروں کی دست درازیوں کا سلسلہ چل پڑا اور دہلی کے محاصرے کئے جانے لگے۔ یہاں تک کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور توپوں کی گھن گرج سے لال قلعہ دہلی کے درودیوار لرزنے لگے اور تخت وتاج کی دھجیاں بکھرتی نظر آئیں انقلاب ۱۸۵۷ء نے بچی کھچی پونجی اور رہا سہا وقار بھی ختم اور نیست و نابود کر دیا اور پھر خوں ریزی و غارت گری، دار و گیر، اور ضبطئ املاک و جائداد کا وہ

قیامت آشوب سلسلہ چل پڑا کہ الامان والحفیظ! سارا عتاب مسلمانوں پر نازل ہوا کہ وہی پیش پیش اور متحرک و فعال تھے اور ابھی ان میں حکمرانی وفرماں روائی کی خو بو اور حکومت و سلطنت کی رمق باقی تھی۔ نوابوں، رئیسوں کو اپنی ریاست سے ہاتھ دھونا پڑا لاکھوں عوام وخواص بے دردی سے ذبح کر ڈالے گئے اور انھیں درندگی سفاکی کے ساتھ گولیوں سے بھون ڈالا گیا۔ لاتعداد عوام گھر سے بے گھر ہوئے بیشمار لوگوں کو جلا وطنی کی زندگی گزارنی پڑی اور بہت سے علما کرام نے عبور بدریائے شور کی سزا کاٹی جن میں علامہ فضل حق خیر آبادی۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا مظہر کریم دریا آبادی، مولانا محمد اسماعیل منیر شکوہ آبادی وغیرہم سرفہرست ہیں۔

جوش انتقام کے یہ لپکتے ہوئے شعلے کچھ دنوں کے لیے مدھم تو پڑ گئے مگر چنگاریاں پھر بھی اپنا کام کرتی رہیں۔ اور ایک دل سے دل تک رفتہ رفتہ ان کی حرارتیں منتقل ہوتی رہیں۔ خصوصیت کے ساتھ بیسویں صدی کا نصف اوّل ہندوستانیوں کے لئے بڑا ہنگامہ خیز دور رہا ہے۔ تنظیموں اور تحریکوں کا طوفان تھا مذہبی وسیاسی نظریات کی باہم آویزش تھی اور ہر طبقہ دوسرے طبقے کو نیچا دکھانے کی فکر میں تھا مسلمانان ہند بڑے نازک موڑ سے گذر رہے تھے اور حالات بڑے ناگفتہ بہ تھے زندگی کے کئی دھارے بہنے لگے تھے افراتفری اور حواس باختگی کا زمانہ تھا۔ جاہ پرست زعما اور نام نہاد علما انجام کی پرواہ کئے بغیر ہوا کے دوش پہ اُڑ رہے تھے۔

علما اہل سنت نے ایسے عالم میں بھی وہی کہا اور وہی لکھا جو اسلام و ایمان کا تقاضا تھا۔ اسلافِ کرام کی روایتوں کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کئے۔ اور علمائے حق کی شان اوران کے وقار کو ہر حال میں باقی اور برقرار رکھا۔ المحجة المؤتمنة (۱۹۲۰ء، مطبوعہ بریلی از امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی) اور النور (۱۹۲۱ء، مطبوعہ علی گڑھ) از پروفیسر سید سلیمان اشرف سابق صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی (خلیفۂ

فاضل بریلوی) جیسی معرکۃ الآرا تصانیف اس دعویٰ کے لئے برہان قوی ہیں۔ حضرت مولانا سید عبد الصمد چشتی سہسوانی، حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری، حضرت مولانا عبد القدیر بدایونی، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی، حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا سید دیدار علی الوری، حضرت مولانا عبد الکافی الہ آبادی، حضرت مولانا عبد العلیم میرٹھی، حضرت شاہ عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف، حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، حضرت سید امین الحسنات مانکی شریف، حضرت مولانا محمد عمر نعیمی، حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی، حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی، حضرت مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری، حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان اہل سنت و جماعت کے پیشوا اور ان کے رہنما و قافلہ سالار تھے۔ ان حضرات نے سارے مذہبی و سیاسی کاموں میں حتی المقدور ان اصول کی روشنی میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں جنھیں ۱۳۳۹ھ کے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے تحریر فرمایا تھا۔ ''جو شخص جو طریقہ برتنا چاہے اسے تین باتیں سوچ لینا ضرور ہے۔ اوّل وہ طریقہ شرعاً جائز ہو نہ محرمات و کفریات جیسے آج کل لوگوں نے اختیار کئے ہیں۔ دوم وہ طریقہ ممکن بھی ہو اپنے آپ کو اس کے کرنے پر قدرت ہو کہ غیر مقدور بات کا اٹھانا شرعاً بھی ممانعت ہے عقلاً بھی حماقت۔ سوم وہ طریقہ مفید بھی ہو۔ دقت اٹھائے پریشانی اٹھائے بلا کے لئے سینہ سپر ہو اور کرے وہ بات جو محض غیر مفید و بے اثر ہو یہ بھی شرعاً عقلاً کسی طرح مقبول نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ص:۵، ٦ فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ سنی دار الاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ) یہ زمانہ کتنا بلا خیز تھا اور علمائے اہل سنت اظہار حق کی پاداش میں کس کس طرح مطعون کئے جا رہے تھے۔ مگر پھر بھی کوہ وقار بنے اپنی جگہ اٹل تھے اس کا کچھ حال پروفیسر رشید احمد صدیقی کی زبانی سنئے۔ جو انھوں نے حضرت سید سلیمان اشرف صاحب کے بارے میں لکھا ہے۔ تحریر کرتے ہیں ''۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے

نان کوآپریشن کا سیلاب اپنی پوری طاقت پر ہے گائے کی قربانی اور سوالات پر بڑے بڑے جید اور مستند لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اس زمانہ کے اخبارات، تقاریر، تصانیف اور رجحانات کا اب اندازہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا سے کیا ہوگیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی سب کچھ ہے یہی باتیں ٹھیک ہیں ان کے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج میں عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ مرحوم (سید سلیمان اشرف) مطعون ہو رہے تھے لیکن چہرے پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق............کہتے تھے رشید! دیکھو! علما کس طرح لیڈروں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں اور لیڈروں نے مذہبی اصول اور فقہی مسائل کو کیسا گھروندہ بنا رکھا ہے" الخ (ص: ۲۷، ۲۸۔ گنج ہائے گرانمایہ مکتبہ جامعہ دہلی)

نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی کا بھی چونکہ یہی موقف تھا۔ اس لئے تحریک خلافت وترک موالات والے ان کے پیچھے بھی پڑ گئے تھے۔ چنانچہ عبد الماجد دریا آبادی اسی سلسلے میں رقم طراز ہیں "شروانی صاحب مع اپنے گنے چنے افراد کے دوسرے کیمپ میں تھے۔ کچھ نہ پوچھئے کہ کیا کچھ سننا پڑا کیا کچھ سہنا پڑا۔ جوش اور ہیجان کے وقت کسی کو زبان وقلم پر قابو پا رہا ہے۔ آج گورنمنٹ کے جاسوس کہلائے۔ اور کل حبیب الرحمٰن سے "حبیب الشیطان" مشہور ہو گئے۔" (ص: ۴۸۱، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ شمارہ دسمبر ۱۹۵۰ء)

اس ہنگامہ سے کچھ پہلے بعض حضرات نے ہندوستان کو دارالحرب بھی قرار دیا تھا۔ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے اس سلسلے میں استفتا ہوا تو آپ نے "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" (۱۳۰۶ھ، ۱۸۸۸ء) لکھ کر اس مسئلہ کی حقیقت واضح کی چونکہ اس کے دارالحرب ہونے کے شرائط مفقود ہیں لہٰذا ہندوستان دارالاسلام ہے۔ ورنہ دارالحرب ہونے کی صورت میں یہاں سے ہجرت واجب ہو جائے اور اپنا

سب کچھ دوسروں کے حوالہ کر کے اسے خیر باد کہنا پڑے۔ چنانچہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے .... ہاں اگر حقیقتاً مجبور معذور ہے۔ اور دارالاسلام سے ہجرت کا حکم نہیں............ ہاں اگر کسی جگہ کسی عذر خاص کے سبب کوئی شخص اقامتِ فرائض سے مجبور ہو تو اسے جگہ کا بدلنا واجب ہے۔

اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے۔ محلّہ میں معذوری ہو تو دوسرے محلّہ میں چلا جائے بستی میں معذوری ہو تو دوسری بستی میں جائے .... ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے **کما حققناہ فی فتاوانا اعلام الاعلام واللّٰہ تعالیٰ اعلم** (ص:ا، فتاویٰ رضویہ جلد ششم)

افغانستان کی طرف ہجرت کی تحریک بھی چلی جسے خدانخواستہ مکمل طور پر کامیابی حاصل ہو جاتی تو سارا ہندوستان ہی مسلمانوں سے خالی ہو جاتا جس کے نقصانات بتلانے کی حاجت نہیں۔ بعض لوگ یہاں سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کابل وغیرہ گئے اور پھر وہاں سے پٹ پٹا کر مفلس وقلاش بن کر واپس آئے تو پاس میں پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی جو ملکیت تھی باپ دادا کا اثاثہ تھا وہ آمد و رفت میں ختم ہو چکا تھا۔ ناچار انھیں سخت تکلیف دہ عسرت وتنگدستی کی زندگی گذارنی پڑی۔ ادھر قائدین نے ان کے ساتھ زبردست بے وفائی کی ان میں سے کسی نے وطن چھوڑنے کا نام تک نہ لیا چنانچہ حضرت فاضل بریلوی نے **المحجة المؤتمنة** میں تحریر فرمایا کہ ''ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا، جو ابھارنے میں آ گئے ان مصیبت زدوں پر جو گذری سو گذری یہ سب اپنے جورو بچوں میں چین سے رہے''۔

تحریک خلافت چلی تو اس میں شرط قرشیت جو خلافت شرعیہ کے لیے ضروری ہے اسے ہی تحریک کے جدید فقہا نے ساقط کر ڈالا۔ حالانکہ اس سلسلے میں متواتر حدیثیں

منقول ہیں اور سارے علمائے اہل سنت متفق ہیں صرف کچھ خارجیوں اور معتزلیوں کا اختلاف ہے۔ حضرت فاضل بریلوی سے استفتا ہوا تو آپ نے ''**دوام العیش فی ان الائمة من قریش**'' (۱۳۳۹ھ) کے نام سے نہایت تحقیقی رسالہ تصنیف فرمایا جس کے آغاز میں لکھتے ہیں:

''سلطنت عثمانیہ **ایدھا اللّٰہ تعالیٰ** ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے'' ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے .... مگر ہر تکلیف بقدر استطاعت اور ہر فرض بقدر قدرت ہے نامقدور بات پر ابھارنا جو نہ ہو سکے اور ضرر دے اور اسے فرض ٹھہرانا شریعت پہ اُفتہ اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے پھر خیر خواہئ اسلام حدود اسلام میں رہ کر ہے۔ مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و رہبر بنانا۔ مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا۔ اسے مسجد میں لے جا کر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کر کے لکچر دلوانا ....صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا فرق اٹھا دے گا............... یہ امور خیر خواہئ اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے۔ الخ (ص:۳۰، فتاویٰ رضویہ جلد ششم)

اس سلسلے میں علما اہل سنت کو جو اس تحریک کی بعض گمراہیوں کے سبب اس کے ساتھ نہ تھے انھیں بدنام کرنے کی بھی کوشش کی گئی چنانچہ حضرت فاضل بریلوی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے۔ نہ خود نہ وہ۔ خالی چیخ و پکار کا نام حمایت رکھنا ہے۔ اہل عقل و دین اول تو غوغائے بے ثمر (جو ظاہر ہوا) کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت

چاہیں تو انھیں مذہب اہلِ سنت ہر شی سے زیادہ عزیز ہے مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے۔ الہٰذا ایسے لفظ (خلافت جس کے لیے قرشیت شرط ہے جو مفقود تھی) کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہل سنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں۔ اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انھیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں۔ تا کہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کے پنجے جمیں۔ (ص:۶۳، دوام العیش)

اگر چہ بعض مخلص علما بھی اس تحریک میں شریک ہو گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ غلط راہ پر پڑ گئے۔ ان کی وجہ سے اور خلافت کے نام پر مسلمان متوجہ ہوئے اور جب ان میں ایک جذبہ پیدا ہو گیا تو مقصد سامنے آیا جس کے لئے لیڈروں نے اس تحریک کا ساتھ دیا تھا۔ یعنی اب فضا چونکہ سازگار بلکہ اپنے حق میں ہو چکی تھی اس لئے پورے زور وشور کے ساتھ تحریک ترک موالات کا آغاز ہوا۔ علمائے اہل سنت نے پھر ان سے کہا اور بدلائل شرعیہ ثابت کیا کہ موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔ لیکن اصلاح قبول نہ کی گئی بلکہ حد سے آگے تجاوز کرتے گئے۔ حضرت فاضل بریلوی نے سخت تنبیہ کی لیکن سیاسی قائدین کی نظر ظاہری اور عارضی فوائد پر مرکوز تھی اس لئے انھوں نے خاطر خواہ توجہ نہ دی۔ آپ نے المحجة المؤتمنه ہی میں لکھا کہ ”حضرات لیاڈر نے مسئلہ موالات میں سب سے بڑھ کر اودھم مچائی۔ اوروں میں افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے اس میں دونوں کی رنگت رچائی۔ افراط وہ کہ نصاریٰ سے نری معاملت بھی حرام قطعی۔ اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ ان کی غلامی فرض شرعی“۔

رجب ۱۳۳۹ھ مطابق مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی شریف میں بڑے گھن گرج کے ساتھ جمعیۃ العلما ہند کی کانفرنس ہوئی جس میں اس کے چوٹی کے علما و مقررین شریک ہوئے اور مسٹر ابو الکلام آزاد نے اس کی صدارت کی۔ مولوی عبد الرزاق ملیح

آبادی کے بیان کے مطابق یہاں آزاد صاحب نے اس جوش و جذبہ کے ساتھ اپنی خطابت کا جوہر دکھایا کہ اس سے پہلے انھوں نے کبھی نہ سنا تھا۔ بیس مارچ کو ''اتمام حجت تامہ'' (مرتبہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہٗ) کے نام سے ستر (۷۰) سوالات ''جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی'' نے مطبوعہ شکل میں جمعیۃ العلما کے ناظم کے پاس بھیجا مگر تقاضوں کے باوجود اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آزاد صاحب نے بڑی مشکل سے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو اس اجلاس سے خطاب کرنے کے لئے ۳۵ منٹ کا وقت دیا جس میں انھوں نے بڑی خوبی اور جامعیت کے ساتھ اہل سنت کا موقف واضح کیا اس کے کچھ اقتباسات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''مسئلہ خلافت وتحفظ وصیانتِ اماکنِ مقدسہ اور ترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جن میں نہ صرف فقیر بلکہ تمام علماے کرام نہیں بلکہ تمام عامۂ مسلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں۔ ترکوں کی خلافت بمعنی قوت دفاعی ایک امر مسلم ہے۔ خدمت حرمین شریفین ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔ نیز محافظتِ حرمین شریفین بھی ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔ سلطنت ترکی ہمارے دینی بھائی اس پر اسلامی سلطنت اس پر اسلام کی قوت دفاعی۔ پھر حرمین شریفین کے خادم و محافظ۔ پس ان کی اعانت اور نصرت نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ تمام مسلمان عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے۔ یہ وہ مسائل شرعیہ ہیں۔ جنھیں میں نہ صرف اس وقت بیان کررہا ہوں بلکہ آج سے دس برس پیشتر فقیر نے کہا، لکھا، چھاپا، ملک میں شائع کیا............آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے ہیں۔ اور کافروں سے موالات نہ صرف جائز بلکہ عین حکم الٰہی بتاتے ہیں۔

غرض مقامات مقدسہ وخلافت اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں اختلاف نہیں۔ ہندوستان کے مفاد کی کوشش کیجئے۔ اس میں ہمیں خلاف نہیں۔ خلاف ان حرکات سے ہے جو آپ لوگ منافی ومخالف دین کررہے ہیں۔ ان حرکات کو دور کردیجئے۔ ان سے

باز آیئے ان کی روک تھام کیجئے۔عوام کوان سے باز رکھئے تو خلافت اسلامیہ وممالک مقدسہ کی حفاظت۔ ہندوستان کے ملکی مفاد کی کوششیں ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر کرنے کو تیار ہیں۔ (۵۔۸، روداد مناظرہ مطبوعہ بریلی)

آپ کی تقریر ختم ہونے پر حضرت مولانا حامد رضا قادری خلف اکبر حضرت فاضل بریلوی قدس سرہما نے فرمایا ''ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلاف شرع و خلاف اسلام حرکات سے ہے جن میں کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں۔اور جن کے متعلق جماعت (رضائے مصطفےٰ) کے ستر (۷۰) سوال بنام ''اتمام حجت تامہ'' آپ کو پہنچے ہوئے ہیں ان کے جواب دیجئے۔آپ جب تک ان تمام حرکات سے اپنا رجوع نہ شائع کردیں گے۔اوران سے عہد برآنہ ہولیں گے ہم آپ سے علیحدہ ہیں۔ اور اس کے رجوع کے بعد خدمت وحفاظت حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔(۹،۱۰،ایضا)

حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی (خلیفۂ حضرت فاضل بریلوی) جو علمائے کرام کے ساتھ وہاں موجود تھے انھوں نے حضرت فاضل بریلوی کے نام ایک خط میں اس کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے ان ہی ایام میں تحریر فرمایا تھا کہ وہ روانگی کے وقت بریلی اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابوالکلام جس وقت بریلی سے جارہے تھے میں ان کے ساتھ تھا۔وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ان کے جس قدر اعتراضات ہیں حقیقت میں سب درست ہیں ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہوسکے اوران کواس طرح گرفت کا موقع ملے''۔(ص:۱۰،۱۱،ایضا)

انھیں حالات اوران کے نتائج کے بارے میں پروفیسر رشید احمد صدیقی نے لکھا ہے کہ سیلاب گذر گیا۔ جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا۔لیکن مرحوم (سید سلیمان اشرف) نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی۔

اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ سارے علما سیلاب کی زد میں آ چکے تھے۔ صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے۔ (ص:۲۹، گنج ہائے گرانمایہ)

یہ علمائے حق اپنی ایمانی فکر و بصیرت سے ہر چیز کی تہہ تک پہنچ جاتے اور وہی فیصلہ کرتے جو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جائز و صحیح اور قوم و ملت کے حق میں مفید تر ہوتا فکری قیادت و رہنمائی کے ساتھ ساتھ عملی تدابیر بھی انھوں نے اختیار کیں اور گفتار و کردار دونوں میں اپنی اصابت رائے اور دقت نظر کا سکہ جما دیا ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' نے بڑے ہی دور رس اور اہم اہم کارنامے انجام دیئے ہیں حالات نے اجازت دی تو ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ راقم سطور اس موضوع پر ایک ضخیم اور قیع کتاب مرتب کرے گا یہاں بتلانا صرف یہ ہے کہ ظاہری شان و شوکت کی طرف نظر اٹھائے بغیر صرف رضائے الٰہی کی خاطر علمائے اہلِ سنت نے حالات کے دھارے کے خلاف اپنے فیصلے کیے اور پھر ساری قوم کو وہی کہنا پڑا جو ان ژرف نگاہ اور عاقبت اندیش علمائے حق نے کہا تھا۔ یہ چاہتے تو اپنی ذہانت و تدبر سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو سکتے تھے اور حکومت کے اعلیٰ مناصب تک پہنچ سکتے تھے۔ انتخابات میں حصہ لے کر اپنی زبردست مقبولیت ثابت کر کے بہت کچھ کر سکتے تھے مگر اپنا مقدس دامن رائج الوقت سیاست کی آلودگیوں سے دور رکھا کہ یہ جلیل المرتبت علمائے دین کی شان کے قطعاً خلاف ہے چنانچہ حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ''انتخابات کے وقت ان (لیڈر) حضرات کی وارفتگی و سراسیمگی قابل دید ہوتی ہے۔ ملت کے لیے قوم کے لیے، اپنے اعزہ و اقربا کے لئے، اس کا ہزاروں درجہ بھی محنت و کوشش نہ ہوگی جو ووٹ حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ ہر شخص کی خوشامد ہے، سفارشیں لائیں جاتی ہیں، روپئے صرف کر رہے ہیں، رات دن دوڑے پھر رہے۔ مقابل اگر کوئی دوست ہے تو پاس دوستی نہیں۔ اگر کوئی عزیز ہے تو پروائے قربت نہیں۔

خانۂ مروت کو پہلے ہی آگ لگا دی جاتی ہے۔اس بات پر نظر نہیں کہ دوسرا مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہے۔کام کا اہل ہے۔قوم کو اس سے نفع پہنچنے کی امید ہے۔اس لیے اس کے واسطے جگہ خالی کر دیں۔یہ کہاں؟

پمفلٹ بازی ہوتی ہے۔اور واقعی اور غیر واقعی باتوں کے طومار شائع کر کے ایک عزت دار آدمی کو مطعون کیا جاتا ہے۔حرص جاہ کا یہ جوش راست بازی و راست پسندی اور انسانی شرافت کو فنا کر دیتا ہے۔اور آدمی دوسروں کی خوبیوں سے دیدہ دانستہ ہو کر خود ستائی کرتا پھرتا ہے کرایہ کے مداح تلاش کئے جاتے ہیں ایسے حضرات کسی کی عز و جاہ دیکھ سکیں۔کسی کی خوبی کا اعتراف کریں۔ایسی امید رکھنا ان سے عبث ہے۔ طبقۂ علما کی نسبت تو انھوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ یہ سیاسیات سے محض نابلد ہیں طبقۂ علما میں جو عملی دقائق کو حل کرنے میں مشاق ہے۔اور جس کا دماغ بہترین معلومات سے روشن ہو رہا ہے اگر وہ دنیوی انتظام کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے تو بے کوفت و بے کلفت ان سے بدرجہا بہتر کام کر سکتا ہے مگر وہ طبقہ انکسار، تواضع، ایثار کا عادی ہے۔ خود نمائی اور جاہ طلبی سے متنفر ہے۔اس لئے کبھی اس میدان میں قدم نہیں رکھتا۔ (ص:۵،۶، ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد، شمارہ رجب ۱۳۴۹ھ و ۱۹۳۰ء)

اس مختصر تاریخی جائزہ کے بعد اب ملاحظہ فرمائیں عصر حاضر کے ایک مفکر اور صاحب قلم ''پروفیسر مسعود احمد دہلوی'' کی تحریر جس نے علمائے حق کے انداز فکر و عمل کی بہترین منظر کشی کی ہے۔

''ایک عالم دین اور اہل دل کی شخصیت و کردار اور افکار و خیالات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھنا چاہیے کہ اس کا دل و دماغ تجلیات الٰہیہ اور انوار محمدیہ سے مستنیر ہوتا ہے۔اس کے اقوال و اعمال کی اساس خلوص و للّٰہیت پر ہوتی ہے۔کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھتا جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے برملا کرتا ہے ''مصلحت وقت'' نام کی شی اس کی حیات مقدسہ سے یکسر خالی ہوتی ہے۔

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

یہ کسی کی رورعایت نہیں کرتا۔ فیصلہ دشمن کے حق میں ہوتا ہے یا دوست کے وہ اس کی بھی پروانہیں کرتا اس کی نظر خدا اور سول پر ہوتی ہے۔ جو فیصلہ اس بارگاہ عالی سے صادر ہوتا ہے وہی نافذ کرتا ہے۔ بارہا تاریخ میں ایسے دور آئے ہیں جب فیصلہ دشمن کے حق میں ہوا ہے تو دوستوں نے خوشامد و تملق کا الزام لگایا ہے۔ اور دوستوں کے حق میں ہوا ہے تو جانب داری اور طرف داری کی تہمت لگائی گئی ہے۔ مگر یہ نفس قدسی ان تمام الزامات اور تہمت تراشیوں سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کے لئے اپنے فیصلے صادر کرتا ہے۔ پھر وقت، وہ وقت جو کھرا کھوٹا الگ کر دکھاتا ہے۔ ع

برّاں صفت دو پیکر نظر اس کی

ہاں وہی وقت مستقبل میں اس کے فیصلے پر مہر صداقت ثبت کر دیتا ہے پھر دنیا کو اس کی اصابت رائے کا علم ہوتا ہے اور اس کی فکر رسا کی عظمت کے انمٹ نقوش دل پر مرتسم ہو جاتے ہیں ؎

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

مومنانہ شان وشوکت، قلندرانہ اوصاف وکمالات اور اپنے عالمانہ امتیازات و خصوصیات کے لحاظ سے انھیں مردانِ حق آ گاہ کے فرزند جلیل، بزم اہل دل کی شمع فروزاں اور اسی سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی تھی شیر نیستان اہل سنت مقتدائے قوم و ملت حضرت مجاہد ملت شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری بانی جامعہ حبیبیہ الہ آباد علیہ الرحمۃ والرضوان (متولد۱۳۲۲ھ متوفی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) کی ذات گرامی! جس نے اپنی ساری زندگی خدمت اسلام و مسلمین میں گذاری اور حق یہ ہے کہ آپ اسلامیان ہند کے مخلص

قائد، بے لوث رہنما۔ اور ہر دلعزیز روحانی پیشوا تھے۔

آپ کی ذکاوت و فطانت، ژرف نگاہی ونکتہ رسی، اور مآل اندیشی کا بڑے بڑے دیدہ وروں کو اعتراف ہے جاہ وحشمت اور دولت وثروت سے بے نیاز رہ کر بلکہ اپنی موروثی جائداد کو بھی راہ حق میں قربان کر کے آپ نے ایک طویل مدت تک اپنی روشن خدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور بے جا شہرت و ناموری کا تو کبھی دل میں خیال بھی نہ گذرنے دیا جیسا کہ اسلاف کرام کی شان اوران کی روایت رہی ہے۔

آپ کے لباس کی سادگی کردار کی بلندی، اور قوت اثر ونفوذ کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نگاہ اٹھائی اور جس آبادی میں پہنچے ہزاروں دلوں کو مسخر کر لیا اور انھیں متحرک و فعال اور ایک پرسوز زندگی گذارنے کا حوصلہ بخش دیا جس کا لمحہ لمحہ جذبۂ صالح اور عمل خیر کے گرد گردش کرنے لگا۔

آپ اسلام پر فدا ہونے، حالات کی نزاکتوں سے اہل اسلام کو باخبر کرنے اور دشمن کی ریشہ دوانیوں سے اسے بچانے کے لئے اسی طرح مضطرب اور بے قرار تھے جیسے آپ کے استاذ گرامی صدرالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ کا حال تھا۔ کتنے اخلاص قلب کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں اور شہ پارۂ ادب میں آپ کی حرارت قلب کا اثر ایسا ہے کہ دل مرغ بسمل کی طرح تڑپ اٹھے، کیا والہانہ انداز ہے۔ ذرا چشم بصیرت سے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

''اسلام! اے پیارے اسلام! اے دل کے مکین! کشور بدن کے سلطان! تجھ پر دل فدا، جان قربان۔ اے میری آنکھ کی ٹھنڈک، میرے آرام جاں، میرے دل کے چین، میرے درد کے درماں، اے میرے محسن، مہربان! میری کشتی کے محافظ ونگہبان، تو نے میری خستہ حالی میں دستگیری کی، جس مصیبت سے میرے عزیز واقارب، دوست واحباب، اصول واجداد، فروع واولاد، مجھے نہیں بچا سکتے تھے تو نے بچا لیا، جہاں میرا

مال، میری دولت، میرے اعضا، میری قوت، میرے کام نہ آسکتے تھے تو میرے کام آیا۔ میں بھٹکتا تھا، تو نے راہ دکھائی، میں ڈوبتا تھا تو نے میری کشتی پار لگائی۔ میں اندھیرے میں ٹکراتا پھر رہا تھا تو نے روشنی پھیلائی۔

اے حق کے آفتاب! تو نے ناحق رات کے کالے پردے چاک کر کے منھ نکالا اے نور کے نیّر اعظم! تو نے ضلالت کی بھیانک تاریکیاں دور کر کے حق و ہدایت کا روز روشن دکھایا۔ اے اندھوں کو بینائی دینے والے، گونگوں کو، بہروں کو، گویائی وسماعت عطا فرمانے والے! تو نے بگڑی دنیا کو درست کیا، انسان کی کھوئی ہوئی استعدادیں پھر عنایت فرمائیں۔ تو ہی حقیقت حیات تو ہی کامیاب زندگی ہے۔

میری زبان تیری ثنا سے قاصر، میرا بیان تیری مدح سے کوتاہ ہے۔ تیرے مرتبے کی بلندی، میرے ادراک کی رسائی سے بہت اونچی ہے۔ میرے دل میں قرار بن کے رہ! میرے جسم میں جان بن کر جلوہ گر ہو! میرے قالب میں تیرے احکام جاری ہوں۔ میرے جوارح تیرے کارگذار رہیں۔

اے ظاہر و باطن کے حسن! اے زندگی کے مقصود! دنیا تیرے فیض سے آراستہ نہ ہوئی، مسموم ہواؤں کو تو نے صاف کیا، زہریلے مواد کی تو نے اصلاح کی، امن وامان کی ہوائیں تو نے چلائیں، باطنی امراض اور خلقی بیماریاں تیرے دست شفا سے دور ہوئیں، تہذیب وتمدن کے پودوں نے تیری نسیم لطف سے تربیت پائی، خداشناسی کے انوار تو نے چمکائے، طہارت و پاکیزگی کے اصول تو نے جاری کئے، عدل و انصاف کی بنیادیں تو نے مستحکم کیں، جذبات فاسدہ کے طوفان خیز سمندر میں تو نے سکون پیدا کیا، حرص و ہوا، شہوت، غضب کے دشمن انسانیت درندوں سے تو نے نجات دلائی، مخلوق پرستی کی وبا کا تو نے علاج کیا، مسجدیں تیری بدولت آباد ہوئیں، عبادت خانوں میں تیرے طفیل یاد الٰہی کے نعرے بلند ہوئے، خانقاہوں میں ذکر الٰہی کی صدائیں تو نے بلند کرائیں،

زاہدوں کے خلوت خانے زہد و ریاضت کے برکات سے تو نے معمور کیے، ظلم و تعدی کے قلعے تو نے مسمار کیے، سبعیت و بہیمیت کی قیدوں سے تو نے رہائی دی، ملکی صفات تو نے رائج کیے، خاک نشینوں کو افلاک وطنوں پر تو نے فضیلت دی، ابلیسی حکومت کو تیری سطوت سے زوال ہوا، قلب کا نور، ابدان کا مصلح، خاندان کا منتظم، ملک و سلطنت کا عادل و دادگر تو ہے۔ جہاں تیرے فیض سے معمور ہے دنیا تیرے صدقے سے آباد ہے۔

آہ! اے محسن! آج تو اعدا کے نرغے میں ہے، بدنصیب قومیں محسن کشی پر آمادہ ہیں، بے دین فریب کاری کی چالیں چل رہے ہیں، بے قیدی اور فسق و فجور کی تند و تیز بادِ خزاں تیرے لہلہاتے چمن کو غارت کرنا چاہتی ہے، ضلالت و گمراہی کی بجلی تیرے خرمن صدق و صفا کی تاک میں ہے۔ اے مشفق ناصح! اے مہربان مصلح! تیرے پروردے ناسپاسی کر رہے ہیں۔

ہر بدعقل، بد دماغ تیرا دشمن ہو رہا ہے، دنیا اندھی ہو رہی ہے۔ سیاہ باطن نہیں دیکھتے کہ ان پر تیرے کتنے احسان ہیں اور تیرے وجود سے ان کو کس قدر فائدے۔ خدا نہ کرے تیرا ظل حمایت و سایۂ کرم اٹھے تو وہ ہلاک ہو جائیں۔ تیری عداوت اپنی ہلاکت کی دعوت ہے۔ بدقسمت بدحواس ہو کر اپنے انجام سے غافل ہیں۔ اور تجھے ضرر پہنچانے کی تدبیروں میں رات دن سرگرم ہیں۔ چاروں طرف بدخواہی کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ اور تیرے قدموں سے اپنے سر ٹکرا رہی ہیں۔

اے بہادر! دشمن تو کبھی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، انھیں دشمنی کرتے صدیاں گذر گئیں، وہ تیری مخالفت کے جوش میں خود برباد ہو گئے، ان کے نام و نشان مٹ گئے اور تیری شوکت و اقبال کا پرچم لہراتا رہا۔

اب پھر مخالفت کی گھٹائیں گھر آئی ہیں، دشمنوں نے ہر طرف سے حملے شروع کیے ہیں۔ تمام قسم کے اسلحہ اور جنگی سامان سے لیس ہو کر دشمن گھات میں لگے ہوئے

ہیں۔ تیرے بہادروں کے قربان تیری پیشانی پر شکن نہیں، تو ان فوجوں کو خیال میں نہیں لاتا۔ مگر رنج و افسوس یہ ہے کہ آج خود تیرے لشکر میں بغاوت شروع ہوگئی ہے۔ تیری فوجیں دشمنوں سے ساز کرگئی ہیں۔ تیرے سپاہی غدار ہوگئے۔ موافقت کے لباس میں بدخواہیاں کرنے لگے۔ مسلمان کہلانے والے، اسلامی نام رکھنے والے، اسلام کے دعوے دار، اسلام کی بیخ کنی پر تل گئے، یہ سخت خطرہ کا وقت ہے۔

(ص:۲ تا ۴، ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد، شمارہ: جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء)

ان حالات نے آپ کی طبیعت کو بے چین اور سیماب صفت بنادیا آپ اپنے انداز سے تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت کا کام تو ہمیشہ ہی کرتے رہے لیکن مسلمانوں کی خستہ و خراب حالت نے انھیں مجبور کیا کہ تدریسی زندگی کو خیر باد کہہ کے مسلمانوں کی عام خدمت اور ان کی ہدایت کے لئے میدان میں آئیں اور انھیں ایک کامیاب و کامران قوم کی طرح ملک میں عزت و احترام کے مقام سے ہمکنار کریں اور پھر آخرت کی نعمتیں بھی ان کے دامن امید کو بھردیں۔ چنانچہ آج سے تقریباً تیس پینتیس سال پہلے آپ نے اپنی ایک نئی زندگی کا آغاز کیا اور اپنی بہترین عملی اور دماغی صلاحیتوں سے پوری قوم کو بہرہ ور فرمایا۔ لیکن آپ کی فکری و عملی قیادت اور سیاسی کردار ایسا بے غبار اور بے داغ ہے کہ جسے نمونۂ سلف کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ایک باعمل اور متدین عالم کی طرح ہر ماحول میں آپ نے اصول شریعت کو پیش نظر رکھا اور شعائر اسلام و مسلمین کی حفاظت و صیانت کو اپنا مقصد زیست قرار دیا اس لیے دور حاضر کی ضمیر فروش سیاست آپ کے قریب بھی نہ آئی جس نے اچھے اچھے اصحاب قلم کو نگل لیا اور انھیں دین کے تقاضوں سے غافل اور بے خبر بنا کر دنیا کے دام تزویر میں پھنسا دیا۔

عالمانہ شان اور اس کی وضع کو باقی رکھتے ہوئے آپ نے قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور آج کل کے لیڈروں کی مکاری و عیاری کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے

قریب نہ آنے دیا۔ نہ عوام سے ان کی طرح بے بنیاد انتخابی وعدے کئے۔ نہ کسی معاملے میں انھیں مبتلائے فریب کیا اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ منت وسماجت اور طرح طرح کی کوششوں کے باوجود الیکشن میں حصہ لینے والی کسی پارٹی کی رکنیت بھی قبول نہ فرمائی تھی۔

ابھی تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ جناب سلیمان سیٹھ صاحب ممبر پارلیمنٹ وصدر آل انڈیا مسلم لیگ اور جناب غلام محمود بنات والا ممبر پارلیمنٹ وصدر مہا راشٹر مسلم لیگ ایک اجتماع سے خطاب کرنے الٰہ آباد آئے تھے۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد یہ دونوں حضرات آپ کی مشہور دینی واسلامی درس گاہ جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد بھی پہنچے۔ گفتگو شروع ہوئی تو ان لوگوں نے یہ درخواست پیش کی کہ آپ ہماری جماعت ''مسلم لیگ'' میں شامل ہو جائیں۔ ابھی انھوں نے اتنا کہا ہی تھا کہ آپ بول اٹھے! ''نہیں! نہیں! میں تم لوگوں کی گندی سیاست میں کبھی نہیں داخل ہوں گا''۔

اس برملا اور بے ساختہ جواب کا ذرا تیور ملاحظہ فرمایئے۔ جس میں کوئی مصلحت اندیشی ہے اور نہ ہی مرعوبیت اور موجودہ سیاست کی گندگیوں اور آلائشوں سے دامن صاف رکھنے کا عزم کتنا بے لچک اور غیر متزلزل ہے۔

قائدانہ حیثیت رکھتے ہوئے بھی سیاسی آلودگیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا یہی آپ کا وہ جوہر ہے جو تقریباً تیس سال سے ہندوستان کے کسی دوسرے عالم میں ہمیں ایسا بے داغ وصف نظر نہیں آتا جو آپ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ اور اس مردِ درویش کو بارگاہ حق سے یہی وہ انداز خسروی ملا ہے جس پر آپ نے خاندانی دولت و ثروت، رئیسانہ شان وشوکت اور امیرانہ جاہ وحشمت سب کچھ قربان کر دیا۔

جمعیۃ العلمائے ہند جس نے اپنی تاسیس کی کچھ مدت گذرتے ہی حکومت وقت کی کاسہ لیسی کو اپنا سب سے اہم کارنامہ سمجھا جب کہ جناب خالد مصطفیٰ صدیقی رقمطراز ہیں ''جمعیۃ علمائے ہند نے ملکی سیاست میں اہم کردار ادا کیا لیکن اسے وقت کا

المیہ سمجھنا چاہیے کہ ہندوستانی علما کی ایسی جماعت جس کے پاس قومی خدمات کا بہت بڑا سرمایہ محفوظ تھا ۱۹۴۷ء کے بعد اس کی لیڈر شپ کے اجارہ داروں نے دونوں ہاتھوں سے لٹادیا۔ جس جماعت کی بنیاد مفتی اعظم (کفایت اللہ) نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ وہ ۱۹۴۷ء کے بعد اعلا کلمۃ الحق کی جرأت سے محروم ہوگئی۔ اور جاہ پسندی وموقع پرستی اس کا شعار بن گیا۔ بہرحال موجودہ جمعیۃ العلما ایک جدید شی ہے جس کو سیاست کی ہری چراگاہ سمجھنا چاہیے''۔ (ص:۱۴۴، مدنی نمبر، نئی دنیا، دہلی، ۲۵؍نومبر ۱۹۵۹ء)

اسی لیے علما اہل سنت اس سے دور ونفور رہے اور اس کی کانفرنسوں میں بھی شرکت گوارا نہ کی۔ مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت اور مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیت کے اہتمام میں ایک بار ۳؍تا ۵؍مئی ۱۹۳۰ء امروہہ (مرادآباد) میں سہ روزہ کانفرنس ہوئی۔ اس میں شرکت کے لئے صدر جمعیۃ العلما کی طرف سے متعدد خطوط اور دعوت نامے حضرت صدر الافاضل کی خدمت میں پہنچے لیکن دعوت شرکت آپ نے کسی طرح قبول نہ کی، کہ جس روش کو جمعیت نے اپنایا ہے اس سے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ منتشر ہونے اور ان کے تشخص کو نقصان پہنچنے کا سخت خطرہ ہے۔ آپ نے صدر جمعیۃ العلما کے نام جو خط لکھا تھا اس کا متن ص:۲۹، ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد شمارہ ذو القعدہ ۱۳۴۸ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ جو آپ کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت مجاہد ملت نے بھی اس کی ناعاقبت اندیش پالیسیوں پر شدید تنقید کی اور اس کے ذمہ داروں کو بار بار متوجہ کیا اور فرمایا کہ اگر اسے مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کا شوق ہے تو چاہیے کہ ان کے اہم مسائل حکومت کے سامنے لائے جائیں۔ ایسا نہیں کہ جن باتوں سے حکومت کی ناراضگی کا خطرہ ہو انھیں پس پشت ڈال دے۔ ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد کے کسی شمارے میں دیوبندی مجاہد ملت مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی صدر جمعیۃ العلما ہند کے نام بہت پہلے کا ایک بڑا جامع اور پرمغز مراسلہ شائع ہوا تھا افسوس

کہ وہ اس وقت میرے پیش نظر نہیں ورنہ اس کی نقل ضرور یہاں دیتا۔ غالباً کلکتہ میں جمعیۃ العلما کی جانب سے کوئی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں حکومت کے سامنے جو مطالبات شرکاے اجلاس نے پیش کئے تھے ان کے سلسلے میں آپ نے مصلحانہ حیثیت سے صدر جمعیۃ العلما کو متوجہ کیا تھا کہ آپ کو ان پہلوؤں پر ضرور روشنی ڈالنی چاہئے تھی۔ اور انھیں خصوصیت کے ساتھ حکومت کے سامنے لانا چاہئے تھا۔

آپ نے مسلمانوں کے مسائل کس کس طرح حل کرنے کی کوشش کی اور کن کن مواقع پر کیا کیا تدابیر اختیار کی گئی افسوس کہ ان کا کوئی تحریری ریکارڈ نہیں اور نہ ہی اخبارات میں ان کی تشہیر ہوئی کہ ذرائع ابلاغ پر غیروں کا قبضہ تھا اور اب بھی ہے اور اپنے بزرگوں کا طریقہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ مذہب وملت کی خاموش خدمت کرتے رہے اور کبھی شہرت ونا موری کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بعد کے لوگوں نے بھی اسی روش کو اپنایا اور اس وقت ہماری غفلت وسستی کا بھی اس میں دخل ہے کہ اسلاف کے کارناموں کو ضبط تحریر میں لانے کی جد وجہد اور کوئی تحریک نہ ہوئی جس سے بہت سے تاریخی حقائق پردۂ گمنامی میں چلے گئے اور طالبانِ حق کو نام نہاد مؤرخین نے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں میں مبتلا کر دیا۔ زمانہ کا رخ دیکھتے ہوئے اب سے ہمیں اپنے ان محسنوں کی تاریخِ حیات وخدمات مرتب کر لینی چاہئے جنھوں نے مذہب وملت کے خیابانوں اور مرغزاروں کو اپنے خون جگر سے سیراب کیا۔ اور اس کے گلستانوں کی آبیاری کر کے انھیں پروان چڑھایا۔ اس کی مست خرام ہواؤں رنگ برنگ پھولوں اور مشام جاں کو معطر بناتی ہوئی خوشبوؤں سے مخمور ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ انھیں بھی یاد کرتے چلیں جن کے خون جگر کی سرخیاں غنچہ وگل کی رنگینیوں میں شامل ہیں باغ وبہار کی لطافت ورعنائی آج ہمارے لئے وجہ سکون دل اور باعث نشاط ذہن ودماغ ہے لیکن ان کی طرف بھی تو دیکھتے چلیں جنھوں نے تپتے ہوئے ریگستانوں کو لہلہاتا ہوا چمنستان

بنایا۔ ان بہاروں کی بہار تو لوٹیں لیکن ان کا بھی تو ذکر کرتے چلیں جنھوں نے خزاں رسیدہ ماحول میں بہاروں کو جنم دیا اور ہماری عزت وحرمت اور آسائش وراحت کے لیے اپنی متاع زندگی قربان کردی۔

صد حیف کہ ملت اسلامیہ ہند کے اس عظیم محسن حضرت مجاہد ملت کے حالات و خدمات کی ترتیب وتدوین کی طرف جماعت کے اصحاب قلم نے توجہ نہ کی اور نہ راقم السطور ہی کو ان کا صحیح اور مستند طور پر علم ہے کہ ان پر غائرانہ نظر ڈال کر آپ کی عظمت ورفعتِ فکر و عمل کے تابناک گوشے قوم کے سامنے پیش کردیئے جائیں۔

ہاں! اتنا ضرور معلوم ہے کہ جب بھی وقت آیا آپ نے بلا خوف وخطر ہر جائز اور حق بات کہی۔ اس کا برملا اعلان کیا۔ اور کبھی کسی معاملہ میں کوئی مداہنت گوارا نہ کی بلکہ آگے بڑھ کر مشکلات کو خوش آمدید کہا۔ جس کے نتیجے میں بارہا آپ کو قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ لیکن کبھی آپ کے جبین استقلال پر کسی نے کوئی شکن نہ دیکھی۔

آپ کی جرأت خداداد کا ایک تاریخی ثبوت یہ ہے کہ مسٹر گاندھی جس کے سامنے ہندوستان کی موجودہ سیاسی دنیا عقیدت سے اپنا سر خم کرتی ہے اور ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے کے سلسلے میں جس کا نام سرفہرست لکھا جاتا ہے اس کے خلاف آپ نے ایک بار آزادئ ہند کے بعد کسی موقع پر الٰہ آباد، غازی پور اور سلطانپور ان تینوں جگہوں پر اپنی تقریروں میں سخت لب ولہجہ اختیار کیا۔ سوئے اتفاق سے ان تینوں جگہوں سے آپ کے خلاف کورٹ میں مقدمہ بھی دائر ہوگیا۔ متعلقین کو سخت وحشت اور پریشانی ہوئی لیکن آپ اپنی جگہ بالکل ایسے مطمئن تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ تھوڑی مدت تک ان جگہوں پر مقدمات چلے اور بالآخر الٰہ آباد ہائی کورٹ میں ان کا معاملہ پہنچا۔ حضرت مولانا نظام الدین صاحب بلیاوی ثم الٰہ آبادی مدظلہ سابق پرنسپل

مدرسہ عالیہ رام پور جو حضرت مجاہد ملت کے سب سے ممتاز اور قابل فخر تلمیذ رشید ہیں ان کا بیان ہے کہ جس بنچ پہ یہ مقدمہ تھا اس کے جج (مسٹر برونگ) کو خواہش ہوئی کہ ذرا اس شخص کو تو دیکھا جائے جس نے اس زمانے میں ایسے عظیم لیڈر اور بابائے وطن کے خلاف ایسی تقریر کی۔ چنانچہ اس کی طلب پر آپ تشریف لے گئے اس نے کچھ سوالات کئے جس کے آپ نے اطمینان بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ جج نے اس تاریخی مقدمہ میں جو فیصلہ صادر کیا اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ ''چونکہ یہ ملک سیکولر ہے اور دستور کی روشنی میں ہر شخص کو آزادئ رائے دی گئی اور اس کے اظہار کا بھی حق حاصل ہے لہٰذا مولانا حبیب الرحمٰن قادری پر کوئی فرد جرم عائد نہیں ہوتی۔''

اور جسم و جان سے بے پروائی کا ثبوت وہ دور ہے جب کہ کلکتہ کے ہولناک فسادات (۱۹۶۳/۶۴ء میں) ہو رہے تھے جن میں لاکھوں مسلم خاندان تباہ و برباد ہو گئے اور نہ جانے کتنے اپنے گھر بار سے محروم کر دیئے گئے۔ اس عالم رستاخیز میں آپ ان کی اذیتوں اور ہلاکتوں کو دیکھ کر میدان عمل میں نکل آئے اور مسلمانوں کی حفاظت و حمایت اور ان کی آبادکاری کے لئے وہ سب کچھ کیا جو آپ کے بس میں تھا۔ اور حکومت وقت کو اس بری طرح جھنجھوڑا اور اسے للکارا کہ اس نے اپنے حق میں خیر نہ سمجھا اور حق گوئی کی پاداش میں آپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا گیا۔ دو سال تک آپ غازی پور جیل میں رہے آپ سے رسیاں بٹوائی جاتیں جس سے ہتھیلیوں میں چھالے پڑ جاتے۔ اور دوسری ذہنی ایذائیں پہنچائی جاتیں اور طرح طرح کی مشکلات سے دو چار ہونا پڑتا مگر ہر حال میں آپ نے بے مثال استقلال و پامردی کا مظاہرہ کیا اور صبر و شکر سے کام لیتے رہے۔ ملنے جلنے والوں کی آمد و رفت جاری رہتی مگر آپ کبھی ان کے سامنے کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے۔

اسی طرح سلطانپور، رائے بریلی، اور بالیسر (اڑیسہ) وغیرہ کے جیلوں میں

بھی آپ نے اپنی قیمتی اور مصروف زندگی کے لیے کئی سال گذارے جن کے جھلستے ہوئے دن نہ آپ کے عزم کو پگھلا سکے اور نہ ہی ٹھنڈی راتیں آپ کے جذبات کو سرد کر سکیں اگر درودیوار زنداں کو قوت گویائی بخش دی جائے تو آج بھی وہ آپ کی عزیمت و استقامت کی شہادت دے سکتے ہیں اور ایک انصاف پسند مؤرخ تاریخ کی بہت سی گمشدہ کڑیاں جوڑ کر ایک نہایت روشن اور تابناک باب زیب قرطاس کر سکتا ہے۔

یہ قید بھی عجیب چیز ہے کہ ساری دنیا اس سے دور بھاگتی ہے مگر اہل دل اس میں پہنچ کر روحانی سکون اور اطمینان قلب محسوس کرتے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت کا جسم تو پابند سلاسل رہا کرتا تھا مگر آپ کی روح اور دل کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے خالق کی بارگاہ میں سجدۂ شکر اور سجدۂ عبودیت میں مصروف رہتے۔ ذوق عبادت میں اور اضافہ ہو جاتا اور غم روزگار سے بے نیاز ہو کر مالک حقیقی کے حضور شب و روز محو عبادت رہتے۔ مولانا حاجی شریف احمد خاں رضوی پیلی بھیتی مدرس مدرسہ انوار العلوم بہادر گنج الہ آباد نے ایک ملاقات کے دوران راقم سطور کو بتایا کہ ”ایک بار حضور مجاہد ملت قبلہ نے جن کی مجھ پر بے شمار شفقتیں اور عنایتیں ہیں ارشاد فرمایا! اماں! بہت دنوں سے میں جیل نہیں گیا۔ وہاں سکون ملتا ہے اور عبادت کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔“

واللہ! قربان جایئے اس ذوق عبادت اور لذت عشق و عرفان کے جس کا اصرار ہے کہ ؎

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پا بہ جولاں دیکھئے
چلئے اٹھئے! اب کہ پھر وحشت میں زنداں دیکھئے

اس مرد قلندر اور درویش کامل کی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ تفصیل سے لکھنے کے لئے ایک مستقل کتاب بلکہ اس کا ہر موضوع ایک ضخیم دفتر کا طالب ہے۔ آپ نے جہاں جامعہ حبیبیہ الہ آباد اور یوپی، بہار، بنگال و مہاراشٹر وغیرہ میں سیکڑوں مدارس قائم

کئے وہیں مسلمانوں کی صالح قیادت اوران کی صحیح رہنمائی کر کے مسلم معاشرے میں دینی اقدار سے تعلق اور مذہبی جذبات بیدار کرنے کے لیے ’’کل ہند تبلیغ سیرت‘‘ کی بنیاد ڈالی اوراس کی مدت العمر تک صدارت فرماتے رہے۔ متعدد صوبوں میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں اور ہر جگہ سے وسیع پیمانے پر کام کرنے کے لیے آپ نے زبردست تحریک چلائی اور جابجا دینی اجلاس کے ذریعہ نیز ذمہ داران حکومت سے مل کر مسلمانوں کے معاملات اوران کے حالات کا صحیح رخ پیش کیا گیا۔ آنے والے خطرات سے آگاہ کیا اور کوٹھاری کمیشن کی ان سفارشات کے خلاف خصوصیت سے احتجاجات کرتے رہے جن سے اسلام اور دینی تعلیم پر زد پڑتی ہے۔ اسی طرح تقسیم وطن کے بعد غیر مسلموں کے قبضے میں جو مسجدیں ہیں ان کی واگذاری اور مسلم اوقاف کی دیکھ بھال اوران کی حفاظت کے لئے دین دار اور دیانت دار عملہ کے تقرر کے لئے ہمیشہ آمادۂ پیکار رہے۔

حسن اتفاق سے انجمن اسلامیہ مراد پور پٹنہ کی عظیم الشان سہ روزہ کانفرنس منعقدہ ۹؍تا۱۱؍اپریل ۱۹۵۴ء کا ایک ہینڈ بل ملا جس میں تبلیغ سیرت کے اغراض ومقاصد بھی درج ہیں اور بیداری کا پیغام بھی۔ اس کی نقل حاضر خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں:

اللہ اکبر! وقت کی پکار، مسلمانوں سے پرزور اپیل:

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

برادران اسلام! یاد رکھئے کہ اس متحرک دنیا میں کوئی چیز ساکن نہیں۔ قومیں ترقی کرتی ہیں یا گر کر مٹ جاتی ہیں۔ اس لئے یا تو اسلام پھیلانے کی کوشش کرو ورنہ قدرت کا عمل مسلمانوں پر بھی جاری ہو جائے گا۔

کچھ شک نہیں کہ نیکی وسچائی کے اندر بڑھنے اور پھیلنے کی قوت موجود ہے مگر پھر بھی پھیلانے والوں کی ضرورت ہے۔ بیج میں پھولنے پھلنے کی طاقت موجود سہی، مگر تخم

ریزی کے ساتھ پانی دینا، حفاظت کرنا اور محنت اٹھانا شرط ہے۔ سچائی کا پھل حاصل کرنے کے لیے یہ سب مرحلے ضروری ہوتے ہیں۔ آج اسلام کی سچائی پھل پانے کے لیے کسان کی کاوشوں کی محتاج ہے۔ ''کھیتی خصمان سیتی'' کا مشہور مقولہ کم کوش عالموں اور حال مست امیروں کے لئے سامان عبرت رکھتا ہے۔ اسلام دوستی کے دعویٰ کے ساتھ آرام طلبی حرام ہو جاتی ہے۔

اس لیے اے مسلمانو! تم اسلام کے تقاضے اور سچائی کی پکار کو سنو! بے قرار روح، سچی تڑپ، اور درد رکھنے والا دل پیدا کرو۔ جو تمہاری سوئی ہوئی قوتوں کو بھی بیدار کر دے اور تمہارے ارد گرد نیند کے ماتوں کو بھی ہشیار کر دے۔

یہ کیا حال ہے کہ باطل پر جوش اور حق کم کوش ہے۔ باطل جسے سر چھپانا چاہئے وہ سرفراز ہے مگر سرفرازی جس دین کی قسمت میں تھی اسے سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔ ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ اسلام کے مدعی اسلام کی خدمت وتبلیغ کے لئے کوشش صرف نہیں کرتے۔

ان حالات میں مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ و دیگر علما عظام ومخلص رہنمایانِ قوم نے باہمی مشورہ سے ۱۳۶۸ھ میں پانچ اغراض و مقاصد پر مشتمل الٰہ آباد میں آل انڈیا تبلیغ سیرت قائم کی اور یہیں اس کا مرکزی دفتر قائم کیا۔ جس نے باوجود اپنے محدود وسائل اور مالی مشکلات کے شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس کے مخلص کارکنوں کی تبلیغی جد و جہد اور سرگرمیوں سے اب تک بھارت کے طول وعرض میں تین سو سے زیادہ دینی مدارس و مکاتب قائم ہو کر چل رہے ہیں۔ اور ملک کے مختلف اطراف میں اس کی شاخیں قائم کر کے مبلغین مذہبی تنظیم وتبلیغ کی خدمات میں مصروف ہیں۔ جن کے مصارف کا بوجھ مرکز پر ہے یا اس کی شاخ پر۔

حضرات! اس نازک دور میں اس ملک کے چار کروڑ مسلمانوں کو اگر آپ

خوشحال مذہبی تعلیم سے بھرپور اور امن وسلامتی کے گہوارہ میں دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے مقاصد سے تعاون کیجئے۔ اور اپنی پوری ہمت سے اس کی مالی امداد فرمایئے۔ تاکہ یہ اپنے مقاصد کے حصول میں ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ وَمَا عَلینا الا البلاغ.

اغراض ومقاصد آل انڈیا تبلیغ سیرت:

(۱) مسلمانوں کے اصلاح عقائد واعمال وتنظیم واتحاد (کی کوششیں) (۲) ہر زبان جس میں اسلامیات کا عظیم الشان ذخیرہ ہے اس کی بقا وتعلیم کی تدبیریں۔ (۳) اصلاح و ترقی مدارس۔ تمام مدارس اسلامیہ دینیہ کو منظم کر کے ان کے نصاب میں یکسانیت پیدا کرنے کی صورتیں۔ (۴) مساجد ومقابر اور خانقاہوں اور مسجدوں وقبرستانوں کو ہر قسم کی دست برد سے بچانے اور ان کو ان کے مصرف پر لگانے کے لئے جد و جہد۔ (۵) اشاعت وتبلیغ۔ انجمن کے مقاصد سے روشناس کرانے کے لئے پریس اور اخبار جو کانفرنس کا ترجمان ہو جاری کرنے کی تدبیریں اور ملک کے ہر حصہ میں انجمن کی شاخوں کے بڑھانے کے لئے جدوجہد۔

الملتمسین: اراکین تبلیغ سیرت بہار، صوبائی دفتر سلطان گنج، پٹنہ، ص:۶، جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اسماعیل خاں قادری۔

اپنے اخیر دور میں کل ہند ''تحریک خاکساران حق'' کے نام سے ایک ہندوستان گیر تنظیم کی داغ بیل ڈالی اور ملک کے مختلف حصوں میں ہزاروں سرگرم وکلا، دانشور، پروفیسرس، ڈاکٹرس اور سماجی قائدین اس کے باقاعدہ رکن منتخب ہوئے۔ اس تحریک نے دینی جلسوں، کانفرنسوں اور مختلف قومی و مذہبی تقریبات اور اعراسِ بزرگان دین میں اپنی رضا کارانہ خدمات سے اہل ملک کو کافی حد تک متوجہ کیا اور مسلمانوں میں ولولہ انگیز اور ایک طاقت وراجتماعی زندگی کی راہیں ہموار کیں۔

اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تقسیم ہند سے قبل کی عنایت اللہ مشرقی

کی ''خاکسار پارٹی'' اور اس کے اصول وضوابط سے ''تحریک خاکساران حق'' کا کوئی تعلق نہیں جیسا کہ میرے ایک عریضہ کے جواب میں حضرت مجاہد ملت رقم طراز ہیں۔

جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد ۱۹۸۰ء

کرم فرما زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ایک تو عزیزی مولانا عاشق الرحمٰن صاحب سلمہ کے نام آیا تھا جس کا جواب تحریر کر دیا تھا کہ فقیر کے آنے پر کیفیت لکھی جائے گی انھوں نے فقیر سے تذکرہ کیا۔ لیکن کچھ مشغولیت، کچھ فقیر کی سستی کی وجہ سے رہ گیا۔ دوسرا گرامی نامہ عزیزی محمد علی جناح صاحب سلمہ کے نام آیا جس کو انھوں نے ابھی پڑھ کر سنایا۔ اس لیے فقیر فوراً جواب لکھ رہا ہے کہ:

پرانے خاکساروں میں سے سبھوں نے فقیر کی تحریک کو منظور نہیں کیا بلکہ ابھی بھی ان کی جماعت باقی ہے اور کبھی کبھی ہم لوگوں کی مخالفت بھی کرتی ہے۔

مختصر قصہ یہ ہے کہ الٰہ آباد کے بعض پرانے خاکساروں نے ان کی جماعت کی امارت قبول کرنے کے لئے فقیر سے اصرار کیا۔ فقیر نے (عنایت اللہ) مشرقی کے خلافِ شریعت اقوال جس میں بعض حد کفر تک پہنچتے ہیں جس کی علمائے اہل سنت نے مخالفت کی اور فقیر غفرلہ القدیر بھی مخالف تھا اور ہے۔ لہٰذا فقیر اس جماعت کی امارت کو قبول نہ کرے گا۔

ان لوگوں نے جواب دیا کہ مشرقی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ اقوال میرے ذاتی ہیں خاکساروں کو قبول کرنا نہیں ہے۔

لہٰذا آپ ان اقوال کی مخالفت کرتے ہوئے بھی امیر رہ سکتے ہیں۔ تو فقیر نے کہا کہ ان کے نکات اصول خاکسار کے اندر بھی خلاف شرع باتیں ہیں تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ ترمیم کر دیجیے۔ فقیر نے ترمیم کر کے ان کے مدار النظام رئیس فاطمی کے پاس لکھنؤ بھیج

دیا۔لیکن انھوں نے منظوری یا عدم منظوری کی کوئی خبر نہیں دی۔

تو فقیر نے ''خاکسارانِ حق'' کے نام سے ایک جماعت قائم کی اور ''خذ ماصفا ودع ماکدر'' کی بنیاد پر جو مفید اور اس وقت ماحول کے لئے ضروری چیزیں تھیں انھیں لے لیں۔ان میں سے جن لوگوں نے میری تحریک کو منظور کیا وہ شریک ہو گئے اور فقیر کی امارت قبول کر لی۔اور کچھ لوگ ہیں وہ اپنے حال پر ہیں۔کبھی کبھی اجتماع بھی کر لیتے ہیں اور کبھی کبھی ہماری مخالفت بھی کرتے ہیں۔لہٰذا تمام پرانے خاکساروں کی شرکت وقبول کرنے کا اعلان صحیح نہیں۔فقط والدعاء۔

فقیر حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ

ارباب حکومت کے سامنے حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ ابھی ۱۹۷۷ء کے ہنگامہ خیز الیکشن سے ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے کہ آپ نے ایک وفد (جس میں مولانا ناصر فاخری الٰہ آباد، حاجی شریف احمد خاں پیلی بھیت، مشتاق احمد خاکسار فیض آباد شامل تھے) کے ساتھ پرائم منسٹر ہاؤس نئی دلی میں آر کے دھون، بنسی لال، عبدالرحمٰن انتولے وغیرہ سے ملاقات کی اور بلا خوف وخطر ان سے کہا کہ ''تیس سال سے جتنے فسادات ہوئے سب کانگریس نے کرائے۔جتنے بچے یتیم ہوئے اور جتنی عورتیں بیوہ ہوئیں سب تمہاری پارٹی اور پولیس نے کیا۔میں تمہاری پارٹی میں شریک ہونے نہیں آیا ہوں۔صرف ایک دینی ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں''۔

اس ملاقات کے بعد کانگریسی نیتاؤں نے ایک پریس کانفرنس بلائی تو اس میں بھی آپ نے صاف صاف بیان دیا کہ ''میں کانگریس پارٹی میں شرکت کے لئے نہیں آیا ہوں۔بلکہ ایک دینی ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں''۔

شام کو عبدالرحمٰن انتولے نے اپنے یہاں دعوت دی۔اور متعدد زعما حکومت کے سامنے آپ سے ایک معاہدہ کیا جس کی تفصیل اس وقت کے اخبارات میں آئی

تھی۔عبدالرحمٰن انتولے کا یہ بیان سیاست جدید کانپور وغیرہ میں آیا تھا کہ مولانا حبیب الرحمٰن قادری مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑے طبقہ کے عظیم رہنما اور ان کے دینی پیشوا ہیں، ان کے ماننے والوں کی ایک زبردست تعداد پورے ملک میں پائی جاتی ہے۔

معاہدہ کے بعد آپ نے اپنا جو بیان جاری کیا تھا وہ بلفظہ ذیل کی سطروں میں درج ہے۔

نحمده و نصلی علیٰ حبیبه الکریم و علیٰ اٰله و صحبه و ابنه و حزبه اجمعین

تمام ہندو، مسلمان عوام وخواص سے گذارش:

یہ امر واضح ہے کہ ۱۹۷۵ء کے فروری میں سنی علما کی ایک جماعت نے ملک کا دورہ کر کے چھ نکاتی مطالبات کی اشاعت کی۔اور حکومت سے بذریعہ تجاویز مطالبہ کیا کہ ان کو منظور کرے۔لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا جس سے ایک قسم کی ناامیدی ہوگئی۔

الیکشن کے اعلان کے بعد جب میں میسا کے تحت جیل سے رہا ہو کر جنتا پارٹی کے لیڈر جناب بیجو پٹنائک صاحب سے خود ملا اور چودھری چرن سنگھ کی خدمت میں بذریعۂ نمائندہ مطالبات بھیجے جن کو کہ دونوں لیڈروں نے ٹال دیا۔ان سے بھی ناامیدی ہوگئی۔

آخر میں مایوسی کے باوجود ارکان کانگریس کی خدمت میں دو مطالبہ کے اضافہ کے ساتھ کل آٹھ مطالبات پیش کئے۔گفت وشنید کے بعد آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے اسے منظور کر لیا اور وعدہ کیا کہ کانگریس کی حکومت بننے پر اس پر عملدرآمد کرائیں گے۔

اس میں بعض مطالبات ہندو، مسلمان سب کو عام ہیں۔اس بنا پر میری طرف سے تمام ہندو، مسلمان وغیرہ سے اپیل ہے کہ اپنا قیمتی ووٹ کانگریس کو دے کر کانگریسی امیدواروں کو کامیاب بنائیں تاکہ یہ مطالبات منظور ہو جائیں جو کہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی مفید ہیں۔

مطالبات حسب ذیل ہیں:

(۱) کوٹھاری کمیشن کے اس حصے کو نا منظور کرے جس میں مذہبی، تعلیمی اداروں کو

(راشٹریہ کرن) قومیا لینے کی اور بغیر رجسٹریشن کے مدرسہ قائم کرنے کو جرم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

(۲) اس امر کی یقین دہانی کہ دستور کی دفعہ نمبر: ۳۰ جس میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی وترمیم نہ کی جائے۔

(۳) موجودہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ نمبر: ۲۵ منسوخ کی جائے، یا مسلمانوں کو کم از کم اس غیر اسلامی قانون کی پابندی سے (مسلم پرسنل لا میں صریحاً مداخلت ہے) مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(۴) ملک میں جو مساجد (خصوصاً پنجاب، ہریانہ، دہلی، راجستھان، کلکتہ وغیرہ) غیر مسلموں کے قبضہ میں ہیں ان کی واگذاری کی جائے۔

(۵) فرقہ وارانہ فسادات میں اقلیتوں کی املاک اور جان و مال کی حفاظت کی مکمل ضمانت دی جائے اور جن اضلاع میں ایسے فرقہ وارانہ فسادات رونما ہوں وہاں کے کلکٹر و سپرنٹنڈنٹ پولیس اوراس سازش میں ملوث افسران کو برخاست کر کے ان پر مقدمہ چلایا جائے اور نقصانات جان ومال کی تلافی کی جائے۔

(۶) مسلمانوں کی ان املاک کو جو دینی اغراض کے لئے وقف کی گئی ہیں انھیں سرکاری مسلمانوں کے خرد برد سے بچایا جائے سنی وقف بورڈ میں ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کے نمائندوں کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

(۷) ایمر جنسی کے دوران میں جن لوگوں کے ساتھ ادھیکاریوں نے جبری نس بندی کی ہے جبر کرنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے اور جن علاقوں میں ایمر جنسی کے دوران فائرنگ ہوئی ہے وہاں فائرنگ سے مرنے والوں کو معاوضہ دیا جائے۔

(۸) ایک کمیشن علما کا قائم کیا جائے جس میں ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کے منتخب کردہ علما کو رکھا جائے جن کے مشورہ پر حکومت مسلمانوں کے مذہبی معاملات پر عمل درآمد کرے۔

المشتہر:

خادم فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ
صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت
وامیر کل ہند تحریک ''خاکساران حق''

کوئی دنیا دار لیڈر اور مفاد پرست رہنما ہوتا تو ۱۹۷۷ء میں جب کہ کانگریس پارٹی کی کشتیِ حیات بھنور میں تھی اور پورے ملک کے عوام ایمرجنسی کے درمیان پائی جانے والی زیادتیوں کی وجہ سے اس سے بدظن ہو چکے تھے، اس نازک موقع سے زبردست فائدہ اٹھاتا اور نہ جانے کتنوں نے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ کانگریس کے خلاف تقریباً ہر صوبے میں نفرت و بیزاری اور برہمی و ناراضگی کے امڈتے ہوئے سیلاب میں اس کے چوٹی کے لیڈر حواس باختہ تھے۔ ایسے برے وقت میں محض ملی مفادات کے تحت سارے اغراض سے بالاتر ہو کر اس کا ساتھ دیا اور پھر اس زمانے میں جب کہ اس کا آفتاب اقبال نصف النہار پہ تھا معاہدہ کی تکمیل نہ کرنے اور اس کے ظلم و زیادتی پر احتجاج کرتے ہوئے اپنا یہ طویل بیان (بزبان اردو ہندی) ہزاروں کی تعداد میں پورے ملک میں تقسیم کرایا۔ یہ پمفلٹ آپ کے خلوص وللّٰہیت اور دینی وملی غیرت وحمیت کا صحیح آئینہ دار ہے۔

ہندوستان میں سیکولرازم کی بقا کے لئے ضروری لمحۂ فکریہ:

عید کے دن مرادآباد سے جو خلفشار شروع ہوا اس کا رنگ ایسا تھا کہ صرف یوپی ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا اگر ذمہ داران فوری کارروائی نہ کرتے، تو اس خلفشار کی ابتدا بظاہر مرادآباد سے ہے لیکن حقیقتاً جنتا حکومت کے زوال کے وقت ہی سے اس شرانگیز تحریک کی ابتدا ہو چکی تھی، جیسا کہ الٰہ آباد میں پولیس کے سامنے ہی پائپ سے پانی لینے کے بارے میں دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا اور جب جھگڑا بڑھ گیا تو پولیس نے یک طرفہ کارروائی کرتے ہوئے صرف مسلمانوں کو گولی کا نشانہ

بنایا، ان کی دوکانیں لوٹیں اور خدا جانے کیا کیا ناجائز حرکتیں کیں۔ ساتھ ہی ساتھ فیروز آباد کی مسجد پر شر پسندوں نے غالباً بم پھینکا لیکن ہماری جماعت ''خاکساران حق'' خصوصاً اس کے سالار کی ہوشیاری کی وجہ سے جھگڑا نہ ہوسکا اور امن وامان کی فضا برقرار رہی۔ الٰہ آباد، فیروز آباد کے علاوہ اور بھی نہ معلوم کہاں کہاں اس طرح کی شر انگیزی کر کے امن وسکون کی فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن مراد آباد کے حالیہ فساد میں شر انگیز فسادیوں نے ایک نیا طریقہ اپنایا۔ وہ یہ کہ عید کی نماز کے وقت عید گاہ میں نمازیوں پر سور دوڑا دیا تاکہ مسلمان رنج وغم اور غصہ کی وجہ سے بدحواس ہو کر بھڑک اٹھے اور پولیس کے بھیس میں آر ایس ایس کے درندوں کو اپنی درندگی اور بہیمیت کے مظاہرہ کا موقع مل جائے اور ایسا ہی ہوا۔ مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے اور بے گناہ مسلمانوں کے خلاف حکومت کے دماغ کو خراب کرنے کے لئے اور ملک کے امن وامان کی فضا کو زہریلی کرنے کی یہ ایک منظّم اور سمجھی بوجھی سازش تھی جو پہلے سے چل رہی تھی اور اندر اندراب بھی چل رہی ہے، حالیہ فرقہ وارانہ فسادات اس کا واضح ثبوت ہے۔

مگر یہ بات واضح رہے کہ اگر ہوشمندی سے کام نہ لیا گیا تو ان فسادات کی لپیٹ میں آکر جہاں مسلمان تباہ وبرباد ہورہے ہیں اور ہوں گے وہیں ہندوؤں کا بھی کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ اندرا کانگریس بھی محفوظ نہ رہ سکے گی اور کوئی تعجب نہیں کہ یہ طوفان بدتمیزی حد سے گذر جائے تو ملک بھی تباہی کے دہانے پر آجائے۔

لہٰذا ملک میں برپا ہونے والے حالیہ فرقہ وارانہ فسادات مسلمانوں، انصاف پسند ہندوؤں اور حکومت کے لئے ضروری لمحۂ فکر یہ ہیں۔ موجودہ حالات کے پیش نظر کس کو کیا کرنا چاہئے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(ا) حالیہ فسادات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جنتا حکومت جو دراصل آر ایس ایس اور جن سنگھ کی حکومت تھی اس نے اپنے دور حکومت میں حکومت کے ہر شعبہ

خصوصاً پولیس میں کثرت سے ''مسلم کش'' ذہنیت رکھنے والے آدمیوں کو بھر دیا اور اب چال یہ چلی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کو بھڑکاؤ اور جب یہ بھڑک کر سامنے آ جائیں تو پولیس کی وردی میں ملبوس ہمارے آدمی قیام امن کے نام پر نہایت اطمینان سے مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنائیں۔ مکان و دوکان لوٹیں وغیرہ وغیرہ جونا کردہ حرکتیں کر سکتے ہیں کریں اور اس میں ان کی جماعت بھی پولس کی مددگار ہو جائے اور اگر پولس وآرایس ایس اور جن سنگھ کا آپس میں گٹھ جوڑ نہیں ہے تو مرادآباد میں جھگڑا مسلمانوں اور پولیس کا تھا، ہندوؤں کے الجھنے کا کیا معنی؟

اور شر پسند عناصر کسی مندر یا ہندوؤں کے کسی مقامِ عبادت میں گائے کا سر یا گوشت ڈال سکتے ہیں اور اس طرح ہندو مسلم فساد کی آگ بھڑکا سکتے ہیں اور نتیجے میں بے چارے بے گناہ مسلمانوں کو بدنام کر سکتے ہیں اور اس پرفتن اور شر انگیز ماحول میں عجب نہیں کہ پھر کوئی فسادی، پیسے کے لالچ میں فساد کرانے کی غرض سے سور کاٹ کر مسجد میں ڈال دے یا کوئی فسادی گائے کا گوشت مندر میں ڈال دے، مطلب یہ ہے کہ کسی نوع فساد بڑھے اور مسلمان گولیوں کا نشانہ بنیں اور آسانی سے تباہ و برباد کیے جائیں اور جہاں زیادہ تباہی و بربادی ہوئی ظاہر ہے وہاں حکومت کی بدنامی بھی ہوگی گویا فسادی اس طریقے سے ایک تیر میں دو شکار کریں گے یعنی مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا اور حکومت کو بدنام کرنا دونوں مقصد بیک وقت حاصل ہو جائیں گے ع

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار،

خدا کرے کہ موجودہ خلفشار جلد سے جلد فرو ہو جائے لیکن اس وقت فسادات کے فرو ہو جانے کے بعد یہ سمجھ لینا کہ واقعتاً فسادات بالکل فرو ہو گئے غلط ہے، غلط ہے، غلط ہے۔ تباہی ہے، تباہی ہے۔ ہرگز ہرگز کسی کو مطمئن نہیں ہونا چاہئے ہمیشہ کے لئے اس کو اکھیڑ پھینکنے کے لئے سر توڑ کوشش کرنا چاہئے۔

اس لیے جس طرح جسم سے جب تک مادۂ فاسدہ کو ختم نہ کیا جائے محض آپریشن کر کے دس بیس پھوڑے ٹھیک کر دینے سے حقیقی فائدہ نہ ہوگا بلکہ جسم میں موجودہ مادۂ فاسدہ کی وجہ سے سیکڑوں پھوڑے نکل کر صحت کو برباد کر سکتے، ہیں اسی طرح جب تک حکومت فسادی مادوں کا صفایا نہ کرے گی فسادات ہوتے رہیں گے، مسلمان تباہ ہوتے رہیں گے اور حکومت بھی بدنام ہوتی رہے گی۔ لہٰذا حکومت اس معاملہ میں نہایت سنجیدگی سے غور وفکر کر کے ایسا قوی اقدام کرے کہ جس سے یہ فسادی اپنے ناجائز مقصد میں بالکلیہ ناکام ہوجائیں۔

(۲) اب مسلمان اس موقع پر غور وفکر کریں کہ فسادی لوگ جو مسجد میں سور دوڑا کر یا سور کا گوشت ڈال کر انھیں ابھارتے اور بھڑکاتے ہیں اس سے ان کا کیا مقصد ہے۔ تو ان کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ مسلمان بے قابو ہو جائیں اور بھڑک کر خود ہی تباہ و برباد ہوجائیں اور فسادیوں کا مقصد پورا ہوجائے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس طرح کے روح فرسا و جاں گداز موقعوں پر اپنے خون کا گھونٹ پی کر صبر وتحمل سے کام لیں، بجائے جوابی کارروائی کرنے کے حکومت کو ضرور مطلع کریں اور نہایت خفیہ طریقہ پر اس کا پتہ لگائیں کہ ایسی حرکتیں کون کر رہا ہے۔ موقع پر اس کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کریں بلکہ حکومت کو ضرور مطلع کریں۔ اگر بار بار ایسی حرکت ہو اور حکومت فساد میں ملوث فسادیوں کو عبرتناک سزا دے کر فسادات کو نہ بند کرائے تو اس وقت نہ تو فقیر کو آپ لوگوں کو منع کرنے کی ہمت ہوگی اور نہ ہی آپ میں ماننے کی سکت ہوگی، ظاہر ہے کہ ''مرتا کیا نہ کرتا'' کی مثال صادق آئے گی۔

مسلمانو! اگر آپ حضرات نے میری گذارش پر ہوش اور سنجیدگی کے ساتھ غور نہ کیا اور برافروختہ ہوگئے تو نتیجہ آپ کے سامنے ہے، ابھی جو کچھ ہو رہا ہے اس سے بدتر سے بدتر حال ہوگا اور تباہ کار فسادی کامیاب ہوں گے۔ **وما علینا الا البلاغ.**

(۳) حکومت کو چاہئے کہ بڑی ہوشیاری سے فسادات کو روکنے کی کارروائی کرے اور نہایت چاق و چوبند ہو کر فسادی مادوں کا صفایا کرے، پولیس کی زیادتیوں پر غائر نظر کرے ورنہ جہاں مسلمان تباہ ہوگا وہیں کچھ نہ کچھ حکومت کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر کرفیو کے اندر مارے جانے والے اور لوٹے جانے والے مسلمانوں کے متعلق معتمد ذرائع سے تحقیق کرے، اگر یہ نہ ہوا اور پولیس کی زیادتی بڑھی تو ظاہر ہے:
''جسے بار بار کہنے کی ضرورت نہیں''

(۴) انصاف پسند ہندوؤں کو چاہئے کہ ہندو مسلمان مل کر مشترکہ طور پر ایک جماعت تیار کریں۔ اس جماعت کا کام یہ ہو کہ ہندو، مسلمان یا پولیس میں جو بھی فساد کا آغاز کرے یا کرائے ''البادی اظلم'' کی بنا پر اسے گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے کیفر کردار کو پہنچائے اور فساد ہو جانے کی صورت میں یہ جماعت کوشش کرے کہ حملہ کا سلسلہ بند ہو اور جب حملہ کا سلسلہ بند ہو جائے گا تو فساد خود بخود رک جائے گا۔

اسی لیے فقیر نے ایک جماعت ''خاکساران حق'' نام کی قائم کی ہے جس کے سپاہی میں بلا تخصیص ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، غرض کہ ہر وہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ فرقہ وارانہ فساد نہ ہو وہ شریک ہو سکتا ہے۔ چاہے لوگ الگ سے اس کی کوشش کریں یا اس جماعت میں شریک ہو کر کوشش کریں بہر حال مقصد حاصل ہے۔

اخیر میں فقیر یہ بتانا ضروری سمجھتا ہے کہ جونیئر مرکزی وزیر داخلہ مسٹر یوگیندر مکوانہ نے جے پور میں اخباری نمائندوں سے پچیس اگست ۱۹۸۰ء کو بات چیت کرتے ہوئے جہاں پر انھوں نے راشٹر سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) اور بھارتیہ جنتا پارٹی (سابقہ جن سنگھ) کو فسادات کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے وہیں آگے چل کر انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ خاکسار تحریک کا مرادآباد میں پھر زندہ ہونا بھی حکومت کے علم میں ہے۔ انتہی بلفظہ۔
(اخبار سیاست جدید کانپور مورخہ ۲۷ر اگست ۱۹۸۰ء)

لہٰذا گذارش ہے کہ اس خاکسار سے مراد پرانے خاکسار ہیں، یا خاکساران حق؟ اگر پرانے خاکسار مراد ہیں تو وہ اس کے جوابدہ ہو سکتے ہیں، فقیر کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور اگر ''خاکساران حق'' مراد ہیں تو حکومت کے علم میں یہ بھی ہونا چاہئے کہ مرادآباد میں ''خاکساران حق'' کے سپاہی میں ہندو بھی شامل ہیں البتہ مرادآباد کے واقعہ میں مسلمان اپنے مذہبی و دینی جذبہ کی بنیاد پر ناقابل برداشت صدمے میں آپے سے باہر ہو گئے۔ مرادآباد کے علاوہ جہاں جہاں بھی فساد ہوا وہاں کے مسلمانوں نے ہوش سے کام نہیں لیا وہاں ہمارے سپاہی بھی غالبًا اپنی کمزوری کی وجہ سے بے بس ہو گئے، اس کا فقیر کو بہت صدمہ ہے اور فیروزآباد میں اس سے پہلے بھی بہت اچھا رول ادا کیا ہے۔ اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ امن وامان قائم رہا۔ خدا کرے ہر جگہ ہماری جماعت مضبوط ہو جائے تو پھر امید ہے کہ ایسے مواقع پر اچھا رول ادا کرے گی۔ تقریباً ۳۳ سال سے ہندوستانی مسلمان پولیس کے ذریعہ سے آزادی کی سزا بھگتتے آئے اور یہ کہہ کر ہندوستانی مسلمان پاکستان کے ایجنٹ ہیں اسی وجہ سے وہ فساد پھیلاتے ہیں وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کے قتل وغارتگری اور تباہی و بربادی کا جواز نکالا جاتا رہا اور وہی پرانا طریقہ مرادآباد وغیرہ کے فسادات میں اختیار کیا گیا جس کا مسٹر بہوگنا نے ایک انٹرویو شائع شدہ ''بلٹز'' ۳۰/اگست ۸۰ء میں اعتراف کیا ہے اور انھوں نے اس میں یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ ''شری متی اندرا گاندھی'' نے سی، ایف، ڈی کے ۳۱/نکاتی پروگرام لفظ بلفظ تسلیم کئے تھے اور بعد میں اسے کانگریس آئی کے مینوفیسٹو میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ جہاں بھی فساد ہوگا مہلوکین کے خاندان والوں کو معاوضہ دیا جائے گا اور قصوروار پولیس افسران کو معطل کر دیا جائے گا، انھیں عبرتناک سزائیں دی جائیں گی، اسی طرح ضلع مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کو بھی معطل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا موجودہ کانگریس (آئی) کی حکومت اس پر عمل کرے، تاکہ مسلمانوں پر

ہونے والے پولیس کے مظالم کا انسداد ہو سکے اور اگر حکومت خاموش رہی اور مظالم جاری رہے تو ہر انصاف پسند معمولی عقل والا بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ فساد نہ صرف فرقہ پرستوں کی حرکت ہے بلکہ یہ حکومت کی مہربانی بھی ہے، اس کے بعد جسے جو بھگتنا ہے اسے بھگتے۔

فقیر حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ

اور خود مسز اندرا گاندھی وزیر اعظم ہند جس سے ملک کے بڑے بڑے لیڈر بھی خوفزدہ رہتے ہیں اس کے نام آپ کا کھلا ہوا خط (بزبان اردو ہندی) ہزاروں کی تعداد میں ملک کے گوشے گوشے میں تقسیم ہوا اور اس کے ذریعہ کانگریس آئی سے اپنی علیحدگی کا اعلان فرمایا۔

۸۶/۹۲ ے

آنریبل جنابہ اندرا گاندھی صاحبہ وزیر اعظم ہند بالقابہا:

آداب عرض!

نہایت افسوس اور قریب قریب مایوسی کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہوں کہ آپ کی جماعت کے ساتھ اپنی جماعت کی نمائندگی کے اعتبار سے میرا جو معاہدہ ہوا وہ اب تک صرف ہوائی ہو کر رہ گیا۔ معاہدے کی کسی دفعہ کا پورا ہونا تو درکنار یوپی اسمبلی لکھنؤ میں آرٹیکل نمبر: ۳۰ رکی ترمیم سے متعلق غیر سرکاری بل پر بحث کرتے ہوئے آپ کی جماعت کانگریس (آئی) کے ممبران نے بھی اس آرٹیکل کی ترمیم سے اتفاق کیا۔ جن صوبوں میں آپ کی پارٹی کی حکومت رہی ان میں بھی معاہدے کی دفعات میں سے کسی ایک دفع پر عمل درآمد نہ ہوا، اس کی شکایت میں نے صدر کانگریس (آئی) یوپی جنابہ محسنہ قدوائی سے کی، لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ اس سے مجبور ہو کر آپ سے شکایت کی آپ نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ کبھی کبھی مخالفین مجھ سے سوال کرتے رہتے ہیں کہ

جناب آپ کے معاہدے کی دفعات میں سے کسی دفعہ پر عمل درآمد ہوا؟ لاچار نفی میں جواب دینا پڑتا ہے۔

اور حالیہ فسادات میں حسب دستور سابق اس قسم کی بات بنائی جارہی ہے، کہ پاکستان کی حرکت ہے۔ کبھی حزب مخالف کا بہانہ ہورہا ہے، کبھی بڑی طاقتوں کا بہانہ ہو رہا ہے یہی حال جتنا حکومت میں رہا اور آپ کی حکومت میں بھی یہی ہورہا ہے بلکہ بہانے کے طور پر جن جماعتوں کے نام لئے گئے ان میں زبردستی ''خاکسارانِ حق'' کا بھی اضافہ ہوا۔ ہندوستان میں جو بھی حکومت قائم ہوئی ہے وہ مسلمانوں کے جان و مال کی تباہی و بربادی کے لئے اسی قسم کا بہانہ بناتی ہے۔ ایسے موقع پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ ''کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری''۔

آزادی کی ہوا کے آتے ہی میرے صوبہ اڑیسہ کے قصبہ بھدرک میں سب سے پہلے مسلمان، پولیس کی گولیوں کے نشانہ بنے، اس کے بعد مسلسل مظالم روز بروز بڑھتے گئے۔ اب تو کثرت سے پی.اے.سی. اور پولیس کی لوٹ مار شروع ہوگئی۔ آخر یہ کب تک؟ یہ مسلمانوں کے خون کی ہولی کب تک کھیلی جائے گی؟ ان کی جان و مال کو برباد کرنے اور ان کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنے کا جواز بہانے بنا کر کب تک نکالا جائے گا؟ اسی بہانہ بازی سے پولیس اور پی.اے.سی. کی ہمت افزائی اور ان کے مظالم میں زیادتی ہوتی چلی جارہی ہے۔ آخر کب تک مسلمانوں کو بیوقوف بنایا جائے گا، اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکی جائے گی؟ آخر کار یا تو ہندوستان کے مسلمان ختم ہو جائیں گے یا ان مظالم کا پردہ فاش ہو کر رہے گا۔ کیا مظالم کی یہ روز افزوں ترقی اور معاہدے کی دفعات میں سے کسی ایک دفعہ پر بھی عمل درآمد نہ ہونا مجھے اس قابل رکھے گا کہ میں موافقت میں کوئی جملہ بول سکوں؟

کانگریس سے میرا معاہدہ ایسے دور میں ہوا جو کانگریس کے لئے انتہائی خطرناک تھا۔ میں نے ذلت وخواری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بس بھر موافقت کی اور

اب تک معاہدہ کی بنا پر موافقت کرتا چلا آیا۔لیکن اب خونریز ہولی کی کثرت سے ہمت ٹوٹ رہی ہے، اگر آپ کی مرکزی حکومت اور آپ کی جماعت کی صوبائی حکومتوں نے پولیس و پی.اے.سی. کے خونریز مظالم اور فتنہ انگیزی کو نہایت سختی سے نہ روکا تو منہ دکھانے کے قابل نہ ہوں گا۔مسلمان تو تباہ ہوں گے ہی بہت ممکن ہے کہ آپ کی حکومت کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے۔الحذر،الحذر،الحذر۔

آنے والی رات کو خدا نے چاہا تو بغداد مقدس کی روانگی ہے۔اور ہندوستان کے مسلمانوں کو گولیوں کے نشانے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔میرے لئے اب اور کوئی چارہ نہیں ہے۔سرکار غوث اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ پر عرض کروں گا۔

فقیر محمد حبیب الرحمٰن غفرلہ

۴؍ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۵؍ستمبر ۱۹۸۰ء

صرف ہندوستانی مسلمانوں ہی کی اصلاح حال پر ان کی نظر نہ تھی بلکہ عالم اسلام و دیگر ممالک میں جو کچھ پیش آتا اس پر آپ نظر رکھتے اور مسلمانوں پر جو مصیبتیں اور بلائیں آتیں انھیں دیکھ کر آپ تڑپ اٹھتے۔چنانچہ برما کے مسلمانوں پر جب مظالم ڈھائے جا رہے تھے تو آپ نے اس طرح اپنے درد کا اظہار فرمایا۔

مسلمانان ہند اور انصاف پسند غیر مسلموں سے گذارش:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہٖ و اصحابہ و ابنہ وحزبہ اجمعین.

فقیر غفرلہ القدیر بنگال واڑیسہ کے مختصر دورے سے آج بتاریخ ۲۵؍جمادی الاخریٰ ۹۸ھ مطابق ۲؍جون ۷۸ء بروز جمعہ مبارکہ واپس آیا۔بعد نماز جمعہ بعض احباب نے اخبار، سیاست جدید کانپور مورخہ ۲؍جون ۷۸ء اور بلٹز بمبئی مورخہ ۲۷؍مئی ۷۸ء پڑھ کر سنائے۔

اخبار سیاست میں برما کے مسلمانوں پر بیجا ظلم، بے تحاشا بربریت، قتل عام اور عورتوں کی آبروریزی کی مختصر داستان تھی۔ بلٹز میں ان جانکاہ وروح فرسا واقعات کی تفصیل آئی ہے اور ہارون رشید صاحب نے حکومت برما کے ترجمان کے بیان کو غلط ثابت کیا ہے، سیاست میں احسن رضا خاں صاحب کا بیان شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے مسلمانوں سے عموماً اور علما سے خصوصاً مطالبہ کیا ہے کہ جلسہ وجلوس وغیرہ کر کے اور بیانات دے کر احتجاج کریں۔

فقیر کی رائے میں یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کا وفد جا کر حکومت برما کے سفیر مقیم دہلی سے ملے اور احتجاج کرے۔ اور ہندوستان کے وزیر اعظم و وزیر خارجہ سے مل کر حکومت برما کے ان بے تحاشا مظالم کے متعلق حکومت ہند کے سکوت پر اظہار افسوس کرے۔ انصاف پسند غیر مسلموں سے گذارش ہے کہ وہ بھی احتجاجی اقدامات عمل میں لائیں۔

مسلمانان ہند اگر اب بھی متنبہ نہ ہوں اور اپنے اوپر ہونے والے روزمرہ کے مظالم کو روکنے کے لئے جان توڑ کوشش نہ کریں اور جان کی بازی نہ لگائیں تو یاد رکھیں کہ وہ دن دور نہیں ہے جب ہندوستان بھی برما کا رنگ دکھائے گا جس کے ابتدائی نمونے بعض شہروں میں ابتدائی رنگ دکھا چکے ہیں۔

خدا کرے کہ مسلمانان ہند کو ہوش آئے اور وہ اپنی آئندہ نسل کو ہندوستان میں مسلمان رہنے اور باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے پوری جدوجہد کریں۔ اس میں اگر جان کی بازی کی نوبت آئے تو اس سے بھی دریغ نہ کریں۔

ناشر: ناظم نشر واشاعت

آل انڈیا تبلیغ سیرت نمبر: ۱۱۴۰ اتر سوئیا الہ آباد۔

بعض عقیدت مند کہتے ہیں کہ حضرت! زعما و قائدین ساتھ نہیں دیتے۔ حکومت سے ڈرتے ہیں یا دنیاوی منفعت ان کے پیش نظر ہے۔ آپ فرماتے ٹھیک ہے

ساتھ دینے کی ہمت نہیں رکھتے لیکن میں بھی کچھ نہ بولوں تو آخر تمہاری آواز ایوان حکومت تک کون پہنچائے گا۔ دوڑ دھوپ اور چیخ و پکار سے کچھ نہ کچھ توجہ تو ہو ہی جاتی ہے۔شاید مجھ بے وقوف کی ان جنوں انگیز حرکتوں کا لوگوں پر کچھ اثر ہو اور کبھی وہ میرا تعاون کرنے لگیں تو پھر ہم ایک منظّم اور باوقار زندگی گذار سکیں گے اور حکومت کو لامحالہ ہمارے جائز مطالبوں کو تسلیم کرنا پڑے گا جیسا کہ زندہ اور طاقتور قومیں اپنے حقوق چھین لیتی ہیں۔

اپنے رب کریم کی بارگاہ میں جب پہنچتے تو سراپا عجز و نیاز بن جاتے۔صبح کے پرسکون لمحات اور اپنی خلوتوں میں جس وقت مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کی دعائیں مانگتے ان کی حالت زار پر آنسو بہاتے اور ان کے خلاف مسلسل کی جانے والی ریشہ دوانیوں سے رب قادر قیوم سے حفاظت کی بھیک مانگتے تو دیکھنے والے دیکھتے کہ ان کی گریہ وزاری اور نالۂ پردرد میں قیامت کی تڑپ شامل ہوتی۔اور ایسا محسوس ہوتا کہ وہ رو رو کر اپنے آنسوؤں کے قطرات سے آسمان کے ستاروں کی طرح ہماری تاریک راتوں میں اُجالا کر دیں گے۔گدازئ قلب کی یہ حالت تھی کہ جب بھی کسی ملک کے مسلمانوں پر آفت و مصیبت کی کوئی خبر سنتے اور کسی عالم دین یا بزرگ کے انتقال کی خبر کانوں میں پڑ جاتی تو اس طرح زار و قطار رونے لگتے کہ ؎

کوئی جا کر یہ کہہ دے ابر نیساں سے کہ یوں برسے
کہ جیسے مینہ برسے ہے ہمارے دیدۂ تر سے

آپ کی پاکیزہ شخصیت، بے داغ زندگی، اور اس کی بے لوث جد و جہد کے نقوش جمیلہ الٰہ آباد، کانپور (یوپی) پٹنہ (بہار) جبل پور (مدھیہ پردیش) کٹک (اڑیسہ) اور بمبئی (مہاراشٹر) سے لے کر کلکتہ (بنگال) تک خورشید سحر کی طرح تابناک ہیں جن میں نہ سیاسی سربلندی و سرفرازی کی ہوس ہے اور نہ قیادت کی خواہش

اور للک، بلکہ بے نفسی اور اخلاص قلب کے ساتھ ہر موڑ پر آپ سامنے آئے اور مسلمانوں کو آبرومندانہ زندگی بخشنے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر کے مخالفانہ ماحول اور نازک حالات میں بھی سینہ سپر ہو کر اپنی عدیم النظیر جرأت و جسارت سے قوم کے نوجوانوں کو درس شجاعت دیتے رہے اور ان کے خفتہ جذبات کو بیدار کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح ان کی رگوں کا خون گردش میں آئے اور اپنی قوت بازو سے ایک جہان نو کی تعمیر میں لگ جائیں۔

اس عہد اخیر میں ایک متبحر اور صاحب فکر و نظر عالم دین، اور مخلص و بے غرض خادم قوم کی حیثیت سے آپ ملت اسلامیۂ ہند کی کشتی کے تاجدار اور اس کے کھیون ہار تھے۔ اور ہر حال میں آپ وہی کرتے جس کی اجازت شریعت مطہرہ کی بارگاہ سے ملتی۔ تدبیر و سیاست کا جوہر ان کے اندر وہ تھا جس کا تعلق مومنانہ فراست سے ہے، دھوکہ بازی وفریب کاری، خیانت و بدعہدی اور کذب بیانی وضمیر فروشی جو عصر حاضر کی سیاست کا خمیر ہے اس سے کبھی آپ کی زبان آلودہ نہ ہوئی اور نہ ہی ایسے خیالات کو کبھی دل میں جگہ دی۔ شب و روز آپ مسلمانوں کے پیچیدہ مسائل میں الجھے رہتے اور فکر امت ہی میں غلطاں و پیچاں رہتے کہ یہی ان کی غذا اور ان کی خوراک تھی اور اسی میں وہ اپنی صحت و عافیت سمجھتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ قائدین اہل سنت کا وہ مبارک سلسلہ آپ کی ذات پر ختم ہے جس کے پیچھے اوصاف و کمالات دینی و علمی کا ایک کارواں نظر آتا ہے اور جس نے اپنی جدائی سے ہمیں یتیم و بے سہارا اور بے یار و مددگار بنا دیا۔ صد حیف کہ اپنے خاکستر میں جو چنگاری تھی جسے یادگار رونق بزم دوشیں سمجھنا چاہیے باد صبا نے اسے بھی نہ چھوڑا اور باد صرصر بن کر اسے کائنات کی پہنائیوں میں گم کر دیا۔ اور ہماری محفل کا وہ اجالا چھن گیا جو اس شمع فروزاں کی بدولت قائم تھا۔ اور وائے افسوس کہ ؎

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

لیکن یہ شمع بجھی تو روشنی پھیلا کر، اور نہ جانے اپنے کتنے پروانے پیدا کر کے جو اس کے نور ہدایت اور اس کی دعوت کو بالواسطہ یا بلاواسطہ دنیا میں عام و تام کرتے رہیں گے اور ان کے بخشے ہوئے داغ ہائے دل سے شب ہائے دیجور کی وحشت ناک راہوں میں فانوس بن کر جگمگاتے رہیں گے۔ ان کی تربت، زمین کے ایک گوشے ہی میں نہیں بلکہ مردم عارف کے سینے میں بھی ہے کہ انھوں نے اپنی حیات ظاہری میں نہ جانے کتنے سینوں میں اپنا گھر بنا لیا تھا تا کہ جب بھی ان پر جمود و تعطل کا سایہ دراز ہو غفلت و درماندگی کی نیند طاری ہو تو قلب و روح میں آپ کا رچا بسا پیغام انھیں جگاتا اور جھنجھوڑتا رہے اور ان کے اندر ذوق نغمہ کم پا کر اپنی تیز تر حدی خوانی سے انھیں مست و سرشار بناتا رہے اور اپنی ولولہ انگیز دہن اور جاں نواز لے میں ان کا ساز دل چھیڑتا اور تار نفس پہ ضرب لگاتا رہے کہ اے غافلو! آنکھ اٹھاؤ! میری مضطرب اور بے قرار زندگی پر بھی تو ایک نظر ڈالو کہ میں نے مذہب و ملت کے لیے، اپنی قوم کے لئے اور تمہارے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا کہ عزت و حرمتِ اسلام ہی میرے نزدیک سب کچھ ہے اور وہی میرے پر بہار چمن کا گل تر بھی ۔

دل پہ لیا ہے داغ عشق کھو کر بہار زندگی
اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

اور تمہاری بزم سے اٹھا تو دل کی آباد دنیا کے علاوہ زمین کے ایک ٹکڑے پر بھی تمھیں ہشیار و بیدار کرتے رہنے کے لئے ہدایت کا ایک سنگ میل نصب کرتا گیا کہ ۔

نشان منزل مقصود ہے میری تربت
نشاں یہ چھوڑتا ہوں اہل کاروں کے لیے

آہ مجاہد ملت!

مولانا بدرالقادری مشیر دینیات اسلامی سوسائٹی سینٹر
ایمسٹرڈم ہالینڈ

ان المتقین فی جنت و نعیم
۱۴۰۱ھ
حضور مجاہد ملت انتقال کر گئے۔

کیا؟ صلاح وتقویٰ کا گل سرسبد، سادگی وخلوص ایمانی کا مرقع، حق گوئی و بے باکی کا آئینہ دار، آئین جواں مرداں کا عامل، صداقت وعزیمت کا پیکر، اسلام وسنیت کے لیے جان سپاری وسرفروشی جس کی فطرت، احقاق حق اور ابطال باطل جس کی زندگی کا مقصد۔ کیا؟ وہ شیر زباں، وہ بطل دلاور، مرد قلندر ہم سے رخصت ہو گیا۔

دل شکستہ خشک آنکھیں روح تنہا لب خموش
بستیوں میں دیکھتے ہیں صورت ویرانہ ہم

کیا یہ حقیقت ہے کہ رہنمائے قوم، مقتدائے ملت، عالم شریعت وطریقت، ہزاروں لاکھوں کا آقا ومولا، اور اپنے آقا کا پیارا، وہ ''حبیب الرحمٰن'' علیہ الرحمۃ والرضوان، مالک حقیقی کے جوار کرم میں جابسا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. اب کون ہے جو خاکساران ہند کا پرچم اٹھائے گا؟ ہندوستان کے آئین اور حکومت ہند کے مسلمانوں کے ساتھ سوتیلا پن کے برتاؤ کو کھلے بندوں للکارے گا۔ کس کے عزائم جیل کی سلاخوں اور قید وبند کی صعوبتوں سے بے نیاز ہو کر ابھریں گے۔ کون ہے جو پوری اسلامی اور سنی دنیا کا نمائندہ بن کر نجدی عفریت کے خلاف سینہ سپر ہوگا؟ حرم الٰہی اور حرم نبوی کے گستاخوں کی دسیسہ کار پالیسیوں کو برسر عام ظاہر کرے گا؟ کس کی زندگی ''ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے'' کی عملی تفسیر ہے؟ رہنمائے ملت علامہ ارشد القادری

اور محبِّ مخلص مولانا عبدالمبین نعمانی کے مکتوبات سے حضرت مجاہد ملت کے وصال کی اطلاع ملی۔علامہ لکھتے ہیں۔

سیدی حضور مجاہد ملت یا جماعت کی آبرو، اہل سنت کے وقار، عشق وتقویٰ کی بڑی پونجی، اور ملت کے پرامید مستقبل کو سپرد خاک کر کے جیسے ہی ہم واپس لوٹے آپ کا خط ملا۔آج تو ساری ملت یتیم ہوگئی۔کون صبر کی تلقین کرے۔کون اشکبار آنکھوں پر آستین رکھے؟

ہائے سچائیوں کی ضمانت، اور حقانیت کی علامت کھو دینے کے بعد اب ہمارے مستقبل کا کیا ہوگا؟ آبادیوں میں قدم رکھتے ہی دلوں کی تسخیر کا کام اب کون کرے گا۔ہاتھ تھامتے ہی روحوں کی تطہیر کا عمل اب کس کے ذریعہ انجام پائے گا آٹھ دس سال کے اندر ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے بہت بڑے حصہ کو جس تیزی کے ساتھ حضور مجاہد ملت نے سرکار غوث الوریٰ کے فیضان سے رنگین کیا ہے اس کی مثال ماضی قریب میں نظر نہیں آتی۔

حضرت کا وصال ۱۳؍ مارچ کو بمبئی میں ہوا۔جنازہ بذریعہ طیارہ کلکتہ اور وہاں سے لاری کے ذریعہ آپ کے وطن مالوف ''دھام نگر'' کٹک اڑیسہ (انڈیا) لے جایا گیا دھام نگر میں ۱۵۰۰۰۰؍ مسلمانوں نے آخری نماز جنازہ ادا کی۔کتنے ہی بدعقیدہ صرف چہرے کے انوار دیکھ کر تائب ہوئے۔توحید الٰہی اور عشق رسول کا یہ امین ۱۵؍ مارچ کی شام کو سپرد لحد کیا گیا۔

ایک عالم مر گیا، ایک انجمن علم وآگہی درہم برہم ہوگئی، ایک شمع فروزاں جس سے ہزاروں دلوں کے چراغ روشن تھے بجھ گئی۔معمار قوم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے انتقال نے دنیائے سنیت کو جس خسارہ میں مبتلا کیا تھا ابھی اس کی تلافی کے لئے دنیا کے نقشہ پر کوئی شخصیت ابھر بھی نہ سکی کہ معرفت وصداقت کا ایک اور پرنور مینارہ زمین

بوس ہو گیا۔عہد پیری میں بھی جو جوانوں سے زیادہ متحرک وفعال،اورقوم وملت کے غم میں سرشار تھا۔جس کے روز وشب امت مسلمہ کی فلاح اور دین صادق کی حفاظت و صیانت کے لئے وقف تھے جسمانی نقاہت اور کمزوری کبھی بھی اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکی۔جس نے مسلمانوں کو بہت کچھ دیا۔

ضعیفی میں جوانوں کو ہمت مردانہ، علما،صلحا، بے لوث خدام دین، مدارس، مکاتب، دانش گاہیں، پریس، اور وسائل تبلیغ حق،عوام الناس کے لیے سادگی، پرہیز گاری،کا بےتکلف نمونہ عمل۔

مسنون لنگی کرتا اور معمولی ٹوپی میں لپٹے ہوئے مجاہد ملت کے پیکر کو یقیناً اس دور کی مثالی شخصیت کہنا چاہئے۔قوم مسلم کے درد میں مضطرب،مشغول اور کھوئے ہوئے۔فکر زمان ومکان سے بے نیاز سادگی، بےلوثی، ایثار وعزیمت،شجاعت اور احقاق حق، یہ ہیں مجاہد ملت کے قبائے فضل کے تکمہ زریں۔ خدا اور محبوب خدا کی اطاعت میں بال بال ناپنے والا اس دور میں کہاں تلاش کروگے؟ ان کے بلند وعظیم حوصلہ کی اقبال کے الفاظ میں یوں ترجمانی ہوتی ہے ؂

بایں پیری رہِ صحرا گرفتیم
نوا خواں از سرود عاشقانہ
چوں آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ

اس عہد کی پیشانی پر تابناک لکیروں میں مجاہد ملت کی قربانیوں اور جاں فشانیوں کا لہو شامل ہے۔زمانہ یوں تو بےشمار انسانوں کو منصۂ وجود پر لاتا ہے مگر ایسے انسان کم ہوتے ہیں جن سے زمانہ میں انقلاب فکر وعمل کی آفرید ہوتی ہے۔لباس،غذا اور رہائش کے انتظامی مسائل کے لیے حکومتیں آتی اور جاتی ہیں،اور انسانیت کو اخلاق

حمیدہ کے زیور سے آراستگی بخشنے کے لیے علما صلحا اولیاء اللہ اور نائبین انبیا کا ظہور ہوتا ہے، جن کے دم سے روح میں، قلوب میں طمانیت، اور اخلاق انسانی میں تابنا کی نشو ونما پاتی ہے۔ ان پاکیزہ نفوس کے لئے فرشتے اور مخلوقات ارضی تمام کی تمام دست بدعا رہتی ہیں۔ کیوں کہ انھیں وجودوں سے سچائیوں کا بھرم صداقتوں کا بول بالا، اور ایمان و دیانت کا فروغ ہے۔

ان اللّٰہ وملٰئکتہ واھل السمٰوات والارض حتی النملة فی جحرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر. (مشکوٰۃ شریف، ص:۳۴)

نیکی کی تعلیم دینے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور اس کے فرشتے نیز زمین وآسمان کے رہنے والے حتی کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔

حضرت مجاہد ملت کے انتقال پر ملال کے غم میں سر بگریباں تھا کہ اتنے میں جناب مولانا خوشتر صاحب مقیم برطانیہ اپنے ساؤتھ افریقہ، ماریشش کے دورہ سے لوٹتے ہوئے ہالینڈ میں تشریف لائے۔ راقم سے ملاقات کے لئے اسلامک سنٹر میں بھی قدم رنجہ فرمایا۔ میں بھری پڑی دنیا میں تنہائی کا مارا، درد دل کی دوا کا متلاشی، راندۂ حلقۂ یاراں، شرف لقا نصیب ہوا تو پھوٹ ہی پڑا۔

نہ محرمے نہ شفیعے نہ ہمدمے دارم
حدیث دل بکہ گویم عجب غمے دارم

دل پرغم، چشم پرنم کی داستان ختم ہوئی تو مولانا محترم نے اس نشست میں قرآن مقدس کی مذکورۃ الصدر آیت کریمہ تلاوت کی اور تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ اس آیت پاک سے حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا سن وفات برآمد ہوتا ہے۔

(بہ شکریہ نداء الاسلام، ایمسٹرڈم ہالینڈ)

میدان جہاد کے مظلوم مسافر

مولانا سید رکن الدین اصدقؔ
مہتمم ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ

اسلام ایک مکمل دین ہے جو سارے ادیانِ باطلہ کو کالعدم قرار دے کر دنیا کے سامنے ایک عمدہ نظام ایک جامع قانون اور ایک مستحکم ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے۔ اسلام میں نہ تو ترکِ دنیا، رہبانیت اور دریوزۃ گری کا سبق ملتا ہے اور نہ ظلم و بربریت اور بے حیائی کی تعلیم نظر آتی ہے۔ دنیا کی چیزوں کو مصرف میں لانے کی کھلی آزادی دی گئی ہے اور ہر قدم اٹھنے سے پہلے رب کی رضا کو مدنظر رکھنے کا واضح حکم بھی سنایا گیا ہے۔ اسلام ایک ابدی پیغام ہے جو عبادات، معاملات، سیاسیات اور تعلقات باہمی کی جانب بنی آدم کی بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ کسی بھی ایسے دین کے نفاد کے لئے جس کی تعلیم زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہو تبلیغ و ہدایت اور قوت و اقتدار دونوں ہی مطلوب ہیں کیونکہ شرارت اور سعادت دونوں فطرت انسانی کے عنصر ہیں۔ سعادت مند تبلیغ و ہدایت قبول کرے گا اور شرارت پسند قانون کی بالا دستی کے آگے جھکے گا۔ پھر دینی غلبے کے لئے تحریک، تنظیم اور جماعتی ہم آہنگی بھی ضروری ہے تا کہ جب مخالف طاقتیں متحد ہو کر دینی ترقی کی راہ میں حائل ہونا چاہیں تو جماعتی قوت اور تحریک کا زور اس کا شیرازہ منتشر کر سکے۔

تقدس مآب پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدنی زندگی نے وہ کچھ کر دکھایا جو تیرہ سال کی مکی زندگی میں نہ دیکھا جا سکا۔ ظاہری وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مکہ شریف میں انفرادیت تھی، عرض و معروض کا راستہ تھا اور صرف تبلیغ و ہدایت کی مخلصانہ خدمات تھیں جب کہ مدینہ شریف میں مسلمانوں کو اجتماعی زندگی ملی۔ اور اقتدار ہاتھوں میں آیا۔

کہتے ہیں کہ ''خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے'' اگر جرائم پر روک نہ لگائی

جائے، ظلم پر پہرہ نہ بٹھایا جائے اور مفاسد کا قلع قمع نہ کیا جائے تو لازماً ایک سے دو اور دو سے چار مرض متعدی کی طرح کردار کا زہر پھیلے گا۔ کیرکٹر کی خامیاں بتدریج زور پکڑیں گی عیوب کا سلسلہ دراز ہوگا اور آہستہ آہستہ گاؤں پھر شہر پھر ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے گا۔

قبل اس کے کہ فرد قوم کی ہلاکت کا سبب بنے معاشرہ تباہ ہو اور پوری ریاست میں فتنہ لالہ زار کی طرح پھیل جائے قرآن نے اس کے دفاع کا حکم سنایا **تـــامــرون بالعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله.** نیکی کا حکم کرو، برائیوں سے روکو اور خدا پر ایمان رکھو۔ اگر جرائم پیشہ اقتدار کی کرسی پر قابض ہے۔ اس کے پاس لشکر وسپاہ ہے، ایٹمی اور آہنی ہتھیاروں سے لیس ہے تو ایسی صورت میں بھی اسلام اپنے پیروؤں کو ہرگز خاموش تماشائی کی طرح دیکھنا پسند نہیں کرتا اور نہ انھیں تقیہ کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ ضمیر کی آواز کو دبا کر باطل کا ساتھ دے دیں کیونکہ اس طرح معصیتوں کے دروازے کھل جائیں گے اور فسادات کا سدّ باب انتہائی دشوار ہو جائے گا۔ سرکار فرماتے ہیں: **افـضـل الـجـهـاد كلمة حق عند سلطان جائر** جفا پیشہ فرماں رواؤں کے سامنے صدائے حق بلند کرنا میدان جہاد میں کود جانے سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ جہاد میں دشمنوں سے نبرد آزما ہو کر جنگ جیتی جا سکتی ہے مگر جب ایک بندۂ حق گو بادشاہ کے کردار کو چیلنج کرے گا تو اس بادشاہ کی قہر آلود تلوار سے بچ نکلنا قریب المحال ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ حق آگاہ یہ دیکھ رہی تھی کہ مستقبل میں حق کی پاس داری کا جذبہ کم ہو جائے گا۔ لوگوں پر دینی سرد مہری چھا جائے گی مسلمان دنیا پرستی کا شکار ہو جائے گا۔ اور عشق کی چنگاری مصلحت کے خاکستر میں دفن ہو کر رہ جائے گی۔ ایسے وقت میں میری امت پر اعلان حق دشوار ہو جائے گا لہٰذا آپ نے ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ ارشاد گرامی ہے:

من رایٔ منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہٖ و ذالک اضعف الایمان (مسلم، ص: ۵۱) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تم میں کا کسی کو خلاف شرع کام کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ بزور روک دے اور اگر وہ مرتکب گناہ کے مقابلے میں کمزور ہے تو زبان سے باز رکھنے کی کوشش کرے اور اگر اتنی بھی قدرت نہیں رکھتا تو دل ہی سے اس کو برا جانے لیکن یہ یعنی دل سے برا جاننا ایمان کا بہت کمزور درجہ ہے۔

بات اگر ضعیف الایمانی پر پہنچ کر ختم ہو جاتی تو چنداں غم نہیں ہوتا۔ ماتم تو اس بات کا ہے کہ باطل خیالات، فاسد نظریات، اور گندے معتقدات بے شمار ایمانی قلعوں کو ڈھا دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ عوام جن کی حیثیت خام دیواروں سے زیادہ نہیں ان کا جادۂ حق سے ہٹ جانا تعجب خیز نہیں لیکن علما، مشائخ، صوفیا اور دینی دانشوروں کا باطل طاقتوں کے سامنے سپر ڈال دینا اور جادۂ حق سے ہٹ کر ایمان شکن تحریکوں کا پوری طرح ساتھ دینا یقیناً وقت کا بہت بڑا المیہ ہے۔ خدانخواستہ ایسے حوصلہ شکن زمانے میں حق پرست علما کھل کر سامنے نہ آتے اور مصائب کی برستی ہوئی آگ میں کود کر اسلام کا تحفظ نہ کرتے تو آج نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

فتنۂ ارتداد:

سولہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی دھرتی پر ایک زبردست فتنہ اٹھا جس کی قیادت زبردست طاقت کر رہی تھی۔ اس وقت دنیا میں دو ہی بڑی طاقتیں تھیں۔ ایک عثمانیوں کی حکومت جو ایشیائی کوچک میں پھیلی ہوئی تھی دوسری مغلوں کی سلطنت جو اس برّ اعظم پر اپنا پرچم لہرا رہی تھی۔ مغلیہ سلطنت کا تاجدار شہنشاہ اکبر ایک قوی الارادہ

اور عظیم فاتح تھا، جو شکست و ناکامی کا حال جانتا ہی نہ تھا جس نے ناقابل تسخیر مہموں کو سر کیا تھا اور جس کے اندر تیمور کی حوصلہ مندی اور بابر کی مشکل پسندی سمٹ آئی تھی۔ غیر معمولی ذہانت نے اسے غلط راستے پر ڈال دیا، مقبولیت عامہ کے جذبے کے تحت ایک معجون مرکب مذہب ''دین الٰہی'' کے نام سے موسوم کیا جس میں اسلام کی حرمتوں کا خون تھا، شریعت محمدیہ کے اصولوں سے تصادم تھا اور احکام ربانی سے کھلی بغاوت تھی جیسا کہ ''مختصر تاریخ ہند'' کے مضامین میں اس کی واضح نشاندہی کی ہے۔ ڈبلو، ایچ مور لینڈ، اور اے، سی، چٹر جی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''اکبری قوانین دین اسلام سے زیادہ ہندو مذہب کی موافقت اور حمایت میں ہوتے تھے۔''

وقت کا یہ مطلق العنان بادشاہ اکیلا نہیں تھا۔ اس کی مسلح قیادت میں فتنۂ ارتداد زور پکڑنے لگا۔ ملا ابوالفضل اور فیضی جیسے دانشور اس کے ساتھ ہو گئے۔ ان ابن الوقتوں کی شمولیت اس کی زبردست طاقت کا سبب بنی۔ اسلام کا گہرا مطالعہ نہ رکھنے والوں کو یہ دھوکا ہوا کہ اگر اسلام میں اس کی گنجائش نہ ہوتی تو ایسے ایسے علما ایک اسلام شکن تحریک کا ساتھ کیوں کر دیتے۔ بلکہ یہ احساس جگایا جانے لگا کہ کسی بھی مذہب کی عمر ایک ہزار سال بہت ہوتی ہے۔ چند سکوں پہ بکے ہوئے علما نے مواد بھی فراہم کرنا شروع کر دیا کہ فلاں مذہب افقِ عالم پر چھایا ہوا تھا لیکن ایک ہزار سال بعد اس کا ستارہ غروب ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا مذہب ظہور پذیر ہوا۔

وقت کی بے غبار حقیقتوں نے ثابت کر دیا ہے کہ اب نئی نسل کو نئے دین وآئین کی ضرورت ہے۔ کون تھا جو حکومت کے آہنی حصار میں پناہ لینے والوں کو جواب دیتا، کس کی مجال تھی جو توپ کے دہانوں سے وعظ کہنے والوں کے منہ میں لگام دیتا، وقت کی رفتار کے ساتھ فتنہ آگے بڑھتا رہا اور دلوں کی دنیا زیروزبر ہوتی رہی لیکن اسلام کے دن ابھی پورے نہیں ہوئے تھے۔

سرزمین سرہند سے روشنی کا ایک مینار ظاہر ہوا جسے دنیا حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے اس کے سینے میں اسلام کا درد تھا، آنکھوں میں عشق نبی کی چنگاری تھی، پیشانی پر ایمان کا نور تھا اور رگوں میں دینی حمیت رچی بسی تھی۔ سرہند کا یہ فقیر بےنوا کسی کو خاطر میں لائے بغیر میدان میں کود پڑا۔ حق کا غلغلہ بلند کیا اور قال اللّٰہ اور قال الرسول کی سحر انگیز صداؤں سے زمانے کا رُخ پھیر ڈالا۔

نتائج سے بے پرواہ ہوکر صدائے حق بلند کرنے والے مرد غازی کو زمانے کی چیرہ دستیوں کا شکار ہونا پڑا، مصائب کی بیڑیاں پیروں کی زینت بنانی پڑیں، عتاب شاہی کے کوڑوں کو پیٹھ کا سہارا دینا پڑا اور موقع پرست علماے سو کے نشتر طعن کو سینے پر جگہ دینی پڑی لیکن مادی طاقتوں کو بھلا کر اٹھائی جانے والی آواز کو طاقتِ پرواز ملی، فضا پہ چھائی ہوئی ضلالت کی بدلیاں کائی کی طرح چھٹتی چلی گئیں اور کئی صدیوں کے لئے اسلام کا مستقبل محفوظ ہو گیا۔

تری خاک میں ہو اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

فرنگی بربریت:

ہند کی دھرتی پر مسلمانوں کا عروج سات سو (۷۰۰) سال تک رہا۔ سلطنت مغلیہ کا ستارہ تین سو سال تک پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا تا رہا لیکن ۱۷۵۷ء سے اسے گہن لگنے لگا اور ۱۷۹۷ء تک دیار فرنگ سے آئے ہوئے انگریزوں نے حکومت کو اندر سے کھوکھلی کر ڈالا۔ جنگ میسور میں سلطان ٹیپو کی موت نے مسلمانوں کی کمر توڑ دی۔ ۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۶ء تک انگریزوں کی سازش ہر آن ترقی پذیر رہی اور ہر دن اک نیا موڑ لیتی رہی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزی سامراج کے ظلم کی گرم بازاری اس حد کو پہنچ گئی کہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں لپیٹ کر موت کے گھاٹ اتارا جانے لگا۔ فتح پوری مسجد

سے قلعہ کے دروازے تک انسانی لاشیں درختوں پہ آویزاں دکھائی دینے لگیں اور جامع شاہجہانی دہلی کے حجروں میں گھوڑے باندھے جانے لگے۔ یہ وہ وقت تھا کہ ہر باضمیر شخص کراہ اٹھا۔

غازیانِ اسلام کمین گاہوں سے کود کر باہر آئے اور شمشیر وسناں بن کر انگریزی اقتدار سے ٹکرا گئے۔ باغی ہندوستان کے مصنف نے لکھا ہے کہ تاریخ ہند کے عظیم مجاہد علامہ فضل حق خیرآبادی انگریزوں کی بربریت کو دیکھ کر ان کے خلاف جہاد کا فتویٰ پہلے ہی دے چکے تھے جو ملک میں برق وباد کی طرح پھیل چکا تھا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت علامہ کا نام باغیوں میں سرفہرست درج کیا جا چکا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں حضرت علامہ فضل امام کا وہ شاہزادہ جو کبھی ہاتھی اور پالکی پر درس گاہ آیا کرتا تھا اور کتابوں کے گٹھر کو لے کر خدام ساتھ چلتے تھے اسے گرفتار کر کے پابجولاں سیتاپور سے لکھنؤ لایا گیا۔ جرم وہی فتوائے جہاد تھا۔

باز پرس کے لیے جب آپ کی جج کے سامنے پیشی ہوئی تو امت مرحومہ کے اس جانباز قائد نے برسر اجلاس کہا تھا کہ: ''فضل حق میرا ہی نام ہے یہ فتویٰ میرا ہی لکھا ہوا ہے اور بلاشبہ صحیح ہے آج بھی میری رائے وہی ہے'' جج جو اپنے دل میں آپ کے لئے ایک انجان سی کشش محسوس کر رہا تھا برملا اقرار سے روکنا چاہا مگر آپ نے فرمایا جان تو دی جا سکتی ہے لیکن ظالم کے حق میں رائے واپس نہیں لی جا سکتی۔ ملا ابوالفضل اور فیضی جیسے موقع پرست ہر زمانے میں موجود رہے ہیں۔ علمائے سوء کا کردار ہر دور میں اسلام کے لئے خطرہ ثابت ہوا ہے ایک طرف اسلام کے ایک جانباز مجاہد کا کارنامہ آپ کے سامنے ہے اور دوسری طرف مولوی اسماعیل دہلوی ہیں جنھوں نے کلکتہ کی تقریروں میں کہا تھا کہ انگریزوں پر اگر کوئی حملہ آور ہوا تو اس سے پہلے ہم جنگ کریں گے اور ان کے چولی دامن کے ساتھی مولوی رشید احمد گنگوہی نے فرمایا تھا کہ ''انگریزوں کا زمانہ امن و عافیت کا زمانہ ہے'' واقعی زمانہ کتنا ستم ظریف ہے آج ان ہی سیاسی بازی گروں کو تحریک

آزادی کا ہیرو قرار دے کر شہید و ذبیح کا لقب دیا جا رہا ہے اور جس نے اسلام کی حرمتوں کی خاطر کوڑے کھائے، پیروں میں بیڑیاں ڈلوائیں، مظالم کا نشانہ بنا اور دیار غربت کی راہ اپنائی اسے پردۂ گمنامی میں ڈھکیلا جا رہا ہے۔

کتنی روشن تاریخ ہے یہ کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اعلان حق کی بنیاد پر ان کے لیے حبس دوام کی سزا تجویز ہوئی اور انھیں آہنی زنجیروں میں جکڑ کر جزیرہ انڈمان بھیج دیا گیا جہاں وہ آخری دم تک اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ حکام کی دھمکی احباب کا گریہ، ارادت مندوں کی عرضی اور اولاد کے آنسو آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ بالآخر ۱۸۶۱ء میں عاشق صادق دیار غربت ہی میں اپنے مولیٰ سے جاملا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون.**

جس دل میں خدا کا خوف رہے باطل سے ہراساں کیا ہوگا
جو موت کو خود لبیک کہے وہ حق سے گریزاں کیا ہوگا

کفن بردوش مجاہد:

یہ دنیا آماجگاہ خلائق ہے۔ آج تک کوئی بھی ہمیشگی کی ضمانت لے کر نہیں آیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ''ہر کمال را زوال'' کسی کے ستارۂ اقبال کو دوامی بلندی نہیں ملتی۔

ایک طویل خاموشی کے بعد ہندی باشندوں میں آزادی کی لہر بیدار ہوئی، جذبات کے خاکستر سے احساس کی چنگاری پھوٹی اور مدت کے سوئے ہوئے قائدین دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے یہ بھی عجیب بات ہے کہ کبھی کبھی بے گناہوں کا خون رگوں کی آبیاری کا کام کر جاتا ہے۔ انگریزی سامراج کشت وخون کے ذریعہ آزادی کی تحریک کو دبا نہ سکا۔ ہر آن آزادی کا مطالبہ بڑھتا ہی گیا اور طوقِ غلامی سے گلوخلاصی کی کوشش زور پکڑتی گئی بالآخر ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کو خیر باد کہہ کر انگریزوں کو سرحد پار جانا پڑا۔

غلامی کے بوجھ سے گردن آزاد ہوئی تو برادران وطن کو اکھنڈ بھارت کی سوجھی چنانچہ ۱۹۴۷ء ہی سے یہ فرزندان اسلام کے خلاف صف آرا ہو گئے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر ڈالا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے علمی خاندان کا ایک سچا وارث اور ملت مظلوم کا بے باک مجاہد جواب تک میدان ردوابطال میں اتر کر شاتمان رسول کو چاروں شانے چت کر رہا تھا اور کبھی درسگاہ میں بیٹھ کر آدمی گری اور مردم سازی کے فرائض انجام دے رہا تھا، جب حکومت کی جانب دارانہ پالیسی اس کے زخم پر نمک پاشی کا کام کرنے لگی تو کفن بردوش ہو کر میدان سیاست میں اتر آیا۔ حق گوئی کی پاداش میں کبھی سلطانپور اور کبھی غازیپور کی جیل کے سلاخوں کے پیچھے اسے رسی بٹتا ہوا دنیا کی نگاہوں نے دیکھا۔ پھر بھی قوم مسلم پر کوئی خطرہ ایسا نہیں گذرا کہ وہ سینہ سپر ہو کر سامنے نہ کھڑا ہو گیا ہو۔ کون نہیں جانتا کہ مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن دھام نگری جنھیں دنیا آج صرف مجاہد ملت کے نام سے پکارتی ہے۔

اس خاندان کے چشم و چراغ تھے جہاں دولتوں کا انبار لگا تھا، سرمایہ کی فراوانی تھی، اسباب کا ڈھیر تھا اور سامان آسائش کی بہتات تھی۔ انھیں درسگاہ میں بیٹھنے کی احتیاج نہیں تھی جلسوں کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ تحریک و تنظیم کے نام پر دربدر کی ٹھوکریں کھانے کی کوئی حاجت نہ تھی تبلیغ وارشاد کے لئے گاؤں گاؤں مارے پھرنے کی ہرگز مجبوری نہ تھی۔ وہ دھام نگر کی بلند حویلی میں بیٹھ کر ساری زندگی کباب آہو کھاتے، آش جو پیتے اور اپنے ساتھ کتنوں کو دسترخوان کی نعمتوں میں شریک کرتے اسی شان سے عمر تمام ہوتی اور خزانہ خالی نہ ہوتا۔

لیکن واللہ! جس چیز نے ان کاموں پر انھیں مجبور کیا وہ ہے دین کا درد، ملت کی تڑپ، اسلام کے لئے گھٹن اور رسول کی عظمتوں کا تحفظ، درس میں نہ بیٹھتے تو مولانا نظام الدین جیسا فرزند جلیل، اور علامہ مشتاق احمد نظامی جیسا مرد عقیل کہاں سے پیدا ہوتا۔

جلسوں اور مناظروں کے میدان میں نہ پہنچتے تو زمانے کے طاغوت کس طرح زیر ہوتے تحریک و تنظیم کی خاطر مشقتیں نہ برداشت کرتے تو خاکساران حق کی شکل میں حوصلہ مند جوانوں کی قطاریں کہاں سے سامنے آتیں۔ تبلیغ وارشاد کے لئے مسافرانہ زندگی نہ بسر کرتے تو تقویٰ شعار جیسی جماعت کیوں کر ظہور پذیر ہوتی۔ جن پاکیزہ جذبات نے زندگی کے ہر موڑ پر آپ کو مصروف رکھا بلا شبہ آج فکر وفن کے ہر موڑ پر اس کا عکس صاف دکھائی دے رہا ہے۔

آخر دورِ ہند کی دو عظیم شخصیتوں کے کردار کو اوپر کی سطروں میں جو واضح کیا گیا ہے اس سے یہ دکھلانا مقصود ہے کہ فتنوں کے بڑھتے ہوئے قدم کو معماران قوم اگر بر وقت نہ روکتے تو آج مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔ یقیناً ہمارے لئے حق و ناحق کی تمیز دشوار ہو جاتی اب ذیل کی سطروں میں آپ حضور مجاہد ملت کی کتاب زندگی کا وہ باب پڑھئے جس نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

کتاب دہر میں اک باب حیرت ہے مری ہستی
مجھے دیکھو میں بیٹھا ہوں مجسم داستاں ہو کر

اسی (۸۰) سالہ بوڑھا مرد مجاہد سمندر کی خوفناک لہروں سے گذر کر وطن سے کئی ہزار میل دور نجدی حکومت کی حراست میں پہنچ گیا چونکہ کسی تبلیغی نے محکمہ پولیس کو یہ شکایت پہنچا دی تھی ایک پیر خردمند جو ہندوستان کے کئی کروڑ سنی مسلمانوں کا مذہبی رہنما ہے نجدی امام حرم کی اقتدا ناجائز سمجھ کر نمازیں علاحدہ پڑھتا ہے۔ پس اتنی سی بات پر حضور مجاہد ملت مسجد نبوی میں گرفتار کر لیے گئے اور پولیس افسر نے آپ کو نجدی امام حرم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ اس نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا کیا تم امامِ حرم کی اقتدا کو ناجائز کہتے ہو؟ حضور مجاہد ملت نے کمال بے باکی سے جواب ارشاد فرمایا: بے شک ناجائز کہتا ہوں، دیوبند کے روباہ صفت مولویوں کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ جب

وہ اہل سنت کی بزم میں پہنچ گئے تو اختلاف عقائد کا اظہار تو کجا، ساری زندگی جسے شرک کہتے گذار دی۔اس کے کرنے میں پیش پیش نظر آئے۔اتنا ہی نہیں، وقت پڑا تو اپنے اکابر کو کافر کہنے سے دریغ نہیں کیا۔اور ایک بریلی مکتب فکر کا یہ بوڑھا مجاہد ہے جو حلقہ بگوشوں سے دور مخالف ماحول میں گھرا ہے اور اس شخص سے ہم کلام ہے جس کے پاس فوج وسپاہ کی طاقت ہے، ریال وڈالر کی قوت ہے، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں اور جولب ہلاتے ہی حکومت کی پوری مشینری کو حرکت میں لا سکتا ہے۔اللہ رے کشورِ ہند کے ایک بوڑھے مجاہد کی شیر دلی۔درونِ ملک ارادت مندوں کے درمیان بیٹھ کر جو کل بولا کرتا تھا وہی آج نجدی عدالت کے کٹگھرے میں کھڑے ہو کر قاضی القضاۃ شیخ عبد العزیز کے روبرو بھی کہہ رہا ہے۔

شیخ عبد العزیز نے دریافت کیا۔امام حرم کے پیچھے نماز پڑھنے کو کیوں برا جانتے ہو؟ حضور مجاہد ملت نے فرمایا اختلاف عقائد کی بنا پر۔قاضی نے حیرت سے پوچھا کیا اختلاف عقائد ہے؟ مجاہد ملت نے جواب میں کہا: ہم توسل بالانبیاء والمرسلین کو جائز کہتے ہیں اور تم اسے شرک گردانتے ہو اس لیے ہم تمہارے نزدیک مشرک ٹھہرے۔اور تم میرے نزدیک وہابی ثابت ہوئے اور میں وہابی امام کی اقتدا بہر حال ناجائز سمجھتا ہوں ہندوستان ہو یا سعودی عرب۔تمہارے سامنے تو کہہ ہی رہا ہوں ان شاء اللہ ارکان سلطنت کے روبرو بھی کہوں گا۔

چیف جسٹس نے آپ کا پورا بیان قلم بند کرا کر دستخط کا مطالبہ کیا۔حضرت نے بڑی بے خوفی سے کہا میں مطلقاً امام حرم کی اقتدا کو ناجائز کہنے کا الزام اپنے سر نہیں لے سکتا۔وہابی امام حرم کی اقتدا کو ناجائز کہتا ہوں مجبور ہو کر جج عبد العزیز کو اپنے قلم سے وہابی کا لفظ بڑھانا پڑا اس کے بعد مجاہد ملت نے بغیر کسی پس وپیش کے دستخط ثبت فرمایا۔

قاضی حرم سے مجاہد ملت کی مناظرانہ گفتگو:

دوسرے دن حضور مجاہد ملت کو چھوٹے قاضی کی عدالت میں حاضر کیا گیا اس نے گذشتہ دن کی روداد معلوم کرنے کے بعد سوال کیا، وسیلہ کی کیا دلیل ہے؟ حضرت نے جواباً فرمایا، وہ تو قرآن ہی ناطق ہے وابتغوا الیہ الوسیلة قاضی نے اعتراض کیا، اس سے وہ مراد نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ عمل صالح مراد ہے۔ حضرت نے فوراً گرفت فرمائی کہ تمہارے عقیدہ میں شرک تو اب بھی دفع نہیں ہوا کیونکہ عمل صالح بھی غیر اللہ ہی ہے اور تم غیر اللہ کے توسل کو کلیۃً شرک قرار دیتے ہو۔

قاضی اس مضبوط گرفت پر تلملا اٹھا اور مناظرے کے کٹھن مرحلے سے نکل بھاگنے کے لئے دوسرا سوال کر دیا۔ ہمارے پیچھے نماز جائز نہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟ حضرت نے انتہائی متانت وسنجیدگی کے ساتھ جو جواب دیا وہ نجدیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔ فرمایا کہ تم توسل بالانبیاء والمرسلین کو شرک جلی قرار دیتے ہو جب کہ سلف سے لے کر خلف تک سارے اہل اسلام اس کو جائز کہتے ہیں۔ تمہارے فتویٰ کی رو سے سبھی پیشوایانِ اسلام پر کفر لازم آیا اور فقہا فرماتے ہیں کہ:

''جس کے قول سے مسلمانوں پر کفر لازم آئے حکم کفر اس پر عود کر آتا ہے اس لئے نمازوں میں اس کی اقتدا جائز نہیں۔'' قاضی کی قوتِ برداشت اب جواب دے گئی وہ بے ساختہ چیخ اٹھا۔ تم مشرک ہو اور مشرک پر حج نہیں، تمھیں بغیر ادائے حج واپس جانا پڑے گا۔ حضور مجاہد ملت نے فرمایا اگر توسل ایسا ہی شرک ہے کہ متوسل کو بغیر حج واپس کر دیا جائے تو اہل تشیع (رافضی) بھی علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے توسل کو جائز مانتے ہیں انھیں کیوں واپس نہیں کیا جاتا۔ قاضی کا جواب سنئے اور اس کے علم و دیانت پر ماتم کیجیے۔ کہتا ہے کہ وہ تو ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں یہ سن کر حضرت غضبناک ہو گئے اور قاضی کو ڈانٹ پلائی۔ تمہارے پیچھے نماز پڑھ لینے سے شرک معاف ہو جاتا ہے۔

العیاذ باللہ! سات پردوں کی اوٹ سے حاکم اگر جان جائے کہ مجرم فریق مجھ سے دور کی قرابت رکھتا ہے تو فیصلے کا تیور بدل جاتا ہے کہ آج کی عدالت میں ناگزیر ہے۔ اب اندازہ لگائیے کہ یہاں تو براہ راست جج ہی سے تصادم تھا ایسی صورت میں فیصلہ تو اسے اپنے حق میں کرنا ہی تھا ورنہ میرا چیلنج ہے کہ ذیل میں فیصلے کی جو نقل پیش کی جارہی ہے اگر کوئی دوسرا عدل پسند حاکم ہوتا تو اس کی نوعیت کچھ اور ہی ہوتی۔ عدل پسندی تو کیا اعتدال کا مفہوم بھی قاضی کے ذہن سے محو ہو گیا تھا اس نے کاغذ طلب کیا اور بیک جنبش قلم فیصلہ لکھ ڈالا، فیصلہ کیا تھا۔ انصاف کا خون تھا، عدالت کی توہین تھی اور حکومت سعودیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ تھا۔ ملاحظہ فرمایئے نقل مطابق اصل۔

القضیّة: امتناعه عن الصلوة مع الجماعة واعتقاده بالتوسل بالانبیاء والمرسلین وقد صدّر علیه قرار الشرعی رقم ۲۱۶۲/ مورخه ۱۸، ۱۹. ۱۱. ۱۳۹۹ه بعد متمکینه من الحج وترحیله الیٰ بلاده.

فیصلہ: نماز با جماعت سے انکار کرنا، انبیا اور مرسلین کے توسل کا قائل ہونا، لہٰذا ان کے حق میں فیصلہ شرعی کیا جاتا ہے کہ کیس نمبر ۲۱۶۲ تاریخ ۱۸، ۱۹۔ ۱۱۔ ۱۳۹۹ھ حج سے روک دیا جائے اور ان کو وطن واپس کر دیا جائے۔

فیصلہ سنانے کے بعد قاضی نے حضور مجاہد ملت کو سفاک سعودی پولیس کے حوالہ کر دیا۔ وہ آپ کو ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے جیل میں لے گئی جہاں آپ کو آہنی دروازے سے باندھ کر چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا، تھپڑ مارا گیا، طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں اور حج سے دو دن قبل جبراً ہندوستان واپس کر دیا گیا۔ اسی (۸۰) سال کا وہ ضعیف و ناتواں جو ناز و نعم میں پل کر جوان ہوا، دولتوں کے سائے میں چل کر پیرانہ سالی کو پہنچا۔ لاکھوں انسانوں نے جس کے دامن سے وابستگی حاصل کی۔ کروڑوں ارادت مندوں نے جس کی راہ میں آنکھیں بچھائیں اور جلیل القدر علما نے جس کے کفش

پا کو سروں پہ رکھا۔آج وہ حق گوئی کے جرم میں ستم گر کے ہاتھوں کوڑے کھا رہا ہے ۔

آج سردار جسے تم دیکھ رہے ہو
یہ شخص بھی وقت کا منصور ہے لوگو!

اے ملت کے نگہباں! تم وطن سے دور تھے، اپنوں سے جدا تھے، ظالموں کے حصار میں تھے ایسی عدالت کے کٹہرے میں تھے جہاں فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکتے تھے ایسی حکومت کی گرفت میں تھے جہاں اپیل کا سہارا نہیں لے سکتے تھے اگر فریضۂ حج کی خاطر، خسارہ سے بچنے کی خاطر، اور سزاؤں سے نجات کی خاطر ظاہراً دو وقت کی نماز نجدی امام کے پیچھے پڑھ لیتے تو شرع تم سے ہرگز کوئی مواخذہ نہ کرتی۔

''خاک قبر سے مجاہد مظلوم کی آواز آئی''

اگر سرزمین نینوا میں سرکار حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما مصلحت کو جائز رکھتے، عبداللہ بن زبیر، عبدالملک بن مروان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جاتے، سعید بن جبیر، حجاج بن یوسف سے معافی طلب کر لیتے، امام احمد بن حنبل عباسی خلیفہ کے سامنے اقبال جرم کر لیتے اور علامہ فضل حق خیر آبادی دریائے شور کے کنارے پہنچ کر فتویٰ جہاد واپس لے لیتے تو میں بھی نجدی مظالم کے آگے جھک جاتا۔ لیکن میرے عزیز! مجھے اپنے بزرگوں سے ورثے میں جو کچھ ملا تھا واللہ تمہارے لئے وہی سرمایہ چھوڑ کر آیا ہوں۔

ہم کو بننا ہے نشانِ راہ منزل دوستو
ہم اگر بھٹکے تو کتنے کارواں کھو جائیں گے

حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید شاہ محمد خالد ابوالعلائی، خانقاہ ابوالعلائیہ، داناپور، پٹنہ

طبرانی کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ **اللهم حبب الموت الیٰ من یعلمُ انی رسولُک.** اے اللہ جس کسی نے میری رسالت پر گواہی دی۔ موت کو اس کے لیے محبوب بنا دے۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی کی شرح یوں کی ہے ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اُوست

صوفیہ فرماتے ہیں: **الموتُ جسرٌ یوصلُ الحبیبَ اِلَی الحبیب.** دوست کو دوست تک پہنچا دینے کے لئے موت ایک پُل کا کام دیتی ہے۔

اس پُل تک پہنچنے کا وقت قریب آ جاتا ہے تو مرد مومن اپنے قلب میں ٹھنڈک اور فرحت محسوس کرنے لگتا ہے۔ دنیا روتی ہے اور وہ مسکراتا ہے۔ ایسی برگزیدہ ہستی کی زندگی اور موت دونوں عام لوگوں سے بالکل الگ ہوتی ہے۔ میرے پردادا حضرت شاہ اکبر داناپوری قدس سرہ فرماتے ہیں:

خدا کی حضوری میں دل جا رہا ہے
یہ مرنا ہے اس کا مزا آ رہا ہے

حضور مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی رحمۃ اللہ علیہ عالم دین بھی تھے، مجاہد ملت بھی، ہزاروں کے پیر و مرشد بھی تھے، اور سیکڑوں علما کے استاد بھی۔ عابد و زاہد بھی تھے، اور پیکر اخلاص و مروت بھی۔ ان کے گونا گوں اوصاف و محاسن کی محاسبہ آرائی راقم کے بس سے باہر کی بات ہے گویا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے البتہ میرا

اعتقاد ہے کہ حضرت اُن مقبولان خدا میں تھے جو اپنے رب کے حضور ایک قلب سلیم اور قلب مطمئن لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی روحانی شخصیت آج بھی ملت اسلامیہ کے لیے ایک نشان ہے۔ ملت اسلامیہ کو ایسی جامع اور با کمال شخصیت، قسمت سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ نہ جانے قوم کتنے کٹھن مراحل اور آزمائش وامتحان سے گزرتی ہے تو کسی عظیم ہستی کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کی زندگی قوم کے لئے عظیم سرمایہ اور موت نا قابل تلافی نقصان ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

ایسی جامع ذات جو گونا گوں صلاحیتوں کی حامل ہو درحقیقت اس کی حیثیت ایک انجمن کی ہوتی ہے جس کی طرف سبھی کشش محسوس کرتے ہیں۔

بہت لگتا ہے جی محفل میں ان کی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن ہیں

اس دور انحطاط میں علمی مجلس ہو یا عملی میدان۔ فن وتحقیق کی درسگاہ ہو یا تصوف وطریقت کی پائیگاہ، علمائے کرام ومشائخ عظام کا طبقہ ہو خواہ مجاہدین حریت کی جماعت۔ سب کے لیے یہ قحط الرجال کا دور ہے۔ علمی ودینی حلقے اپنے اندر اعیان ملت کی کمی محسوس کررہے تھے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کی ایسی اہم اور مقتدر ہستی ہم سے جدا ہوگئی جس کا اس دور میں کوئی بدل نہیں اور اس سے جو ملی نقصان ہوا اس کی تلافی قریباً محال ہے۔ ع

''دل کیا اداس ہے کہ زمانہ اداس ہے''

ابی ومرشدی حضرت مولانا الحاج سید شاہ ظفر سجاد صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ ابوالعلائیہ دانا پور (پٹنہ) سے حضور مجاہد ملت کے بڑے گہرے اور دیرینہ تعلقات

رہے ہیں۔ دونوں ہستیوں میں بے حد محبت تھی۔ حضرت ابی و مرشدی آل انڈیا تبلیغ سیرت بہار کے نائب صدر بھی تھے۔ راقم الحروف سے ابی و مرشدی برابر حضور مجاہد ملت کی صفات درویشی کا تذکرہ فرماتے تھے کہ آپ کی ذات سیرتِ رسول کا نمونہ ہے۔ خانقاہ شریف دانا پور کی مجلس میں شدت سے ان کا تذکرہ آتا۔ اس زمانہ میں مجھے حضور مجاہد ملت سے شرف نیازی کا بڑا اشتیاق رہتا۔

وہ زمانہ مجھے یاد ہے جب آج سے ستائیس (۲۷) برس قبل انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ بہار میں مورخہ ۹؍۱۰؍اور ۱۱؍اپریل ۱۹۵۴ء کو حضور مجاہد ملت کے زیر صدارت آل انڈیا تبلیغ سیرت کا تاریخی اور روحانی اجلاس ہوا تھا۔ اس تاریخی اجلاس میں ملک کے گوشے گوشے سے علمائے کرام اور مشائخ عظام کے قافلے نے آکر شرکت فرمائی تھی۔ ہر مکتب خیال کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ صحافی، ادیب، ناقد، شاعر اور قانون داں سبھی موجود تھے۔ اس ناقابل فراموش تاریخی اور روحانی اجلاس میں شریک بہت سی مایۂ ناز ہستیاں آج بھی موجود ہیں۔ مجلس استقبالیہ کے صدر جناب سید حیدر امام صاحب بیرسٹر تھے اور حضرت ابی و مرشدی نائب صدر۔ اجلاس کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں آسانی کے لیے ابی و مرشدی نے ایک ماہ قبل ہی دانا پور خانقاہ شریف سے مراد پور پٹنہ کے تاج ہوٹل کے ایک کمرہ میں قیام فرمالیا تھا۔ انتظامات کے سلسلے میں ضروری ہدایات کے لئے میں دانا پور سے تاج ہوٹل اور وہاں سے انجمن اسلامیہ ہال بار بار جایا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت ابی و مرشدی نے فرمایا کہ حضرت مجاہد ملت اڑیسہ سے تشریف لانے والے ہیں۔ اس عظیم ہستی کے بارے میں میں نے پہلے سے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اب زیارت کی تمنا اور بڑھ گئی۔ دانا پور خانقاہ شریف میں بیٹھا روزانہ اس ہستی کی راہ دیکھنے لگا۔ جس کے علم و فضل اور اخلاق حسنہ کا ہمیشہ تذکرہ سنتا تھا۔

کیا دیکھیں گے ہم جلوۂ محبوب کہ ہم سے
دیکھی نہ گئی دیکھنے والوں کی نظر بھی

ستائیس (۲۷) سال گذر گئے۔ کتنی مبارک ساعت تھی جب دانا پور خانقاہ کے صدر دروازہ پر صبح کے وقت کسی نے اس طرح آواز دی ''جناب شاہ صاحب تشریف رکھتے ہیں''۔ اس پُرکشش آواز کو سن کر میں فوراً دروازہ تک پہنچا۔ میرے سلام کرنے سے پہلے ہی انھوں نے سلام کیا میں پہل کرنے سے محروم رہا۔ ایک روحانی پیشوا نگاہوں کے سامنے تھا، میں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ میں چھوٹا سا بکس اور دوسرے میں ایک بستر ہے۔ لنگی کرتا پہنے سر پر عمامہ اور شانہ پر بڑا رومال ہے اسلامی تہذیب وتمدن اور طریق اسلاف کی جیتی جاگتی تصویر۔ مجھ سے فرمایا ''خاکسار کو حبیب الرحمٰن کہتے ہیں''۔ سچ ہے ایسا سادہ وسنجیدہ انسان صرف ''حبیب الرحمٰن'' ہی ہوسکتا ہے۔ چند گھنٹے دانا پور میں قیام فرمایا۔ میری حیرانی ومسرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ مجھ سے اس طرح پیش آتے رہے جیسے معلوم ہو برسوں سے رابطہ رہا ہو۔ اخلاق اور خاکساری کا یہ حال کہ میرے دل نے شدت سے محسوس کیا کہ یہ ہستی خلق نبوی کا کس قدر دلکش نمونہ ہے۔ میں بڑے انہماک سے غور کررہا تھا کہ ہر ادا اور ہر عمل سیرت رسول سے مشابہ ہے۔ شام کو حضور مجاہد ملت کو لے کر حضرت ابی ومرشدی کے پاس پٹنہ گیا۔ آل انڈیا تبلیغ سیرت کے اجلاس کے اختتام تک پندرہ دن میرا بھی قیام کافی ہاؤس پٹنہ میں رہا جہاں تمام علمائے کرام اور مشائخ عظام کے قیام وطعام کی ذمہ داری میں مصروف تھا۔

مجھے بہت کچھ دیکھنے اور سیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ ان چند ایام کی یادیں میری زندگی کی حسین ترین امانت ہیں۔ روحانی مجلس سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ اجلاس کی تیاری زوروں پر تھی۔ مجاہد ملت کافی ہاؤس اور انجمن اسلامیہ ہال پیدل ہی تشریف لے جاتے، راستے میں ملنے والوں کو خود بڑھ کر سلام کرتے اور اس اخلاق سے ملتے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ دیرینہ ملاقات ہے۔ قیام گاہ سے مسجد کے لئے جتنی مرتبہ تشریف لے جاتے ہر مرتبہ عمامہ باندھتے۔ ہر وقت باوضو رہتے۔ اس طرح پندرہ شب وروز تک حضور مجاہد ملت کی خدمت بابرکت میں گزارنے کا شرف مجھے بھی نصیب ہوا۔

اجلاس کے اہتمام میں اکثر و بیشتر یہ دیکھ کر میں حیران رہ جاتا کہ مجاہد ملت عام آدمی کی طرح خود بھی ہاتھ میں بانس، کدال اور ٹوکری لیے شامیانہ اور قنات نصب کرنے میں کوشاں ہیں۔ مٹی اٹھا اٹھا کر خود پھینک رہے ہیں اور جسم غبار آلود ہو رہا ہے۔ یہ شان ایک مجاہد ملت ہی کی ہوسکتی ہے۔ تین دن اور تین رات اجلاس چلتا رہا۔ کافی ہاؤس سے انجمن اسلامیہ ہال تک ایک بڑے اجتماع میں نعرۂ تکبیر کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ مجاہد ملت تشریف لائے۔ مجاہد ملت کی روح پرور، پراثر تقریر اور صلوٰۃ و سلام کا روحانی منظر آج تک نظروں میں ہے۔ بالکل سادہ اور مختصر طعام کے ساتھ ساتھ آرام بھی بہت کم فرماتے تھے۔ رات کا اکثر حصہ عبادت و یاد میں گزار دیتے۔ کھانے سے قبل دونوں ہاتھوں کو دھونا۔ پہلے اور بعد میں دعا پڑھنا پابندی سے دیکھا۔ دسترخوان پر الگ الگ برتن میں نمک رکھنے کی ضرور فرمائش کرتے۔ ایک ہی قسم کی سبزی کو فوقیت دیتے۔ بہت کم کلام فرماتے۔ قالین، گاؤ تکیہ یا کسی مخصوص جگہ پر بیٹھنے سے احتراز کرتے دیکھا گیا، ان کی خاکساری اور خلق دیکھ کر ہر آدمی کی طبیعت کھنچنے لگتی۔

کسی مجلس میں ذکر رسول ہونے لگتا تو آپ آبدیدہ نظر آتے اور درود شریف کی کثرت فرماتے۔ آپ کے اقوال و افعال میں شریعت و سنت کی پوری پابندی نظر آتی تھی۔ یہی روحانی نسبت ہی ایک مردِ مومن کی معراج بھی کہلاتی ہے۔

۱۹۵۴ء کے بعد بھی حضرت ابی و مرشدی کی حیات میں کئی بار دانا پور خانقاہ شریف میں حضرت مجاہد ملت تشریف لائے ہیں اور ان کا قیام رہا ہے۔ ابی و مرشدی سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ راقم الحروف نے اس درویش کامل کو ہر بار اسی طرح دیکھا۔ کوئی فرق نہ پایا۔

حضرت ابی و مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال یکم رجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۲ر جولائی ۱۹۷۴ء دوشنبہ کو ہوا۔ اس سانحۂ ارتحال کی خبر پاتے ہی ہم غم گساروں کے زخم دل

پر مرہم رکھنے فوراً دانا پور خانقاہ تشریف لائے۔ راقم السطور موجود تھا۔ سینے سے لگا کر آبدیدہ ہوتے ہوئے صبر ورضا کی تلقین فرمانے لگے۔اس مونس وغم خوار کے دیدار اور تسلی نے بہت کچھ سکون بخشا۔

کیا خبر تھی کہ حضور مجاہد ملت کا وہ آخری نیاز ثابت ہوگا۔تین دن قیام کے بعد آپ اڑیسہ واپس تشریف لے گئے۔ جو کچھ میں نے سنا اور دیکھا من وعن ضبط تحریر کیا۔ حضور مجاہد ملت کی جامع ذات آج بھی ملت اسلامیہ کے لئے شمع راہ ہے۔اللہ اپنے حبیب کے صدقے میں آپ کو برگزیدہ ہستی کے زمرہ میں داخل کرے۔آمین۔

مجاہد ملت ایک تاثراتی خاکہ

مولانا محمد احمد مصباحی، رسول پور، گورکھپور

روزنامہ قومی آواز لکھنؤ میں شائع شدہ تعزیتی خطوط کے ذریعہ معلوم ہوا کہ مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اڑیسہ ۱۳؍مارچ ۸۱ء کو وصال فرما گئے۔ ذہن ودماغ جھنجھنا اٹھے، شدید قلبی وروحی تکلیف ہوئی اور تھوڑی دیر تک حواس ہی ٹھکانے نہ رہے۔ اگر چہ موت وحیات ہر انسان کے ساتھ ہے مگر ایسا اس لئے ہوا کہ میں اپنے تئیں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجاہد ملت سے مجھے عقیدت تھی، ہے اور ان شاء اللہ رہے گی۔

کیونکہ میری عقیدت القاب وآداب کی مرہون نہیں بلکہ جان بوجھ، سوچ سمجھ اور پرکھ کر تھی اس لئے کہ جب تک میں اپنے تنقیدی نقطۂ نظر سے جانچ نہیں لیتا اس وقت تک کسی سے عقیدت ومحبت کا اظہار نہیں کرتا۔

لاشعوری کے خانوں میں بہت تلاش کیا مگر صحیح طور پر یاد نہیں پڑتا کہ مجاہد ملت کی زیارت سے کہاں مشرف ہوا۔ واضح طور پر یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ ''بہار صوبائی سنی کانفرنس'' منعقدہ سیوان میں مجاہد ملت کے دیدار سے مشرف ہوا۔ چونکہ ایک بہت بڑے عالم کا بیٹا ہوں اس لئے اجلاس کے دوسرے دن دوپہر کے کھانے میں علما کے ساتھ شریک ہونے کا اتفاق ہوگیا۔

گوشت خور علاقہ کا ہونے کے باوجود علما کے ادب وہیبت کی بنیاد پر دال روٹی پر اکتفا کئے ہوئے تھا کیونکہ گوشت کا قاب دوری پر تھا کہ اجمل سلطان پوری سرگوشی میں کہنے لگے یار ہاتھ بڑھاؤ اور گوشت کا قاب کھینچ کر سالن لگاؤ ورنہ سا کا ہاری میں ہی الجھے رہ جاؤ گے مگر یہ جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی مجاہد ملت کا دست مبارک حرکت میں آچکا تھا۔ ارے بیٹے! صرف دال ہی کھاؤ گے کیا؟ غرضیکہ کھانے کے بعد مجاہد ملت اپنے

مشاغل میں لگ گئے اور میں اپنی مصروفیات میں۔ سیوان میں مجاہد ملت کی سادگی سے بے پناہ متاثر ہوا۔ سر کردہ علما سے ہوتے ہوئے بھی صرف سفید کرتا، سفید گول ٹوپی بغیر سلا تہبند اور ہاتھ میں عصا حالانکہ اس کانفرنس میں ایک سے ایک طرح دار عبا وقبا، رنگ برنگے جبۂ ودستار اور فوق البھڑک ملبوسات نظر آئے۔

اسی سادگی کا یہ تاثر تھا کہ جب مجھے معلوم ہوا مجاہد ملت تشریف لے جا رہے ہیں تو میں بھی انھیں اسٹیشن چھوڑنے کے لئے آیا، اسٹیشن پر ایک منتظم صاحب نے مصافحہ کی شکل میں ایک لفافہ پیش کرنا چاہا۔

مجاہد ملت نے مصافحہ تو کیا لیکن یہ بھی فرمایا کہ آپ تو جانتے ہی ہیں میں ایسے مصافحے پسند نہیں کرتا۔ اسے رکھئے آئندہ تحریک کے لئے یہ کام آئیں گے۔ مجھے اللہ نے اپنے حبیب کے کرم سے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

میں سوچنے لگا کاغذ کے انھیں چند ٹکڑوں کے حصول کے لیے بڑے سے بڑا جاگیردار بھی استحصال کی سرحدوں سے گذر جانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا اور یہ اڑیسہ کا کیسا زمیندار ہے جو کہہ رہا ہے کہ مجھے اللہ نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اسے رکھو تحریک کے کام آئے گا۔ معاً ذہن پکار اٹھا نادان! ملت کا دردمند سکّوں کی کھنک، مال و متاع اور زر و جواہر کی دمک کے پیچھے نہیں بھاگتا بلکہ قوم کی سالمیت، مذہب کی اشاعت جماعت کی بقا، تحریک کا بڑھاوا اور ملت کا فروغ اس کا مطمح نظر ہوتا ہے۔

دوران گفتگو مجاہد ملت نے اس منتظم سے یہ بھی فرمایا کہ میاں!..... دیکھو قوم بیدار ہے لوہا گرم ہے صرف مہر لگانے کی دیر ہے، اگر اب بھی کچھ نہ کیا گیا تو میں ہرگز کبھی بھی ایسے اجتماعات میں شرکت نہ کروں گا، مگر افسوس کہ نشستند، گفتند، برخواستند کے سوا کچھ بھی نہ ہوا۔ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو اوقاف کانفرنس دلی اور سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کانپور اور دیگر پروگراموں کا ہوا گویا بلند بانگ اور وسیع دعوے محدود دائروں کے اندر محصور ہو کر رہ گئے۔

شعور کی منزل میں رہتے ہوئے متعدد بار سنا اور پڑھا کہ مجاہد ملت قید و بند کی صعوبتوں سے دو چار کر دیئے گئے۔ خیال گذرتا مجاہد ملت! حق گوئی اور بے باکی کیا ضرورت! تھوڑی کاسہ لیسی اور ضمیر فروشی ارباب اقتدار کی ناک کا بال بنا دے گی۔ سیاست میں تو سب کچھ چلتا ہے۔ عہد پیری میں کال کوٹھری سے نجات تو ملی رہتی کہ ذہن میں ایک چھنا کا سا ہوا بیوقوف! قوم کے صحیح رہنما اور ملت کے سچے دردمند سے یہی توقع رکھتے ہو۔ قصر یزیدیت میں زلزلہ کیسے آئے گا، نشۂ اقتدار کو ترشی کون فراہم کرے گا، سامراجیت کے خلاف نبرد آزما کون ہوگا، زبانی سماجواد کا پردہ کون فاش کرے گا۔ حسین کی جانشینی، حضرت احمد بن حنبل کی نیابت اور ابن ادہم و اشرف کی سنت پر کون عمل کرے گا؟

اس کے علی الرغم کہنے والے کہہ سکتے ہیں کچھ ہی مدت کی بات ہے اپنے ملک بھارت میں جنتا لہر چلی تھی، الیکشن کا دور دورہ تھا، مجاہد ملت نے بھی اوروں کی طرح سیاسی فائدہ اٹھانا چاہا تھا۔ کانگریس دل کی حمایت میں پوسٹرس، پمفلٹ اور اخباروں میں شہ سرخیوں کے ساتھ اپیلیں شائع کرائی تھیں۔

میں جواب دوں گا! ٹھیک کہہ رہے ہو، مگر اصل حقیقت بھول کیوں جاتے ہو؟ اس وقت کے کانگریس کے جنرل سکریٹری اور سابق وزیر اعلیٰ مہاراشٹر مسٹر عبد الرحمٰن انتولے سے کچھ تحریری معاہدہ بھی ہوا تھا، وہ معاہدہ ذاتی مفاد پر مبنی تھا یا قومی مفاد کا حامل تھا؟ اپنی زمینوں کو سیلنگ سے بچانے کی بات تھی کہ مسلم اوقاف سے ناجائز قبضہ ہٹانے کی بات تھی؟ اپنی جیب بھرنے اور کرسی ملنے کا مطالبہ تھا یا اردو کو جائز مقام دلانے کا تذکرہ تھا وغیرہ۔

قوم کا صحیح رہنما اور ملت کا سچا ہمدرد اس کے سوا اور کیا کرے گا؟ کیا کرسی ملنے سے پہلے ملک و ملت بچاؤ تحریک چلائے گا اور کرسی ملنے کے بعد گونگا بہرا ہو جائے گا۔

مجاہد ملت جانتے اور سمجھتے تھے کہ قوم وملت ہم سے نہیں، قوم وملت سے ہم ہیں۔اسی لئے آپ کا ہر ہر قدم اس حقیقت کا آئینہ دار تھا۔

مجاہد ملت کی حق گوئی و بے باکی صرف بھارت تک ہی محدود نہ تھی دیار غیر میں بھی وہی آن بان تھی جہاں خود ساختہ قانون اور نظام رائج ہے، سلطنت عثمانیہ کے غاصب حکمرانوں، حرمت اسلام کے غارت گروں اور صحرائے نجد کے مذہبی جنونیوں کے سامنے بھی ببانگ دہل اعلان حق فرمایا، اگرچہ اس کی پاداش میں آپ پر بے پناہ مظالم روا رکھے گئے، جبر وتشدد سے کوئی دریغ نہ کیا گیا (جبکہ بین الاقوامی قانون کے تحت صرف ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر آپ کو واپس کرنے کا حق تھا) مگر آپ کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی اور اس مصرع کی عملی تفسیر بنے رہے۔ ع

''میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند''

حضور مجاہد ملت نے ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' اور ''خاکساران حق'' کے نام سے دو جماعتیں قائم کیں۔ان دونوں جماعتوں کا ایک سرسری جائزہ ہی ہمیں قومی وملی خدمات کے دائرہ میں لاکھڑا کرتا ہے۔ چونکہ مجاہد ملت کا دردمند دل قوم وملت کے ہر چھوٹے بڑے امور میں اعانت کے لئے بے چین رہا کرتا تھا اس لئے انھوں نے تبلیغ و اشاعت دین، مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے ان کے مسائل کی نشاندہی اور اس کے حصول کے لئے سعی وجد وجہد، برائیوں اور فتنوں کے سدباب کے لئے آل انڈیا تبلیغ سیرت کو متعین فرمایا اور ریلیف وامداد وتعاون کی عملی تفسیر بنے رہنے کے لئے ''خاکساران حق'' کو نامزد فرمایا۔ چنانچہ اپنی اپنی جگہ دونوں شعبے نہایت کامیابی کے ساتھ عمل پیرا رہے اور آج بھی ہیں۔

آج کل ہمارے ملک میں دینی درسگاہوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ہر قریہ میں نہیں تو ہر شہر میں ضرور یہ عمارت ملے گی۔بعض شہروں میں تو ایک ہی جماعت اور ایک

ہی مکتب فکر کے دو دو چار چار دار العلوم رواں دواں ہیں۔ اس کا جنم یا تو دو بڑوں کے ٹکراؤ سے یا جلب منفعت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ خلوص کا تو شاید جنازہ نکل چکا ہے حالانکہ اداروں کا قیام گھاٹے کا سودا نہیں ہے مگر نیتوں کی صالحیت کو کیوں داغدار کیا جائے؟

جلب منفعت کا معاملہ تو یہ ہے کہ ایک ہی خاندان پورے ادارے پر حاوی خود سر پرست، بیٹا ناظم، بھتیجا مدرس، بہنوئی لائبریرین، داماد کلرک، اور سمدھی سفیر، گھما پھرا کر سارا سرمایہ گھر ہی میں۔ اگر کوئی تنقید ہوئی تو جواب ملے گا واہ صاحب! ہم ایسا کب چاہتے ہیں اگر ہمارے خاندان والے سب کے سب باصلاحیت ہیں تو کیا کیا جائے۔

مگر واہ رے مجاہد ملت! آپ کے جذبۂ سرمستانہ کو صد آفریں ہے۔ خدمت دین اسے کہتے ہیں، دینی ادارہ قائم کر دیا وہ بھی ایسی جگہ جہاں فلسطین جیسا مسئلہ ہر وقت سر اٹھائے رہے۔ وقت پڑ جائے تو عالم پیری میں جوانوں جیسی امنگ مگر عہدہ، ہر عہدے سے بے نیاز!

دینی ادارہ قائم ہو گیا، سنیت کا فروغ ضروری ہے، اخراجات کیسے مینٹن ہوں گے اللہ اور اس کے حبیب مالک ہیں۔ فلاں مدرس کی تنخواہ ماہ بہ ماہ جیب خاص سے، فلاں استاد کا مشاہرہ ذاتی اکاؤنٹ سے، فلاں کو اجرت خود کے بینک بیلنس سے، مجاہد ملت کی یہ وہ خصوصیت ہے کہ شاید ہی ہمارے اکابر سے کسی کے اندر پائی جاتی ہو۔

مجاہد ملت اخلاق کے اعتبار سے کیسے تھے؟ کس سے تعلقات تھے؟ کس کو مانتے تھے اور کس سے کیسے ملتے تھے؟ اسے ان سے ملنے جلنے والے اور تعلقات رکھنے والے جانیں! البتہ دو چار مرتبہ ہمارے گھر تشریف آوری ہوئی اور دوران قیام مطالعہ کے بعد میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ والد مکرم بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی مجاہد ملت سے بہت نیاز مندی اور حد درجہ احترام سے پیش آتے اور غالبًا مجاہد ملت بھی مفتی صاحب سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آخر عمر میں مبارکپور جب بھی

تشریف آوری ہوتی ہمارے یہاں ہی قیام ہوتا اور الحمدللہ کہ ہمارے گھر کا بچہ بچہ مجاہد ملت کے آرام وسکون کا خیال بھی رکھتا۔اس کے باوجود جملہ امور کی انجام دہی کے لیے ایک ذاتی خادم ہمیشہ ساتھ رہتا۔

مجھ سے متعلق ایک واقعہ ''پہلا عرس عزیزی'' کے موقع پر پیش آیا جس کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ہوا یہ کہ مجاہد ملت عرس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے گھر ہی پر آرام فرمارہے تھے۔آگے پیچھے میں بھی لگا ہوا تھا۔گھر کے جملہ افراد کو نام بہ نام جانتے تھے جس میں میں بھی شامل تھا مگر شاید ذہن میں میری صورت نہ رہی۔والد صاحب سے میری طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں یہ کون ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا حضور! غلام زادہ ہے سب سے بڑا لڑکا یہی ہے، مجھے بڑی جھینپ محسوس ہوئی۔ چنانچہ اپنی خفت مٹانے کے لیے کہنا شروع کیا۔حضور! مسجد اعظم الٰہ آباد میں وہ کیا، فلاں وقت حاضر ہوا تھا اور آپ نے مولانا عاشق الرحمٰن صاحب سے فرمایا تھا دیکھئے یہ مفتی صاحب کے لڑکے ہیں ان کا خیال رکھنا۔بھیونڈی میں فلاں وقت شرف ملاقات سے مشرف ہوا تھا اور بمبئی میں فلاں وقت حاضر بارگاہ ہوا تھا تو آپ والد صاحب کی خیریت دریافت فرمارہے تھے۔

غالباً مجاہد ملت نے میری اس تفصیلی تمہید کا مطلب سمجھ لیا اور مسکرا کر فرمایا، ہاں بیٹے! بڈھا ہو گیا ہوں ذہن سے بات نکل جاتی ہے۔ یہ انتہائی دکھ اور رنج والم سے بھرا جملہ ہے کہ ''مجاہد ملت ہم میں نہ رہے'' خیال آتا ہے خوب ٹوٹ ٹوٹ کر رویا جائے، جی بھر کر آنسو بہایا جائے۔مجاہد ہماری دستگیری کون کرے گا، ہمارا عملی شعور کون بیدار کرے گا، ہمارا قومی وقار کون بچائے گا، ہمارا سیاسی محاذ کون آراستہ کرے گا۔ہم سنیت کے فروغ کے لئے کس سے مشورہ لیں گے، ملت کا درد ہمارے سینوں میں کون بھرے گا۔

مگر وجدان چیخ اٹھا۔نادان نہ بن! عروج وارتقا ماتم میں پوشیدہ نہیں ہوتے، کامیابی و کامرانی اس مرد مومن اور ملت کا درد رکھنے والے عظیم رہنما کے روشن نقوشِ قدم میں تلاش

کر، عمل پیہم، جہد مسلسل اور عزم محکم لے کر اٹھ اور مجاہد ملت کے مشن پر سرگرم عمل ہو جا۔

خدارا! اس عظیم مجاہد کی نعش کو کھیتی سمجھ کر کسب معاش اور شکم پروری کے لئے نہ استعمال کرنا بلکہ اس کے آستانے کو ایک ایسا مثالی آستانہ بنانا جہاں سے مذہب کی اشاعت ہو، سنیت کا فروغ ہو، ملت کا عروج ہو، قوموں کی اصلاح ہو اور عظمت اسلام کا پرچم لہرائے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین۔

مجاہد ملت ایک پیکر عزیمت

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، دارالعلوم غوثیہ نظامیہ، جمشید پور

حضور مجاہد ملت رئیس التارکین مولانا علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن ہاشمی عباسی قادری اڑیسوی علیہ الرحمۃ والرضوان، جو ۸؍محرم الحرام ۱۳۲۲ھ شنبہ کے روز صبح صادق کے وقت اڑیسہ میں بمقام دھام نگر پیدا ہوئے، اس تاریخ کو گھر والے غم کا دن تصور کرتے تھے مگر مجاہد ملت فرماتے ہیں ''مجھے اپنے ساعتِ سفر حیات کے آغاز پر خوشی ہے کہ ہمارے سرکار نے فرمایا ہے۔ مَنْ بَكَّرَ يَوْمَ السَّبْتِ فِيْ طَلَبِ حَاجَةٍ فَاَنَا ضَامِنٌ بِقَضَائِهَا. جو شنبے کے دن تڑکے سے کسی حاجت کی تلاش کو جائے میں اس کی حاجت روائی کا ذمہ دار ہوں۔ (**ابو نعیم عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما الامن و العُلٰی للام احمد رضا البریلوی، ص: ۱۸۱، مطبع صابر لاهور**)

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے اس حدیث شریف سے اپنی حیات مبارکہ کی کامیابی کی فال نیک نکالی اور ایک کامیاب و کامران زندگی گذار کر ۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ جمعہ کے مبارک دن، دن گذار کر سورج کے ساتھ ہماری ظاہری نگاہوں سے غروب ہوگئے۔ ''**انا لله و انا الیه راجعون**''

اب مجاہد ملت تو ہمارے سامنے نہیں مگر ان کے کارہائے دینی، مجاہدانہ عزائم، اور اعلان حق کی روداد یں ہمارے لئے ضرور مشعل راہ ہیں، جنھیں رہنما بنا کر ہم بھی دینی تقاضوں کو پورا اور چار دانگ عالم میں حق کا غلغلہ بلند کر سکتے ہیں۔

رب کائنات نے حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو قبول فی الارض کی ایسی عظیم نعمت سے شاد کام فرمایا تھا کہ جہاں قدم رکھ دیتے انسانی قلوب مسخر ہو جاتے اور

ویرانے دیکھتے ہی دیکھتے آبادیوں میں تبدیل ہو جاتے۔ غیر مذہبی علاقوں میں دینی امنگ پیدا کرنا، مساجد تعمیر کرانا اور تعلیمی ادارے قائم کر کے علم و عرفان کی جوت جگانا حضرت مجاہد ملت کا خاص مشغلہ تھا۔

قادر مطلق نے حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو صرف علم و فضل اور ولایت و عرفان ہی کی دولت سے نہیں نوازا تھا بلکہ اس کے ساتھ ذاتی وجاہت اور دولت و ریاست سے بھی بہرۂ وافر عطا فرمایا تھا۔ مگر بایں ہمہ حضرت مجاہد ملت کی زندگی اس قدر سادہ اور غیر تکلّفانہ تھی کہ اس کی مثال معاصرین میں شاید ہی ملے۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ معمولی علم و فضل اور ریاست لوگوں کو کبر و نخوت میں مبتلا کر دیتی ہے، اور ایسے اشخاص اپنی کلاہ افتخار کو ذرا سی جھکتی ہوئی دیکھنا گوارہ نہیں کرتے، مگر حضرت مجاہد ملت نے تمام تر فضل و کمال اور امارت و دولت کے باوجود دین کی خاطر ہمیشہ اپنے کو سادہ اور غیر ممتاز رکھنے کی کوشش کی اور آپ کی کسی بھی ادا سے ترفع و تکبر کی بو تک نہیں آتی تھی اور خود اپنی جیب خاص سے دینی مدارس انجمنوں کانفرنسوں اور مذہبی نشر و اشاعت میں حضرت مجاہد ملت نے جو مالی قربانی دی ہے علما کی تاریخ میں پوری صدی شاید ہی اس کی مثال پیش کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو زمانے نے رئیس التارکین کے لقب سے یاد کیا، آپ اُن اولیا اور بزرگوں میں تھے جنھوں نے فقیری کو سلطانی پر ترجیح دی۔ آپ کی منکسر المزاجی کا یہ عالم تھا کہ خدام سے فرماتے کہ میرے لیے استقامت کی دعا کرو۔ اس لیے کہ استقامت کا درجہ کرامت سے بھی بلند ہے۔ ''الا ستقامة فوق الكرامة'' اور جب بھی کوئی سنی مسلمان آپ سے مصافحہ کر کے آپ کی دست بوسی کرتا تو آپ کی عادت کریمہ تھی کہ فوراً اس کا بھی ہاتھ چومنے کی کوشش فرماتے تھے، گویا آپ کی نظر میں ہر مومن اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر غلام اس قابل تھا کہ اس کی دست بوسی کر کے اکرام مسلم کا ثبوت دیا جائے،

یا آپ صوفیہ کرام کے اس قول پر عامل تھے کہ سالک کو چاہئے کہ اپنے کو تمام مخلوق سے کمتر تصور کرے اس طرح بندہ عُجب میں مبتلا نہ ہوگا اور اس کی ترقی میں رکاوٹ نہ ہوگی، کیونکہ عُجب راہ سکون کے عوائق میں ایک عظیم عائقہ (رکاوٹ) ہے۔

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی ساری زندگی حق پرستی اور تقویٰ شعاری سے عبارت تھی۔ حق کے خلاف کوئی بات کبھی بھی سننا گوارہ نہیں فرماتے تھے، اور اس سلسلے میں کسی لومۃ لائم کا بھی خوف نہیں کرتے تھے، بارہا حکومتوں کی نازیبا حرکتوں پر نکتہ چینی کی اور اس راہ میں قید وسلاسل تک کی صعوبت کو برداشت فرمایا، ایک بار ایمرجنسی کے زمانے میں جبکہ بڑے بڑے کج کلاہوں کے پتّے پانی ہو گئے تھے کتنوں نے اظہار حق سے سکوت اور بہتوں نے ناحق کا اقرار کرلیا تھا مگر اس زمانۂ ابتلا میں بھی حضرت مجاہد ملت کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی تھی، ایک نشست میں میرے سامنے کلکتہ میں مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی سے فرمایا کہ آپ پتہ لگائیں کوٹھاری کمیشن سے متعلق حکومت کیا کر رہی ہے اس سلسلے میں اگر حکومت نے ہمارے مطالبات کا احترام نہیں کیا اور دینی اداروں کی آزادی کو باقی نہ رکھا تو پھر ہم ایمرجنسی اور اومرجنسی کا کچھ خیال نہ کریں گے اس کے خلاف سخت احتجاج کریں گے چاہے ہمارا کوئی ساتھ دے یا نہ دے اور ہمیں کیسے ہی مصائب کا سامنا کرنا پڑے۔

''ملکی سیاست میں مجاہد ملت کے اصلاحی اقدامات'' کے عنوان سے اگر کوئی فاضل جن کا حضرت مجاہد ملت سے قریبی تعلق رہا ہے قلم اٹھائے تو حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی حیات کا ایک نمایاں باب صفحات قرطاس پر محفوظ ہو جائے گا اور آئندہ نسل کے لیے مشعل راہ بھی ہوگا۔

اس واقعے سے بھی حضرت علیہ الرحمہ کی جرأت اظہار حق اور بے خوفی وجاں سپاری کا پتہ چلتا ہے، کہ ۱۳۸۶ھ میں جب حضور مجاہد ملت حج بیت اللہ کے لیے گئے تو

اسی دوران مدینہ منورہ میں حاضری کے بعد مسجد نبوی میں اپنی جماعت علاحدہ قائم کی کیونکہ حضرت جانتے تھے کہ امام بدعقیدہ ہے جس کی اقتدا کسی طرح درست نہیں، نجدی امام کو جب معلوم ہوا تو اس نے پولیس کے ذریعہ مجاہد ملت کو اپنے پاس بلایا اور وجہ پوچھی پوری گفتگو ''قاضی نجد سے مجاہد ملت کا مکالمہ'' کے نام سے کتابچے کی شکل میں شائع ہو گئی ہے یہاں میں صرف اس کا ایک حصہ پیش کر رہا ہوں جس سے حضرت کی جرأت و بے باکی اور حق پرستی کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ (واضح رہے کہ جو نجدی امام تھا وہی قاضی القضاۃ بھی تھا)

قاضی القضاۃ: اگر تم الگ نماز پڑھو گے تو تمھیں پکڑ کر تمہارے سفیر کے پاس بھیج دوں گا۔

مجاہد ملت: الگ نماز پڑھنے کا کیا مطلب ہے، کیا تنہا بھی نہیں پڑھ سکتا اس پر امام کے پاس بیٹھا ہوا ایک وہابی بولا۔

وہابی: تم کو ان کے پیچھے نماز پڑھنا پڑے گا۔

مجاہد ملت: یہ تو کسی قیمت پر نہیں ہو سکتا، جب تک ان کی بدعقیدگی نہ جائے گی میں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا۔

وہابی: تم کو پڑھنا پڑے گا۔

مجاہد ملت: ہرگز ان کے پیچھے نماز نہ پڑھونگا۔ یہ قاضی القضاۃ ہیں ان کو قتل، جیل، کوڑا وغیرہ مارنے کا اختیار ہے یہ سب کر سکتے ہیں، لیکن مجھے اپنا مقتدی بنالیں یہ اختیار سے باہر ہے۔

یہ سن کر وہ وہابی چپ ہو گیا اور نجدی قاضی القضاۃ نے بھی علاحدہ اکیلے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی، یہ تھا ۱۳۸۶ھ کا مجاہد ملت کا حج اور آپ کا نجدی قاضی القضاۃ کے روبرو اظہار حق وصداقت اور استقامت کی جرأت رندانہ۔ ۱۳۹۹ھ کے حج کے واقعہ کا یہ حصہ بھی قابل توجہ ہے جس میں حضور مجاہد ملت کو نجدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے جرم میں بغیر حج کئے واپس کر دیا گیا تھا اور مجاہد ملت نے اپنے آقا کے دربار

سے ظالموں کے ہاتھوں حق وصداقت پر استقامت کی پاداش میں واپسی گوارا فرمالی تھی۔مگر الحمدللہ دوسرے ہی سال نجدی حکومت نے سپر ڈال دیا اور مجاہد ملت کو امتحان کے بعد باریابی کی دولت نصیب ہوئی اور اپنی عمر کا آخری حج اور سرکار مدینہ میں آخری حاضری کا شرف حاصل کیا۔گفتگو کے درمیان قاضی القضاۃ ونجدی امام نے کہا:

قاضی نجد:تمہارا حج بند کر کے تمھیں روانہ کر دیا جائے گا۔اس لئے کہ مشرک کا حج کیسا؟

مجاہد ملت: اگر یہی بات ہے کہ انبیا و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے توسل کرنے والا ایسا مشرک ہے کہ اس کا حج نہیں تو شیعہ مولیٰ علی **کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم** اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے توسل کرتے ہیں ان کا حج کرنا کیسے جائز رکھا۔

قاضی نجد: وہ ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں (اس پر گرجدار آواز سے مجاہد ملت نے فرمایا)

مجاہد ملت: کیا تمہارے پیچھے صرف نماز پڑھ لینے سے شرک،شرک نہیں رہتا،معاف ہو جاتا ہے۔یہ کوئی مذہب ہے، یہ کوئی دین ہے، یہ کوئی اسلام ہے۔**لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. معاذ اللہ.**

مجاہد ملت کی اس جرأت مندانہ گفتگو اور توبیخانہ لب و لہجے کوسن کر نجدی قاضی مبہوت ہو گیا اور جب کچھ جواب نہ بن پڑا، تو آخر میں اقتدار کی نخوت اور بدعقیدگی کی شراب میں چور ہو کر امتناع حج کا فیصلہ صادر کر دیا جس کی پوری تفصیل ''اعلان حق'' نام کے کتابچے میں شائع ہو گئی ہے۔(یہ رسالہ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہو کر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہو چکا ہے جو مکتبہ الحبیب جامعہ حبیبیہ الہ آباد نمبر ۳ سے حاصل کیا جا سکتا ہے) دوسری حکومت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے روبرو اور مسافرت کے عالم میں بے یار و مددگار، اس بے باکی کے ساتھ اظہار حق کا فریضہ انجام دینا کسی معمولی انسان کا کام نہیں۔یقیناً یہ وہی کرسکتا ہے جو **لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون** کے مقام رفیع پر فائز ہوگا۔

اب آخر میں حضرت کے تقویٰ کا ایک واقعہ عرض کر کے مضمون کو ختم کر رہا ہوں۔

ایک بار کا واقعہ ہے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب شاہ محمد سلیمان صاحب کے پاس چند آدمی حضرت کی معیت میں جا رہے تھے حضرت حسب معمول تہبند پہنے ہوئے تھے، لوگوں نے عرض کیا حضرت! شاہ محمد سلیمان صاحب کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں اور تہبند پہنے ہیں کم از کم پائجامہ زیب تن فرمالیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا: ''میں تہبند پہنتا ہوں پائجامہ نہیں پہنتا''۔ اگر میں شاہ محمد سلیمان کے پاس جانے کے لئے پائجامہ پہنوں، پھر تہبند پہنکر نماز پڑھوں تو میری نماز مکرُوہ ہو جائے گی، لہٰذا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ (اقتباس از بیان الجیب دوم، ص: ۳۸)

اس میں حضور مجاہد ملت نے فقہ کے اس حکم پر عمل کیا کہ جس کپڑے کو پہن کر عوام یا بڑے لوگوں کے سامنے جانے سے تامل ہو تو اس کو پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہوتا ہے اگر چہ مکروہ تنزیہی۔

ایک دنیاوی شان وشوکت والے کی خاطر حضرت نے ایسی روش نہیں اختیار فرمائی کہ اس کی وجہ سے آپ کی نماز پر کراہت تنزیہی کا حکم عائد ہو۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لیے

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی ایک کرامت

جناب محمد ہاشم صدیقی ساکچی بازار جمشید پور

فروری ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ مدرسہ عالیہ وارثیہ مچھلی حال لکھنؤ تشریف لائے میں ان دنوں مدرسہ فرقانیہ میں زیر تعلیم اور مدرسہ عالیہ وارثیہ لکھنؤ میں قیام پذیر تھا۔

آقائے سنیت حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے فرمان پر خادم حضرت کو شاہ مینا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہاں لے گیا حضرت نے اور خود خادم نے بھی فاتحہ خوانی کی واپسی پر کانپور جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا خادم نے حضرت کو اور حضرت کے خادم عبد الغفار صاحب قبلہ کو لکھنؤ چار باغ اسٹیشن پر ایک پرائیویٹ بس پر بیٹھا دیا حضرت تشریف رکھنے کے فوراً بعد فرماتے ہیں حافظ صاحب آپ جایئے۔ میں نے سوچا گاڑی چھوٹنے ہی پر جاؤں گا لیکن کچھ لمحہ کے بعد حضرت پھر ارشاد فرماتے ہیں:

حافظ صاحب آپ اپنے کام سے جایئے آپ کا انتظار ہو رہا ہے حضرت کا حکم مانتے ہوئے میں فوراً اپنے خاص کام سے حضرت گنج پاسپورٹ آفس پہنچا اور پاسپورٹ آفیسر آر.ایس گوسائیں صاحب سے ملا ملنے پر گوسائیں صاحب نے کہا حافظ صاحب میں آپ کا آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہا ہوں یہ لیجئے آپ کا پاسپورٹ تیار ہے۔
میرے ذہن میں فوراً حضرت کے فرمائے ہوئے الفاظ آئے۔ ''حافظ صاحب آپ اپنے کام سے جایئے آپ کا انتظار ہو رہا ہے''۔

ایک ولی اللہ کی نگاہیں کہاں تک جاتی ہیں۔

اس دور کا ایک حقیقی مجاہد ملت ایک فقیہ ایک ولی

حضرت رازؔ الہ آباد

زباں پہ بارالہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

حبیب الرحمٰن، سبحان اللہ، حبیب الرحمٰن کتنا شیریں، کتنا پیارا نام ہے، ہے یا تھا۔ میرے خیال میں تھا بھی اس مقام پر درست اور ہے بھی، تھا اور ہے اہل عرفان اور اہل علم میں موضوع بحث تو ہوسکتا ہے، مگر جب اس کلام ربانی کے ماخذ پر غور کروگے تو معلوم ہوگا کہ، ہے زیادہ درست ہے۔

جہاں ارشاد خداوندی ہے کہ میری راہ میں مرنے والوں کو مردہ مت جانو بلکہ ان کو بعد فنا، ایسی زندگی جاوداں عطا کی جاتی ہے جس کا تم کو شعور بھی نہیں۔

بہر حال میں آج ایسی ہی ایک برگزیدہ شخصیت کے متعلق کچھ لکھ رہا ہوں جس پر عمل وفضل وکمال روحانی، تقویٰ اتباع شریعت وطریقت عقیدت ومحبت خلوص کے انتہائی درجات کے الفاظ موزوں ہیں جس میں فی زمانہ ایک حقیقی مجاہد ملت ایک مجاہد اسلام، مجاہد قوم جیسی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ اسی ذات بابرکات کا پیارا نام امام التارکین مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن تھا۔

اس مضمون کو لکھتے ہوئے مجھے قدم قدم پر اپنی علمی کم مائیگی کا خیال آتا ہے کیوں کہ میں نے آج جسارت کی ہے ایسے صاحب علم وعمل، پیکر صدق وصفا پر قلم اٹھانے کی، جس کی ذات علم شریعت محمدی کی کوہِ گراں تھی۔ وہ بیک وقت مصلح قوم وملت بھی اور عاشق سرکارِ مدینہ بھی، سرکار غوث اعظم بغدادی رضی اللہ عنہ کے دیوانے بھی تھے۔ اولیاء اللہ کے سچے جاں نثار اور مسلکِ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے علمبر دار بھی تھے۔

ایک طرف دنیاوی اعتبار سے لاکھوں لاکھ کی جائداد کے تنہا وارث۔ عالیشان کوٹھی رہنے کے لئے میسر، مگر اس کوٹھی کے سامنے ایک معمولی پھوس کی جھوپڑی بنا کر اس کوٹھی پر اس فقیر نے جیسے تھوک دیا ہو، جس کے عیش وعشرت کے لئے والدین نے ایک بڑا محل، اور لاکھوں نقد روپئے، لاکھوں کی زمین چھوڑی مگر اس کا لباس دیکھو تو معلوم ہو کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ یہیں پر یہ مثال سچ معلوم ہوتی ہے کہ گدڑی میں لعل۔

ہاں! ہاں! میں آج ایک طرف بہت خوش ہوں کہ آج ان کی ذات سے متعلق مجھے کچھ لکھنے کا حکم ایک پیرزادے حضرت مولانا سید شمیم گوہر نے دیا جن کے حکم کی تعمیل میں اپنا ایمان سمجھتا ہوں دوسری طرف آنکھوں میں آنسو امڈے آرہے ہیں جو ذات میرے لئے ایک رہنما ایک مہربان مشفق تھی آج میری ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہے اب ان کے سامنے میں اپنی مشکلات نہیں پیش کر سکتا مگر کیوں، ارے میں کیوں ایسا سوچ رہا ہوں وہ ابھی اپنی قبر پُر انوار میں اسی طرح زندہ و تابندہ ہیں۔ وہ اللہ کی محبت میں مرنے والوں میں تھے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں میرے رب نے ارشاد فرمایا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے یہ خیال آیا کہ دل نے سکون محسوس کیا آنسو تھم گئے ؎

کون یاد آ گیا اشک غم تھم گئے
کس نے آواز دی رک گیا کارواں

اب کچھ واقعات ملاحظہ فرمایئے: ۵۲ھ سے مجھ کو ان کی خدمت میں بہت سے موقع میسر آئے تھے معلوم نہیں کتنے واقعات میرے ذہن پر ایک نقش بن کر رہ گئے۔ میں قلم چلا رہا ہوں اور وہ نقش ابھرتے آرہے ہیں وہ نقوش ایمانی نقوش ہیں جو شاید زندگی کی آخری ہچکی تک میرے ذہن سے نہ مٹ سکیں۔ جگر مرادآبادی کا شعر اس موقع پر ان نقوش کی تفسیر بن کر ابھرتا ہے ؎

زہے خلوص ومحبت کہ حادثات جہاں
مجھے تو کیا مرے نقش قدم مٹا نہ سکے

تمہید ختم کر کے میں اصل واقعات سامنے لانا چاہتا ہوں جس میں حضرت مجاہد ملت کی مجاہدانہ زندگی کے بہت سے گوشے سامنے آئیں گے۔ اب سے تقریباً پچیس سال قبل احمد آباد میں کھیڑا گاؤں میں بدنصیبی سے بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔ پورے ملک میں ان کی خبریں عام ہو چکی تھیں۔ اس گاؤں میں اس وقت کسی عالم کا جانا از حد دشوار تھا احمد آباد میں اسی زمانے میں ایک بہت بڑی کانفرنس ہو رہی تھی میں بھی حاضر تھا۔ تقریباً ڈھائی سو علما موجود تھے مگر واہ رے مجاہد ملت ایک طرف حکومت کی طرف سے وہاں جانا ممنوع دوسری طرف جان و مال کا خطرہ۔ شہر سے کافی دور جہاں آسانی سے سواری نہ جا سکے علما نے بہت سمجھایا کہ حضرت آپ کا وہاں جانا اس وقت مناسب نہیں مگر انھوں نے مصلحت اندیشوں کی ایک نہ سنی اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اٹھ کھڑے ہوئے فرمایا بھائی میں تو جاتا ہوں اور جاؤں گا ایک بار ان لوگوں سے دریافت ضرور کروں گا کہ آخر کیا وجہ تھی جس سے تم نے بد دینی اختیار کی آگے ان کی مرضی۔ قیامت میں اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منھ دکھاؤں گا۔ چنانچہ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت بس یہ عالم تھا کہ ؎

ہزار مصلحتیں عقل دیکھتی ہی رہی
جنوں نے بڑھ کے گریباں پہ ہاتھ ڈال دیا

ایک معمولی سی لنگی، ایک کرتا ایک ٹوپی، پاؤں میں معمولی چپل، سر پر عمامہ، مگر علم و عمل وصدق وصفا کا پیکر ایک ولی، ایک درویش اللہ کی راہ میں مجاہدانہ شان سے جب آگے بڑھا تو ان کے چہیتے شاگرد ان کے سچے جاں نثار خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی اور بہت سے علما

ساتھ ہو لیے نہ پوچھئے کہ کن کن مشکلوں سے دیہات کی پگڈنڈیوں پر چلتے چلتے اس گاؤں میں پہنچے۔ بہت سے مصائب راہ میں برداشت کیئے وہاں پہنچ کر پتھر کھائے۔ گالیاں سنیں مگر یہی کہتے رہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی ایک یہ بھی تصویر ہے۔

ایک بار اڑیسہ کی سرحد جہاں سے شروع ہوتی ہے وہاں ایک شہر آباد ہے جس کا نام ''راج گانگ پور'' ہے۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت مجاہد ملت کی شہرت تو بہت سنی تھی مگر ان کو دیکھا نہیں تھا، رات کے اجلاس میں بہت سے علما مدعو تھے مگر کوئی نہ پہنچا، میں بھی دوسرے دن صبح پہنچا رات کو منتظمین، حضرت کی موجودگی کے باوجود بھی نہ سمجھ سکے کہ یہ وہی مجاہد ملت ہیں جن کو ہم لوگوں نے اپنے جلسہ کا صدر مقرر کیا ہے۔

حضرت مجاہد ملت اپنی اسی سادگی میں وہاں پہنچے تھے جو ان کو تارک الدنیا بنائے ہوئے تھی۔ نہ آگے، پیچھے نوکر چاکر نہ کوئی ساز وسامان۔ انھوں نے نام پوچھا تو فرمایا کہ مجھ کو حبیب الرحمٰن کہتے ہیں۔

ان کی سادگی کی وجہ سے ان کی وہ قدر و منزلت وہ لوگ نہ کر سکے جس کے وہ مستحق تھے۔ میں جب صبح پہنچا تو میرے کمرے میں بہت لوگ آئے میری بڑی ضیافت و خاطر تواضع ہو رہی تھی۔ بغل والے کمرے میں حضرت کے پاس چند بوڑھے لوگ بیٹھے تھے۔ میں نے جلسہ کے ارکان سے پوچھا کہ رات کیسا جلسہ ہوا۔ انھوں نے کہا کہ کوئی نہیں آیا بس ایک مولوی صاحب رات کو آئے جو بغل والے کمرے میں ہیں انھوں نے تقریر ایک گھنٹہ کی۔ عوام نے تقریر تو سنی مگر مایوس ہو کر چلے گئے۔ انھوں نے بتایا کہ صدر جلسہ ہی غائب تھے میں نے کہا کہ صدر جلسہ کون صاحب تھے انھوں نے کہا کہ حضرت مجاہد ملت تھے میں معاملہ کی نزاکت کو سمجھ گیا۔

میں اٹھ کر حضرت کے کمرے میں گیا تو حضرت مسواک کر رہے تھے۔ ان کی

بہت زیادہ نوازش و کرم کی وجہ سے میں جیسے بے تکلف سا ہو گیا تھا میں نے عرض کیا حضرت میں نے آپ سے کئی بار عرض کیا ہے کہ آپ اس قدر سادہ طور سے نہ رہا کیجیے۔ فرمایا کہ بھائی کیا ہوا میں نے کہا کہ حضرت دیکھئے آپ کو ان لوگوں نے ابھی تک مجاہد ملت نہ سمجھا فرمایا کہ میاں میں کہاں مجاہد ملت ہوں میں تو ایک فقیر قادری حبیب الرحمٰن ہوں۔

میرے اس کہنے پر منتظمین کی آنکھیں کھل گئیں حضرت اس واقعہ سے بہت ہنسے فرمایا کہ اچھا بھائی میں ایک بڑا بورڈ بنوا کر اپنے پاس رکھوں گا جس میں آپ لوگوں نے مجھے طرح طرح کے خطاب دیئے ہیں اس کو لکھ کر سب کو دکھایا کروں گا۔ رات پھر جلسہ ہوا میں نے حضرت مجاہد ملت کے بارے میں جلسہ میں چند الفاظ تعارف میں کہے تو لوگ دست بوسی کرنے لگے۔ حضرت نے وہاں کے علما سے کہا کہ میاں انجمن تبلیغ سیرت کی شاخ قائم کرو مگر اس سلسلہ میں جواں مردی خلوص ومحبت کے ساتھ مجاہد بننا پڑے گا۔ ہوسکتا ہے کہ تمھیں اپنے مطالبات کے سلسلے میں جیل وغیرہ جانا پڑے یہ سن کر لوگ کھسک گئے۔

رات کے جلسہ کے بعد حضرت جب مجھ کو لے کر جمشید پور کے لئے اسٹیشن پر آئے تھے تو چند جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی۔ حضرت کو ان لوگوں نے مبلغ ۳۰۰ر روپئے نذر کیا'' حضرت نے واپس فرما دیا اور فرمایا ''یہ روپئے میں نہیں لوں گا آپ نے جو کرایہ بھیجا تھا اس میں سے روپئے بچ گئے ہیں میں چلا جاؤں گا۔ وہ لوگ میرے پاس آئے کہنے لگے کہ یہ شاید کم ہے میں نے کہا کہ جائیے پھر کہئے۔ میں تو جانتا تھا کہ وہ اس طرح روپئے واپس فرما دیتے ہیں۔ وہ لوگ اصرار کرتے وہ انکار کرتے۔ پھر فرمایا کہ اچھا جاؤ اس روپئے کو اپنے پاس رکھو تمہارے شہر میں کوئی غریب مسافر مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین میں لگا دینا۔ کمیٹی کے نوجوانوں پر اس کا بڑا اثر پڑا اسی وقت انھوں نے کہا کہ حضرت ہم لوگ یہاں اب تبلیغ سیرت کی شاخ قائم کریں گے اور ہم سب ممبر بنیں گے جو بھی مشکل پیش آئے گی ہم برداشت کریں گے۔

حضرت یہ سن کر خوش ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ اس روپئے میں سے جو روپے بچ جائیں اسی سے رسید وغیرہ چھپوالینا اور میں خود تمھیں روپئے بھیجوں گا جس سے ابتدائی کام ہو سکے ان لوگوں نے کہا کہ حضور اللہ نے ہم لوگوں کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ بس آپ کی حمایت اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔ ''اب دیکھئے حضرت کا ارشاد اور کرامت'' ہم لوگ جمشید پور چلے آئے دوسرے دن وہ لوگ جب صبح سو کر اٹھے تو دیکھا کہ سڑک کے کنارے ایک غریب مسلمان کی لاش ملی جو کہیں سے بھیک مانگتا ہوا اس دیار میں آ گیا تھا اور اس قدر کمزور تھا کہ اس کا چلنا پھرنا مشکل تھا۔ اس کی تجہیز و تکفین حضرت ہی کے پیسے سے کی گئی۔ اس واقعہ کی خبر مجھے وہاں کے ایک عالم صاحب نے پندرہ دن کے بعد دی۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ! میرے خسر مولوی حرمت علی صاحب جو حضرت کے مرید تھے جب ان کا آخری وقت ہوا تو حضرت کو یاد کر کے رونے لگے کہ کاش میرے پیر اس وقت آتے میں نے کہا کہ وہ بہت دور ہیں میں ان کو اطلاع دے دوں؟ اچانک دوسرے دن حضرت الہ آباد تشریف لائے اور ان کی عیادت کی ان کے جانے کے بعد تیسرے دن وہ انتقال کر گئے۔

بڑوں کا ادب اور مجاہد ملت:

حضرت مجاہد ملت میں جہاں ہزاروں خوبیاں تھیں وہاں ایک اہم خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے بزرگوں کا بے پناہ ادب کرتے تھے واقعات تو بہت ہیں مگر چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

ایک بار الہ آباد میں تاجدار اہل سنت عارف باللہ حضور مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لائے اسٹیشن پر حضرت مجاہد ملت بہت سے مریدوں کو لے کر موجود تھے ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضرت مجاہد ملت نے حضرت مفتئ اعظم کے بوسے لیے۔ حضرت مفتئ اعظم ہند نے مجاہد ملت کے سر کو اٹھایا اور سینہ سے لگا لیا۔ لوگ عش عش کر گئے۔

سبحان اللہ! اتنے عظیم بزرگ اپنے بڑوں کا احترام کس طرح کرتے ہیں۔

ایک بار پھر الٰہ آباد آنا ہوا تو حضرت مفتیٔ اعظم ہند کو اسٹیشن لینے تشریف لے گئے جب حضرت مفتیٔ اعظم ہند کار میں بیٹھے تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی حضرت کے بغل میں تشریف رکھئے وہ انکار کرنے لگے ادھر حضرت مفتیٔ اعظم ہند قبلہ بار بار فرماتے رہے کہ مولانا میرے پاس بیٹھئے مگر وہ کہتے تھے کہ میں رکشے سے آؤں گا۔ ہم لوگ اس راز کو نہ سمجھے۔ حاجی عیدو بھائی جن کی کار تھی کہنے لگے کہ حضرت آپ کیوں رکشے سے آئیں گے کار میں جگہ ہے آپ تشریف رکھئے۔

حضرت مجاہد ملت نے عیدو بھائی سے چپکے سے کان میں کہا کہ آپ لوگ کیا ستم کر رہے ہیں آپ مجھ کو حضرت کے پاس بغل میں آگے بیٹھنے کے لئے کہتے ہیں میری مجال ہے کہ میں ان کے کاندھے سے کاندھا ملا کر بیٹھوں۔ ہم لوگ دم بخود رہ گئے۔ کیا کہنا یہ ادب یہ تعظیم۔ آخر کار حضرت مفتیٔ اعظم کے خادم کو حضرت کے بغل میں جب بٹھایا گیا تو حضرت مجاہد ملت اس خادم کے بغل میں آگے کی نشست پر بیٹھے۔

کیا یہ واقعات ہم لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کم ہیں۔ بہت دنوں کی بات ہے کہ ایک بار بریلی شریف میں دارالعلوم مظہر اسلام کے سالانہ جلسۂ دستار بندی میں ۱۴ر شعبان المعظم کو حاضر تھا۔ وہاں بڑے بڑے علمائے کرام بھی تشریف لائے تھے دوپہر کو کھانے پر حضرت مجاہد ملت اور علامہ سید غلام جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرٹھی بھی تھے جو حضرت مجاہد ملت کے ہم سبق تھے اور ان سے بہت بے تکلف تھے۔ میں نے اس موقع پر حضرت مجاہد ملت سے عرض کیا کہ حضور میں آج سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مزار پر بعد ظہر حاضر ہو کر اپنے علماے اہل سنت کی شکایت کروں گا اور خاص طور سے آپ کی شکایت کروں گا۔

حضرت مجاہد ملت چونک پڑے اور تمام لوگ میری اس جرأت پر میری طرف

دیکھنے لگے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ کیا بات ہے مجھ سے بتاؤ میں نے کیا کیا ہے۔ قربان جایئے ان کی ایمان افروز زندگی پر، میں نے بڑی صفائی سے عرض کیا کہ حضور میرے شہر میں وہابیت بڑھتی جارہی ہے۔ایک شخص آیا جو بدعقیدہ ہے اس نے اپنے ولی ہونے کا پروپیگنڈہ کرادیا ہے اور طرح طرح کے جال مسلمانوں پر پھینک رہا ہے۔اور سادہ لوح مسلمان اس کے فریب میں آرہے ہیں۔آج ہمارے شہر میں گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

اور ہمارے علما دوسرے شہروں میں تقریر کررہے ہیں۔اور آپ سے میں نے کئی بار عرض کیا کہ حضور آپ الہ آباد میں مستقل قیام کرلیں کیونکہ اس کے جادو کو آپ ہی توڑ سکتے ہیں کیوں کہ تقریروں سے اور بے عمل علما سے مسلمانوں پر کوئی اثر نہیں پڑ رہا ہے آپ جیسے با عمل مجاہد کی از حد ضرورت اس وقت میرے شہر کو ہے۔حضرت نے انکساری و خاکساری کے الفاظ کہنے شروع کئے فرمانے لگے، ارے بھائی میں ایسا نہیں ہوں تم لوگ مجھے بہت اچھا عالم اور بزرگ سمجھتے ہو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھئے مولانا صاحب رازؔ جو کچھ کہہ رہے ہیں آپ ان کی بات سنئے ان کے دل کا درد محسوس کیجئے اور الہ آباد میں جم کر بیٹھئے۔

پھر حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ ارے بھائی میں یقیناً وہاں رکنے کی کوشش کروں گا مگر میرے رہنے کا اثر ہوتا ہے یا نہیں یہ خدا جانے اس پر حضرت سید غلام جیلانی صاحب نے فرمایا کہ رازؔ تم واقعی جا کر اعلیٰ حضرت کے مزار پر ان کی شکایت کرو۔ اور سب ہنسنے لگے۔اس وقت کوئی حضرت مجاہد ملت کو دیکھتا۔سبحان اللہ چہرے پر ایک نورانی کیفیت ابھری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا رازؔ تم سے وعدہ کرتا ہوں میں الہ باد میں زیادہ قیام کروں گا وہاں رہوں گا اب تم میرے اعلیٰ حضرت سے میری شکایت نہ کرنا اور یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اے حضرت آپ بخوبی اس حدیث شریف سے واقف ہیں کہ تم کو جیسا مخلوق گمان کرے ویسا کر کے دکھاؤ۔ آپ ہزار اپنے اندر اپنے کو کم مایہ بے اثر عالم وغیرہ سمجھئے مگر راز اس وقت اپنے شہر کے علما کی آواز بن کر آپ سے مخاطب ہیں۔ میں نے الہ آباد کی یہی حالت سنی ہے میں بھی الہ آباد آؤں گا میں نے اسی وقت حضرت مجاہد ملت سے وعدہ کیا اب میں آپ کی شکایت نہ کروں گا مگر وہاں کے حالات ضرور بیان کروں گا۔

میں کھانے کے بعد تنہا سیدنا امام اہل سنت عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا میں نے اپنے دل کا درد اس آستانے پر الفاظ کی شکل میں بکھیر دیا۔ میں نے الہ آباد کے بارے میں حالات بیان کرتے ہوئے عرض کیا حضور ایک شخص نے اپنی جھوٹی ولایت کا چکر میرے شہر میں چلایا۔ جب کہ وہ قطعی ولی نہیں ہے۔ سادہ لوح مسلمان اس کے پروپیگنڈہ سے متأثر ہو رہے ہیں۔ اور اہل سنت کے علما کی توجہ ادھر نہیں ہے۔ آپ اپنے شہزادے حضور مفتی اعظم کی توجہ میرے شہر کی طرف کرائیے اور علمائے اہل سنت کی آمد شروع ہو اور حق و باطل کا فرق میرے شہر میں ہو جائے۔

میں نے اس وقت کس درجہ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ عرض داشت وہاں پیش کی تھی اس کا اندازہ مجھے ہے۔ آپ یقین جانیے کہ صرف ۱۰/روز کے بعد اس شخص کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت مجاہد ملت الہ آباد آئے پہلے بھی تشریف لاتے تھے مگر دو روز، ایک روز رہ کر ملک کے طول و عرض میں سفر کے لئے نکل جاتے تھے مگر اس کے بعد ایک ایک ہفتہ قیام کرنے لگے۔ ان کے قیام سے عقائد باطلہ کا قلع قمع ہوا۔ ابھی ابھی گذشتہ سال حضرت نے اپنے دست مبارک سے خط لکھ کر اڑیسہ اپنے وطن میں بلایا۔ حضرت کی اہلیہ کا وصال دو سال قبل ہو چکا تھا جو ایک بزرگ تھیں۔ ان کے

عرس کی تقریب تھی میں بھی حاضر ہوا حضرت کے یہاں دھام نگر جانے کا میرا پہلا اتفاق تھا میں نے وہاں جا کر فقیری اور امیری کا سنگم دیکھا حضرت کا عظیم الشان محل ایک طرف بتا رہا تھا کہ میں ان کے اعلیٰ خاندان کی یادگار ہوں حضرت کے پھوس کی جھونپڑی دوسری طرف یہ بتا رہی تھی کہ میں اس وقت کے مجاہد اعظم اس وقت کے امام التارکین، اس وقت کے عارف باللہ اس وقت کے فقیہ اعظم مجاہد ملت کی آرام گاہ ہوں۔

حضرت کا چمکتا دمکتا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح اسی پھوس کی جھونپڑی میں چمک رہا تھا۔ رات کو عرس مبارک کی رسم کے بعد ایک پرشکوہ اجلاس ہوا جس میں سیکڑوں علما و حفّاظ و قاری و مریدین شامل تھے۔ حضرت کی اہلیہ کا مزار اسی مقام پر ہے جلسہ کی کارروائی چل رہی تھی۔ میں جب جلسہ میں حاضر ہوا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ صاحب مزار کے لئے کوئی قطعہ پڑھو میں نے وہیں چند قطعات کہے اور ایک قطعہ ایسا پڑھا کہ جو بعد میں صادق آیا۔ میں نے اس وقت سمجھا بھی نہ تھا کہ میں آج جو کہہ رہا ہوں، یہ قطعہ جو یقیناً میرا وجدان تھا۔ کل کچھ دنوں کے بعد یہی ہوگا۔ وہ یہ ہے ؎

قادری سلسلہ عجیب ملا
غوث اعظم کے وہ قریب ملا
ناز کر اے زمین دھام نگر
تجھ کو رحمٰن کا حبیب ملا

اس قطعہ کو سن کر حضرت مجاہد ملت رونے لگے اور فرمایا کہ رازؔ الہ آبادی تو شاعر ہیں شاعر لوگ مبالغہ سے کام لیا کرتے ہیں ارے میاں تم اہل دھام نگر کو میری وجہ سے مبارکباد دے رہے ہو یہاں تک کہ یہاں کی زمین کو بھی تم نے ناز کرنے کی ہدایت کی مگر یہ میرا قصبہ اور اس کا حال تم کو کیا معلوم کہ یہاں کے لوگوں نے کس قدر جہالت، اور بے عملی کا ثبوت دیا ہے میں رو رہا ہوں حضرت نے وہاں سے علما کی غیرت کو للکارا

بے پناہ نصیحت کی اور فرمایا کہ اپنے گناہوں سے لوگ جب تک باز نہ آئیں گے تو میں اس جگہ کو چھوڑ دوں گا جس پر سیکڑوں مسلمان اسی وقت حاضر ہوئے توبہ کی اور آئندہ کے لیے شریعت پر عمل کرنے کا وعدہ اور نماز پڑھنے کا عہد کیا۔ دوسرے دن صبح میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو علم تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میری خواہش ہے کہ مجھے مدینہ منورہ میں یا بغداد شریف یا الہ آباد میں موت آئے اور وہیں مجھے رکھا جائے مگر میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی وصیت بدل دی کہنے لگے کہ ہاں بھائی تم الہ آبادی ہو تم کو حق ہے کہ تم اس پر احتجاج کرو مگر میں کیا بتاؤں ان لوگوں نے مجھ سے میرے غوث کا واسطہ دے کر میری وصیت بدل وادی، میرے قصبہ کے تمام مسلمان عرصہ سے مجھ سے کہتے تھے مگر میں نہیں مانتا تھا، آخر کار انہوں نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے دیا جس کی وجہ سے میں مجبور ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۶/ اگست ۸۱ء کا ہے۔

حضرت مجاہد ملت کی پوری زندگی اسلام کی اشاعت میں گزری اس دور میں انھوں نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے جس کا جواب نہیں ہے وہ ایک حقیقی مجاہد تھے۔ آج تو مجاہدوں کی بھیڑ لگی ہے، جن کے مجاہدوں کے بعد کرسیاں ہل جاتی ہیں۔ مگر وہ ایک ایسے سچے مجاہد تھے کہ جن کو عمر بھر جیل کی سلاخیں نصیب ہوئیں۔ میں اسی لئے ان کو حقیقی مجاہد کہتا ہوں۔ بلکہ اس دور کے وہ ایک مجاہد اعظم تھے آج بھی ان کا نورانی چہرہ سامنے مسکرا رہا ہے۔ آج بھی ان کے الفاظ کانوں میں گونج رہے ہیں۔ کاش ہم کو ایسے مجاہد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ہو۔

وحید عصر عابد و زاہد بزرگ زبردست محدث حضرت مولانا حافظ ملت شاہ عبد العزیز صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بہت خاموش طبع بزرگ تھے وہ بڑے فراخ دل، کشادہ سینہ، اعلیٰ ظرف لوگوں میں تھے۔ کبھی کبھی بہت آہستہ سے ایسی بات فرما دیتے تھے کہ عرصہ تک لوگ اس کی لذت محسوس کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت حافظ ملت کے سامنے

حضرت مجاہد ملت کا ذکر ہوا مسکرا کر فرمایا کہ مجاہد ملت کو نیکی کا ہیضہ ہوگیا ہے۔ جس پر لوگ بہت محظوظ ہوئے پھر فرمایا کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا یک بہ یک نیک ہو جائے مگر ان کی یہ خواہش عین سنت رسول ہے۔

جو نیک اور اچھے ہوتے ہیں وہ یہی چاہتے ہیں کہ ساری دنیا ایسی ہی ہو جائے۔ حضرت مجاہد ملت میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ لوگوں کی وہ عیب پوشی کرتے تھے۔ ان کی سادہ لوحی ان کی منکسر المزاجی کی وجہ سے لوگ ان کے نام پر ہزاروں کا سرمایہ ہضم کر جاتے تھے مگر وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی چشم پوشی کرتے تھے۔ ایک بار تو وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کی صدری ایک صاحب نے ان کے سامنے سے لے لیا جس میں دس ہزار روپئے تھے حضرت نے اس واقعہ کو ایسا چھپایا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، وہ فرماتے تھے کہ ''میری ذات سے کوئی مسلمان رسوا ہو میں ایسا نہیں کرسکتا'' ہاں عقائد باطلہ کے معاملہ میں وہ ننگی تلوار تھے گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بجلی بن کر گرتے تھے ایک بار ان کو ان کی صاف گوئی وحق گوئی کی بنا پر سزا ہوگئی جیل میں تھے ان کی تقریر کے کچھ جملے ایسے تھے جس پر حکومت کو اعتراض تھا ایک بہت بڑے بزرگ ان کی اس تقریر کو لکھ کر جیل میں ملنے گئے اور کہنے لگے کہ آپ اس تقریر کے خاتمہ پر صرف اتنا لکھ دیں کہ مجھے ان جملوں پر بڑا افسوس ہے۔ حضرت نے جیل میں فرمایا کہ کیوں لکھوں میں نے حق بات کہی مجھے نہایت خوشی ہے کہ میں نے اعلان حق کیا۔ وہ بزرگ ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ واقعی یہ ہمارے مجاہد ملت ہیں۔ چونکہ مجھ سے کچھ وزیروں نے کہا تھا کہ وہ صرف اتنا لکھ دیں تو ہم کیس اٹھوا دیں گے۔ مگر زندہ باد مجاہد اسلام کی یہی شان ہوتی ہے۔ وہ سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے۔ بریلی شریف میں بہت ہی ادب سے تشریف لے جاتے تھے۔ ان کو بہت سے بزرگوں سے خلافت ملی تھی۔ ولیٔ کامل حضرت سیدنا اشرفی میاں صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور حجۃ

الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلیفہ تھے۔

تمام سلاسل کی ان کو اجازت وخلافت تھی۔حضرت مجاہد ملت نے تقریباً چار سال قبل مجھے بھی ایک موقع پر عملیات ونقوش وشبستان رضا کے اورادو وظائف کی اجازت الٰہ آباد میں مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ اس کی اجازت اپنے پیر ومرشد حضور مفتیٔ اعظم ہند قبلہ سے بھی لے لینا جس وقت میں نے یہ بات حضرت مفتیٔ اعظم ہند قبلہ سے عرض کی تو حضرت نے فرمایا کہ جب مولانا صاحب نے اجازت دے دی تو اب کیا کمی ہے خیر میں بھی تم کو اجازت دیتا ہوں خدا کامیاب فرمائے۔

حضرت مجاہد ملت میں تواضع ،انکساری،قناعت پسندی، بہادری، بے باکی، جرأت، اولوالعزمی کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی۔عبادت وریاضت میں وقت زیادہ صرف کرتے تھے۔پھر اس کے بعد ملکی معاملات اور علما کی گرتی ہوئی حالت پر غور کرتے اور مسلمانوں کی بے عملیوں پر بے پناہ کرب، رنج وملال کا اظہار کرتے مسلمانوں کے لئے اور ملک وقوم کی بہتری کے لیے ہمیشہ دعا کرتے۔

حاکمان وقت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے اس سلسلہ میں حضرت مجاہد ملت کو بے پناہ مظالم برداشت کرنے پڑے تھے۔اپنے مسلک اور دین پر سختی سے پابندی کرتے ہوئے بھی تمام قوموں کے افراد کو فراخدلی سے فیض یاب کرتے تھے۔ملک کے طول وعرض میں ان کی قائم کی ہوئی بہت سی درسگاہیں اور انجمنیں ہیں جن میں جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم الٰہ آباد کو فوقیت حاصل ہے وہ تبلیغ سیرت کے صدر اور خاکساران حق کے امیر بھی تھے۔

حضرت کے مشاہیر تلامذہ واساتذہ:

آپ حضرت مولانا عبدالکافی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی تعلیم ہی کے دوران مرید ہو چکے تھے۔ اس کے بعد حضرت اشرفی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب سے خلافت پائی ان دونوں بزرگوں کے علاوہ اور بھی بزرگوں سے آپ کو خلافت حاصل تھی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی وحضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی تعلیمی استاذ حضرت مولانا شاہ ظہور حسام الدین مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ کے مشاہیر تلامذہ کی تعداد سیکڑوں کی ہے۔ مگر کچھ ہی نام پیش ہیں مثلاً شمس العلماء حضرت مولانا نظام الدین صاحب الہ آبادی، حضرت مولانا الحاج عبدالرب صاحب مرادآبادی، حضرت مولانا سید عبدالقدوس صاحب بھدرکی، حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحئ صاحب اجمیری، حضرت مولانا معین الدین اعظمی، حضرت مولانا غلام آسی صاحب، حضرت مسعود احمد مرادآبادی، مولانا محمد اسلام سنبھلی، حضرت مولانا سیف اللہ صاحب مرادآبادی وخطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آبادی ویسے تو ان شاگردوں کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جنھوں نے علم دین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اشاعت میں بے پناہ کارنامے پیش کئے ہیں اور کرر ہے ہیں۔ ہاں میں نے جناب سید شمیم گوہر صاحب کے حکم پر تعمیل کرنا اس لئے بھی ضروری سمجھا کہ یہ صاحبزادے ہیں حضرت مولانا حکیم سید شاہ عزیز احمد صاحب ابوالعلائی سجادہ نشین خانقاہ ابوالعلائیہ کے۔ یہ خانقاہ اصل خانقاہ کی صورت میں آج الہ آباد میں بافیض خانقاہ ہے۔ سید شاہ عزیز احمد صاحب قبلہ بڑے ہی خوش اخلاق، خوش پوشاک سجادہ ہیں حضرت مجاہد ملت نے جب تبلیغ سیرت بنائی تھی تو یہ نائب صدر تھے۔ حضرت مجاہد ملت

اور شاہ عزیز میاں صاحب لباس کے معاملے میں ایک دوسرے کی ضد تھے ایک طرف ایک معمولی کرتا، عمامہ، ایک تہبند، ایک چپل، کھانے کے لئے آٹے کی بنجیری یا سوکھی روٹی کے ٹکڑے حضرت کے ناشتے دان میں۔ دوسری طرف سید شاہ عزیز احمد صاحب کا لباس فاخرانہ دیکھئے تو معلوم ہوتا کہ ابھی ابھی بہادر شاہ کی محفل سے اٹھ کر آرہے ہیں ان کے لباس بڑے ہی قیمتی ہوتے ہیں۔ ہر چیز میں بے پناہ نفاست۔

ایک بار شاہ صاحب قبلہ نے حضرت مجاہد ملت سے فرمایا کہ اب میں بھی آپ کی تقلید کروں گا میں بھی بالکل سادہ کپڑے پہنوں گا کیونکہ آپ تبلیغ سیرت کے صدر ہو کر اس طرح کپڑے پہنتے ہیں اور میں نائب صدر ہو کر اس قدر شاندار لباس پہنتا ہوں، چونکہ شاہ صاحب بڑے ہی پر مذاق واقع ہوئے ہیں۔ انھوں نے حضرت مجاہد ملت سے کہا کہ لوگ میرے لباس کو آپ کے ساتھ دیکھ کر یہی سمجھیں گے کہ میں بہت امیر کبیر ہوں اگر چہ معاملہ اس کے برعکس ہے حضرت مجاہد ملت کے عشق رسول اور اولا د رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت کا منظر دیکھئے۔ حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ ہرگز سادہ لباس نہ پہنئے آپ پر یہی لباس زیب دیتا ہے کیونکہ آپ شہزادے کس کے ہیں میں آپ کو معمولی لباس میں دیکھ کر سخت افسوس کروں گا۔ آپ اسی طرح رہئے ہم فقیر ہیں ہم کو اسی حال میں رہنے دیں۔

حضرت مجاہد ملت الہ آباد میں اسی خانقاہ میں زیادہ تر تشریف لاتے تھے یا کبھی کبھی دائرہ شاہ اجمل میں۔ حضرت مجاہد ملت کی پر بصیرت نگاہوں نے عزیزم سید شمیم گوہر صاحب میں ضرور کچھ دیکھ لیا ہوگا جبھی تو انھوں نے شمیم میاں کو خلافت واجازت سے نوازا اور سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شمیم میاں کو میرے سامنے خلافت عطا فرمائی۔ خدا شمیم میاں کو ان حضرات کے فیض اور سلسلۂ قادریہ کی برکتوں اور فیضان سے سرفراز فرمائے اور مخلوقِ خدا کی خدمت کریں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مجاہد ملت کے رفقائے درس

جناب مولانا محمود اختر القادری
(تخصص) متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ

برصغیر ہند ہی نہیں بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان ''مصنف بہار شریعت'' کا علمی فیضان آج بھی جاری ہے۔آپ کی بارگاہ کے پروردہ اور آپ کی درسگاہ کے فیض یافتہ علما و مشائخ دنیائے اسلام کے لئے محتاج تعارف نہیں۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے حلقۂ درس میں اعلیٰ سے اعلیٰ ذہین و فطین طلبہ نے شرکت کی اور ان میں اکثر و بیشتر اپنے دور کے ممتاز و متبحر اور متدین عالم دین ہو کر چمکے۔مگر آپ سے اکتساب فیض کرنے والے چند ایسے بھی طلبہ تھے جن کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ساری عمر میں یہی ایک جماعت ایسی ملی ہے جس کے تمام طلبہ ذہین و فطین اور تعلیم سے غایت درجہ دلچسپی رکھنے والے ہیں''۔

امتیاز واختصاص کا یہ بلند پایہ مقام حضور مجاہد ملت اور ان کے رفقائے درس کو حاصل تھا۔یہی وجہ تھی کہ جامعہ معینیہ اجمیر شریف میں ایک مرتبہ وفد کے جید علما و مشائخ بغرض امتحان تشریف لائے جن میں محقق معقولات حضرت علامہ فضل حق رامپوری محشی ''امور عامہ'' بھی تھے آپ نے حضور مجاہد ملت اور ان کے رفقائے درس سے ''شرح مواقف و امور عامہ'' کا امتحان لے کر اظہار تأثر فرمایا کہ ہندوستان میں اس استعداد کے طلبہ کیا علما بھی نہیں پائے جاتے (بروایت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی نظروں میں بے پناہ مقبولیت رکھنے والے طلبہ اور حضرت مجاہد ملت کے چند مخصوص رفقائے درس کے حالات قلم بند ہیں، ان میں

مجاہد ملت، محدث اعظم پاکستان، حافظ ملت، صدر العلماء اور امین شریعت یہ پانچوں حضرات شب و روز کے ساتھی تھے اور منقولات و معقولات کی تقریباً تمام کتابوں میں ہم سبق بھی رہے اور کتب متداولہ کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ سے منقولات و معقولات کی وہ کتابیں پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا جو کسی بھی درسگاہ میں زیر درس نہ تھیں۔

چونکہ مجاہد ملت نمبر کے لیے اس عنوان پر خامہ فرسائی کا خیال بہت تاخیر سے پیدا ہوا اس لئے عجلت میں تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے لہٰذا معذرت خواہ ہوں ان شاء اللہ العزیز آئندہ کبھی بالتفصیل لکھنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد خاں صاحب قدس سرہٗ:

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد بن چودھری میزان بخش قدس سرہ ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں اپنے وطن موضع دیال گڑھ ضلع گورداس پور (پنجاب) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم قصبہ دیال گڑھ میں حاصل کی۔ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء میں اسلامیہ ہائی اسکول پٹیالہ میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، ایف، اے کی تیاری کے لیے لاہور تشریف لائے، انھیں دنوں مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کی جانب سے ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں شرکت کے لئے حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ بھی تشریف لے گئے۔ آپ حضرت حجۃ الاسلام سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ان کی خداداد وجاہت اور کمال علمی سے اس قدر متأثر ہوئے کہ انگریزی تعلیم کو خیر باد کہہ کر علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے ان کے ہمراہ بریلی شریف چلے آئے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی نگرانی میں کافیہ تک کی تعلیم دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں پائی، اس کے بعد جب صدر الشریعہ حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب قدس سرہٗ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو آپ بھی اکتساب علم و فیض کے لیے ہم رکاب رہے اور کتب منقول و معقول کا درس لیا۔

۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہوکر دوبارہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے اور یہیں سند فراغت حاصل کی۔

تکمیل علوم کے بعد پانچ سال تک دارالعلوم منظر اسلام ہی میں تدریسی خدمات پر مامور رہے پھر ۱۳۵۶ھ میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں جس کے آپ خود بانی بھی ہیں اس کے شیخ الحدیث متعین ہوئے اور علم حدیث کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اس دور میں بے شمار اہل علم نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

۲۰ر محرم الحرام ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۵ر اپریل ۱۹۳۵ء کو بریلی شریف میں مشہور دیوبندی مناظر مولوی منظور احمد نعمانی سے کامیاب مناظرہ کر کے اسے شکست فاش دی۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان تشریف لے گئے، کچھ عرصہ تک وزیر آباد اور ساروکی میں قیام فرمایا، ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء کے اواخر میں لائل پور تشریف لائے اور بے سروسامانی کے عالم میں درس حدیث دینا شروع کیا، اس کے بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کی بنیاد رکھی جس سے آپ نے بے پناہ جدوجہد اور سعی پیہم کے باعث جلد ہی ملک و بیرون ملک میں کافی شہرت حاصل کر لی اور دور دراز سے کثیر تعداد میں طلبہ آکر آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ آپ کو بے پناہ چاہتے تھے چنانچہ آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ''مولانا سردار احمد میری داہنی آنکھ ہیں'' یہی وجہ تھی کہ ایک مرتبہ اخبارات میں آپ کی شہادت کی جھوٹی خبر شائع ہوئی تو آپ کی فاتحہ خوانی کا اپنے وطن گھوسی میں شاندار اہتمام کیا اور قرآن خوانی کے بعد اشکبار آنکھوں سے آپ کے سلسلے میں تقریر فرمائی (بروایت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری) حافظ ملت قدس سرہٗ کی طرح آپ نے بھی اخیر عمر تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، آپ کے بھی کثیر تلامذہ ہندوپاک اور دوسرے ممالک میں دین متین کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ حافظ ملت

کی طرح آپ کے درس کی بھی بہت شہرت ہوئی حتیٰ کہ آخری دور میں سند فراغت حاصل کرنے والوں کی تعداد سو سے متجاوز ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کی وجاہت آپ میں نمایاں تھی۔ آپ پیکر اخلاق، سراپا شفقت، باوقار و با رعب اور پرشکوہ و پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ حاضری دینے والا شخص ہمیشہ کے لئے آپ کا گرویدہ ہو جایا کرتا تھا۔ اتباع سنت، علم و تدبر اور کم گوئی و سادگی میں آپ بھی مجاہد ملت کی طرح حضرت صدر الشریعہ کا نمونہ و مظہر تھے۔ ۱۹۴۵ء اور ۱۹۵۶ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے مگر پابندی کے باوجود تصویر نہیں بنوائی۔

حجۃ الاسلام حضرت حامد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ سے سلسلہ قادریہ رضویہ میں بیعت و مجاز تھے اور حضرت شاہ محمد سراج الحق صاحب چشتی نے سلسلہ چشتیہ کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔

درس و تدریس کے ساتھ رشد و ہدایت کا معاملہ بھی جاری تھا۔ ہزارہا افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ نے تمام عمر علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث کی خدمت اور وعظ و ارشاد میں صرف کر دی اس لئے تصنیف و تالیف کا موقع نہ مل سکا تاہم چند تصانیف (۱) اسلامی قانون وراثت (۲) تبصرۂ مذہبی بر تذکرۂ مشرقی (عنایت اللہ مشرقی کے تذکرہ پر تبصرہ) (۳) مرزا مرد ہے یا عورت (رد مرزائیت) (۴) موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام'' آپ کی بہترین یادگار ہیں۔

بغرض علاج کراچی تشریف لے گئے اور وہیں یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ۲۹؍ دسمبر ۱۹۶۲ء کو جمعہ کا دن گذار کر شب میں ایک بج کر چالیس منٹ پر علم و عرفان کا یہ گنج گراں مایہ اپنے محبوب حقیقی سے جاملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

نعش مبارک شاہین اکسپریس کے ذریعہ لائل پور لائی گئی، ۴؍ لاکھ افراد نے

جنازے میں شرکت کی، ہزارہا افراد نے جنازے پر ایک نور کو سایہ کناں دیکھا۔ بارگاہ الٰہی اور دربار رسالت میں آپ کی مقبولیت کی یہ روشن دلیل ہے۔ شاہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ احاطۂ سنی رضوی جامع مسجد لائل پور میں آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔

حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان بھی آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، چنانچہ انھوں نے آپ کی شان میں ایک طویل منقبت تحریر فرمائی جس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

اس زمانہ کا محدث بے مثال
جس کا ثانی ہی نہ تھا جاتا رہا
مولوی سردار احمد اٹھ گئے
لطف سارا درس کا جاتا رہا
غوث اعظم قطب عالم کا غلام
نائب شاہ رضا جاتا رہا
حضرت صدر الشریعہ کا وہ چاند
میرا مہر پر ضیا جاتا رہا

استاذ العلماء حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ:

قصبہ بھوجپور ضلع مراد آباد کے ایک غریب مگر دیندار گھرانے میں غالباً ۱۹۰۴ء میں بروز شنبہ آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے جد امجد علیہ الرحمہ نے آپ کا نام عبد العزیز رکھا اور فرمایا کہ اسی نام کے دہلی میں ایک بہت بڑے عالم دین گذرے ہیں۔ میرا یہ بچہ بھی عالم دین ہوگا۔ آپ کے والد ماجد حافظ محمد غلام نور صاحب بڑے متقی و پرہیز گار و سادہ لوح انسان تھے۔ حفظ قرآن حکیم کی تکمیل آپ نے انھیں سے کی۔

بھوجپور اور پیپل سانہ کے متعدد اساتذہ سے گلستاں، بوستاں تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ خانگی دشواریوں کے باعث سلسلۂ تعلیم منقطع فرما دیا اور گاؤں کی مسجد و مدرسہ میں امامت و تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ اس کے علاوہ اپنے ہمعصروں سے زیادہ کام بھی کرتے اور بلا ناغہ روزانہ ختم قرآن شریف بھی فرماتے۔

پانچ سال تک یہی مشغلہ رہا، اس دوران اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کرتے کہ آپ تو کہتی ہیں کہ تمہارے دادا نے دعا کی ہے کہ میرا یہ بچہ عالم ہوگا تو میں ہوا نہیں۔ لیکن دعا کا ظہور اس طرح ہوا کہ مراد آباد سے حکیم حاذق مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی کے شاگرد رشید حضرت مولانا حکیم محمد شریف صاحب بغرض علاج و معالجہ بھوجپور تشریف لائے اور آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے، وہ آپ سے کافی متأثر تھے۔

ایک روز کہا کہ حافظ صاحب آپ مراد آباد آ کر مجھ سے طب پڑھ لیں۔ آپ نے اقتصادی پریشانیوں کی وجہ سے معذرت چاہی مگر ان کے بے پناہ مشفقانہ اصرار پر مجبور ہو کر بغرض تحصیل علم مراد آباد تشریف لائے۔

گلستاں بوستاں کے امتحان کے بعد انھوں نے عربی تعلیم کا مشورہ دیا۔ آپ نے پندرہ روز میں میزان و منشعب اور دو ماہ کے اندر ہی نحو میر و صرف میر وغیرہ یاد فرما لیا اس کے بعد حکیم صاحب کی مصروفیت کی وجہ سے مزید تعلیم کے لیے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لیا۔ تین سال تک متعدد اساتذہ سے نحو و صرف اور منطق کی کتابوں کا درس لیا۔ اسی دوران وہاں آل انڈیا سنی کانفرنس ہوئی جس میں ہندوستان کے مقتدر و ممتاز علما نے شرکت کی۔ آپ اور آپ کے رفقائے درس نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے اکتساب فیض کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف جہاں حضرت صدر المدرسین تھے بلایا۔ ۱۳۴۲ھ میں آپ اور دوسرے ہم سبق طلبہ جن میں حضرت صدر العلما اور شمس العلما قابل ذکر ہیں اجمیر شریف پہنچ کر اپنی تشنگی علم بجھانے لگے۔

آپ کی ذہانت وطباعی اور شوق وجستجو کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ درس سے خارج وقت میں بھی سلسلۂ تعلیم جاری رکھتے۔ایک مرتبہ خانگی مشکلات کے باعث آپ نے دورہ لینے کی خواہش ظاہر کی مگر حضرت نے کسی طرح اس کی اجازت نہ دی۔ آپ نے حضرت صدر الشریعہ سے نو سال تک اجمیر مقدس میں اکتساب علم وفیض کیا۔ ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہوکر دوبارہ بریلی شریف تشریف لائے تو آپ بھی ہم رکاب تھے اور یہیں ۱۳۵۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔

تکمیل علوم کے بعد حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ نے آگرہ کی جامع مسجد میں خطابت وافتا کے لئے مبلغ سو(۱۰۰) روپیہ ماہانہ پر متعین کرنا چاہا لیکن آپ نے یہ گرانقدر پیش کش قبول نہیں کی اور فرمایا کہ میں تجارت کروں گا اور حتی المقدور فی سبیل اللہ دینی خدمات بھی انجام دوں گا۔لیکن اسی سال آپ کو صدر الشریعہ نے بریلی شریف بلاکر فرمایا کہ اپنے ضلع میں مسلسل باہر رہنے کی وجہ سے وہاں بد مذہب اور گمراہیت کا تسلّط ہوتا جارہا ہے اس لئے بدعقیدگی اور گمراہی کے استیصال کے لئے آپ کو مبارکپور بھیجنا چاہتا ہوں۔ آپ نے عرض کیا حضور میں ملازمت نہیں کروں گا فرمایا میں نے ملازمت کے لئے کب کہا ہے، میں تو دینی خدمات اور اشاعت حق کے لئے کہہ رہا ہوں اور آپ پینتیس(۳۵) روپئے مشاہرہ پر ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں مدرسہ مصباح العلوم مبارکپور تشریف لائے اور ہر طرف سے تشنگان علم کا قافلہ مبارکپور کی سرزمین پر اترنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک ہی سال میں مدرسہ کی پرانی عمارت ناکافی ہوگئی اور ۱۳۵۳ھ میں ایک عظیم الشان دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی جو دارالعلوم اشرفیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

مبارکپور کی سرزمین پر آپ کے قدم رکھتے ہی دنیائے وہابیت میں ایک زلزلہ

آ گیا اور اس کے علما نے ایک صف ہو کر آپ کے قدم اکھاڑنے کی ناکام اور مذموم کوشش، کی لیکن آپ نے تقریر وتحریر اور مناظرہ سے ان کا بھر پور جواب دے کر انھیں شکست فاش دی۔ اس دوران آپ کی تعلیمی سرگرمیاں ماند نہیں پڑیں بلکہ پوری لگن اور جدوجہد کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رہا۔ روزانہ تقریباً ۱۴ر کتابوں کا درس دیتے جس میں سب سے نیچی کتاب شرح جامی تھی۔

اسی جہد مسلسل اور سعیٔ پیہم کا نتیجہ تھا کہ ملک اور بیرون ملک سے علم کے متوالے حافظ ملت کی بارگاہ میں خوشہ چینی کے لئے پروانہ وار حاضر ہونے لگے اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ دارالعلوم اشرفیہ کی عظیم الشان عمارت بھی ناکافی ہو گئی اور آپ کو طالبان علوم اسلامیہ کی تشنگی کو بجھانے کے لئے ایک جامعہ (عربی یونیورسٹی) کا منصوبہ بنانا پڑا۔ آخر وہ ساعت آ ہی گئی ۲۰/۲۱/۲۲ر ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۵/۶/۷ر مئی ۱۹۷۲ء کو مبارکپور کی سرزمین پر ایک عظیم الشان تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اور ایک وسیع وعریض میدان میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ صاحب قدس سرہٗ (۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ (۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) کے مقدس ہاتھوں سے الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں علم کا ایک شہر آباد ہو گیا۔ جس میں اس وقت چھ سو (۶۰۰) بیرونی طلبہ مصروف تعلیم وتربیت ہیں۔ آپ ۴۴ر سال تک مبارکپور کی سرزمین پر علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث کی خدمات انجام دیتے رہے۔

صرف ہندوستان وایشیا نہیں بلکہ یورپ وامریکہ اور عرب میں بھی آپ سے اکتساب فیض کرنے والے علما ومشائخ آج بھی موجود ہیں۔ آج ہندوستان کی شاید ہی کوئی ایسی درس گاہ ہو جہاں آپ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اکتساب علم وفن کرنے والے اساتذہ موجود نہ ہوں۔ آپ زہد وورع، تقویٰ وطہارت، علم وحکمت، توکل واستغنا، شرم وحیا،

تواضع ومنکسر المزاجی، صبر وتحمل، رفاقت واعادت، پابندی شریعت اور ایفائے عہد، سادگی و کفایت شعاری، شاگردنوازی اور ایثار وقربانی میں حضرت صدر الشریعہ کی سچی تصویر تھے۔

آپ کو اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ سے بے پناہ عقیدت اور والہانہ محبت تھی اور انھیں کی طرز زندگی کو آپ نے نمونۂ عمل بنایا۔ اور خود صدر الشریعہ کو آپ سے گہری محبت تھی۔ چنانچہ اپنے ضلع میں اشاعت دین اور تبلیغ حق کے لئے آپ کا انتخاب کیا، اپنے صاحبزادگان کو تعلیم وتربیت کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ شرف بیعت وارادت شیخ المشائخ حضرت علامہ سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے حاصل تھی نیز خلافت واجازت بھی مرحمت فرمائی۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے سلسلۂ قادریہ رضویہ کی خلافت واجازت عطا فرمائی۔

ہندوستان کے مختلف بلاد میں آپ کے مریدین ومتوسلین کی کثیر تعداد موجود ہے۔ چونکہ حضور حافظ ملت نے ساری عمر درس وتدریس اور اشاعت دین میں گزاری اس لیے تصنیف وتالیف کا موقع میسر نہیں آیا پھر بھی معارف الحدیث، ارشاد القرآن، الارشاد، اور المصباح الجدید آپ کی علمی یادگار ہیں۔

یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۱؍ مئی ۱۹۷۶ء دوشنبہ کا دن گذار کر شب میں گیارہ بج کر ۵۵؍ منٹ پر علم وحکمت کا کوہ گراں، کردار وعمل کا غازی ہمیشہ ہمیش کے لئے ہم سے رخصت ہو گیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے وسیع میدان میں آپ کے خلف اکبر حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ (جو اس وقت الجامعۃ الاشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ ہیں) نے نماز جنازہ پڑھائی لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور وہیں مدفون ہوئے آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔

صدر العلماء حضرت علامہ سید شاہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ:

۱۱؍ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں آپ کی

ولادت ہوئی۔ آپ کے جد امجد حضرت مولانا سید سخاوت حسین قدس سرہٗ اپنے دور کے جید عالم دین اور علم نحو وصرف کے امام تھے، انھوں نے اپنے آبائی وطن سہسوان ضلع بدایوں سے ترک سکونت اختیار کی اور دادوں ضلع علی گڑھ میں اقامت پذیر ہوگئے۔
ابتدائی تعلیم ایک مکتب میں ہوئی پرائمری اسکول میں درجہ چہارم کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کے عم مکرم مولانا سید غلام قطب الدین صاحب علیہ الرحمہ نے مدرسہ انجمن اہل سنت ضلع مرادآباد (جو آج جامعہ نعیمیہ سے موسوم ہے) میں داخلہ کرا دیا۔ آمد نامہ سے تعلیم کا آغاز ہوا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فتح پوری سے فصول اکبری اور کافیہ کا درس لیا صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ سے گلستاں، قدوری اور قال اقول کے ابتدائی حصے پڑھے۔ شروع ہی سے میلانِ طبع صرف ونحو کی جانب زیادہ تھا۔

چنانچہ جلد ہی کافیہ مکمل حفظ کر لی اور روزانہ صبح حفاظ کی طرح اس کا دور کرتے تھے۔ ۱۹۲۳ء میں حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ، شمس العلما حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جونپوری اور دیگر احباب کے ہمراہ حضرت صدر الشریعہ سے اکتساب فیض کے لئے اجمیر شریف حاضر ہوئے امتحان کے بعد درجۂ شرح جامی میں داخلہ ہوا۔ جب تک مجلس شوریٰ کی جانب سے آپ حضرات کا وظیفہ مقرر نہیں ہوا بہت ہی پریشانی اور کسمپرسی کے عالم میں شب و روز گذرے، تقریباً دو ماہ بعد ایک روپیہ ماہانہ وظیفہ منظور ہوا تو اس مصیبت سے نجات ملی۔ ملاحسن کے امتحان میں آپ کے تحریری جواب پر ممتحن نے اس قدر تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپئے انعامی وظیفہ مقرر کر دیا۔ مولانا عبدالمجید اور مولانا عبدالحیٔ افغانی سے بھی اخذ علوم کیا شرح تہذیب کی منطقی ترکیب حضرت مولانا عبداللہ افغانی سے حاشیہ عبدالغفور اور اس کا تکملہ مولانا سید امیر صاحب پنجابی سے پڑھا۔ باقی فوقانی کتب اور بہت سے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ حواشی کا درس حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ سے لیا۔

۱۳۵۱ھ میں اہل مدرسہ کے سلوک سے حضرت صدر الشریعہ دل برداشتہ ہوکر مستعفی ہو گئے اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا صاحب قدس سرہٗ کی درخواست پر دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ بریلی شریف میں حضرت صدر الشریعہ سے شرح چغمنی اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی جدیدہ وقدیمہ کے ساتھ تجرید امام رازی اور طوسی کی شروح کے ساتھ اشارات کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۵۲ھ میں دارالعلوم منظر اسلام سے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

فراغت کے بعد تدریس کی ابتدا مدرسہ محمدیہ جائس ضلع رائے بریلی سے کی۔ تقریباً ایک سال بعد نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی دعوت پر دارالعلوم عظمت نشان کرنال میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے۔ پھر سوا سال بعد مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور کے صدر مدرس ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے حکم پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ تشریف لے گئے اور منصب صدارت پر فائز ہوئے، جہاں آپ نے اخیر عمر تک تدریسی خدمات انجام دیں اور بے شمار تشنگان علوم کو سیراب فرمایا۔

حضرت صدر العلما قدس سرہ کو درس نظامیہ کے جملہ فنون میں ملکہ حاصل تھا۔ خصوصاً علم نحو میں اپنے وقت کے امام تھے۔ آپ کی تصنیف شرح مأتہ عامل کی شرح ''البشیر الکامل''، فن نحو کی مشہور ومعروف کتاب کافیہ کی شرح ''البشیر الناجیۃ'' اور نحو میر کی شرح ''البشیر'' جسے اخیر عمر میں تالیف فرمایا'' اس پر دال ہیں۔ فیض الباری شرح صحیح البخاری کے جواب میں آپ نے ''بشیر القاری بشرح صحیح البخاری'' تالیف فرمائی اور مخالفوں پر اپنے وفور علم کا سکہ بٹھا دیا۔ سارے مدارس میں آپ کی تالیفات داخل نصاب ہیں۔

بیعت وخلافت کا شرف شیخ المشائخ حضرت علامہ شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ سرکار کچھوچھوی سے حاصل ہے۔ ۱۳۸۹ھ میں زیارت حرمین شریفین کی

سعادت حاصل کی مسلسل بیالیس (۴۲) سال تک ایک ہی جگہ رہ کر علوم وفنون کے دریا بہانے والا یہ متبحر فاضل ۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ ۸؍ مئی ۱۹۷۲ء دوشنبہ کو سہ پہر چار بج کر دس منٹ پر اس دار فانی سے دارالبقا کی جانب کوچ کر گیا۔ انا للہ وانّا الیہ راجعون.

خیر الاذکیا حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب قبلہ اعظمی قدس سرہٗ:

آبائی وطن کریم الدین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق صاحب قبلہ قدس سرہٗ صدر مدرس مدرسہ لطیفیہ مصباح العلوم مبارکپور، عمدۃ المحققین حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں قدس سرہ (المتوفی ۱۳۲۶ھ) کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چوتھی پشت میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے جد اعلیٰ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم ایک مقامی مکتب میں ہوئی، فارسی عربی کی تعلیم کے لئے مدرسہ حنفیہ امروہہ تشریف لے گئے، اس کے بعد مدرسہ عالیہ رامپور میں کچھ دنوں تک اخذ علوم کرتے رہے۔ حضرت صدر الشریعہ کے بہت چہیتے تھے۔ اجمیر شریف ہی میں معقولات ومنقولات کی منتہی کتابیں پڑھیں پھر ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہوکر دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو ہمراہ آنے والے طلبہ میں آپ بھی تھے۔ بریلی شریف میں ۱۳۵۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ اشرفیہ مبارکپور (جو اس وقت پرانی بستی کی ایک خام عمارت میں تھا) میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث آپ کا تقرر ہوا۔ طعام وقیام کا انتظام حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب کے یہاں تھا۔ مدرسہ اشرفیہ مبارکپور قدیم میں تقریباً ڈیڑھ سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مدرسہ نعمانیہ دہلی میں دینی و تعلیمی فرائض انجام دیتے رہے مگر جلد ہی ملازمت سے دل برداشتہ ہوکر آپ نے لکھنؤ

وہاجیہ طبیہ کالج میں داخلہ لے لیا جہاں سے طب کی تکمیل کرنے کے بعد مکان ہی پر مطب شروع کیا۔لیکن شروع ہی سے علمی ذوق تھا اس لئے کچھ اپنے ذوق کی بنا پر کچھ حضرت صدر الشریعہ کی تنبیہ پر دوبارہ تدریس کے لئے آمادہ ہوئے۔اور مدرسہ قمرالمدارس گدڑی بازار میرٹھ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔

اس کے بعد مدرسہ اشرفیہ جامع مسجد بھرت پور میں آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ نے تقسیم ملک تک تعلیمی خدمات انجام دیں۔تقسیم ہند سے کچھ پہلے بھرت پور کے فرقہ پرستوں نے جب مسلمانوں سے شہر خالی کرالیا تو ۱۹۴۲ء میں وطن آکر دوبارہ آپ نے مطب شروع کیا یہ سلسلہ ۱۹۵۰ء تک جاری رہا اسی دوران آپ نے محسوس کیا کہ گھوسی میں اہل سنت کا ایک بھی مکتب نہیں جہاں نونہالان قوم دینی تعلیم سے روشناس ہوسکیں آپ نے اس کی جانب توجہ فرمائی۔محلّہ کے سربرآوردہ لوگوں کو اس کے لئے ابھارا۔عید میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسہ وجلوس کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا۔رافضیوں اور غیر مسلموں کی انتہائی مخالفت کے باوجود جلسہ وجلوس بہت ہی شان وشوکت سے ہوئے جس سے سنی مسلمانوں میں غیر معمولی جوش پیدا ہوگیا۔آپ نے حاجی شکر اللہ صاحب مرحوم سے زمین حاصل کرکے دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم قائم کیا جو آج بھی اعلیٰ پیمانہ پر دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہٗ کے پاکستان ہجرت کرنے کی وجہ سے دارالعلوم مظہر اسلام مائل بہ زوال ہونے لگا۔کئی مدرسین ان کی جگہ آئے مگر اسے سنبھال نہ سکے آخر کار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے دارالعلوم مذکور کے منصب شیخ الحدیث کی آپ کو دعوت دی مگر ملازمت کے سابقہ تلخ تجربات کے باعث آپ نے مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی سے تذکرہ کیا انھوں نے بریلی شریف جانے پر بہت زور دیا پھر مشورہ کے لئے مبارکپور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں

حاضر ہوئے حضرت نے آپ پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ آپ کو راضی ہونا پڑا بالآخر ۱۹۵۱ء میں بحیثیت شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام آپ تشریف لے گئے اور چند ہی سال میں ادارہ نے خوب ترقی کر لی۔ دور دراز سے طلبہ آکر حلقۂ درس میں شامل ہونے لگے۔ آخر میں ایک پیر پر فالج کا حملہ ہوا اور ۴؍ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ/۴؍ اگست ۱۹۵۴ء چہار شنبہ کو شب میں ۳؍ بجے آپ راہی ملک عدم ہوئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون.**

آپ بہت ذہین و فطین، طباع و حاضر جواب، خوش خلق و خوش آواز اور خوش پوشاک تھے حق بات کہنے میں کبھی کسی کی پرواہ نہ کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ اولاً معقولات سے زیادہ دلچسپی تھی مگر بعد میں فقہ وحدیث سے ایسا لگاؤ پیدا ہوا کہ آپ کا شمار بھی اس وقت کے صف اول کے فقہا ومحدثین میں ہونے لگا۔

آپ نے بہار شریعت کے اخیر کے بقیہ شدہ تین حصص کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا تھا اور مکمل خاکہ بھی تیار کر لیا تھا۔ جس کے تحت کچھ تحریر بھی فرمایا مگر عمر نے ساتھ نہ دیا اور یہ کام پھر تشنہ رہ گیا۔ فتاویٰ لکھنے میں آپ کو مہارت حاصل تھی چنانچہ مدارس دینیہ پر چرم قربانی کی قیمت صرف کرنے کے جواز میں ''مصرف چرم قربانی'' کے نام سے بہت ہی محققانہ رسالہ ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرمایا۔ یوہی بریلی شریف کے دوران قیام تلامذہ کے اصرار سے رفع یدین پر مذہب حنفی کی تائید میں ایک بےنظیر رسالہ ''**تشکیل المذهبين فى حكم رفع اليدين**'' تحریر فرمایا۔ متبرک راتوں میں چراغاں کرنے کے جواز میں ایک بہت ہی تحقیقی رسالہ تحریر فرمایا جن کے مطالعہ سے آپ کے وفور علم کا اندازہ ہوتا ہے۔ اجازت وخلافت فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔

شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جعفری جونپوری:

آبائی وطن جونپور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ جعفری زینبی نسب ہے۔ شاہان شرقی کے زمانہ میں آپ کے آبا واجداد منصب قضا پر فائز تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ

جونپور میں ہوئی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگلش میں بی.اے. فائنل کیا انگریزی تعلیم کی تکمیل کے بعد عربی کا شوق پیدا ہوا اور صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ سے کسب فیض کے لئے جامعہ نعیمیہ مرادآباد حاضر ہوئے اور آپ سے درس نظامیہ کی متعدد کتابوں کا درس لیا۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی قدس سرہٗ کے درس کی شہرت سن کر بہت سارے طلبہ کے ساتھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس پہنچے۔ انتہائی شوق و ذوق اور کمال انہماک و یکسوئی سے اساتذۂ دارالعلوم سے درس نظامیہ کی کتب متوسطات پڑھیں، معقولات و منقولات کی منتہی کتابوں اور حدیث پاک کی تکمیل فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ سے کی۔ ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ وہاں سے مستعفی ہوکر چالیس طلبہ کے ہمراہ جو اپنے دور کے اکابر علما میں شمار کئے جاتے ہیں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو آپ بھی ساتھ آنے والے تلامذہ میں شامل تھے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۵۲ھ میں حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا قدس سرہٗ اور دیگر اکابر اہل سنت کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت حاصل کی۔

زمانہ تعلیم ہی سے آپ کی ذہانت و فطانت اور حاضر جوابی بے مثل تھی یہی وجہ تھی کہ اپنے رفقا درس میں ''خیرالاذکیا'' سے مشہور تھے۔ حضرت صدر الشریعہ سے بہت زیادہ قربت حاصل تھی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ فیض آباد اور مدرسہ حنفیہ جونپور میں درس دیا۔ آخر الذکر دو مدارس میں صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہے۔ بعدہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں مسند صدارت کی زینت بنے۔ ۱۳۹۴ھ میں جب حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی تعمیری سرگرمیوں کی بنا پر تدریسی فرائض سے الگ ہوئے تو الجامعۃ الاشرفیہ میں شیخ الحدیث کے لیے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی نظر میں انتخاب

آپ ہی پر پڑی اور جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس کے اراکین و مدرسین کے اصرار کے باوجود بحیثیت شیخ الحدیث حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے الجامعۃ الاشرفیہ میں آپ کا تقرر فرما دیا۔ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء تک آپ نے بہت ہی انہماک اور حسن وخوبی کے ساتھ شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے مگر جامعہ رضویہ کے اراکین اوراحباب بنارس کے پیہم اصراراور مسلسل سفارشات سے مجبور ہوکر دوبارہ جامعہ حمیدیہ رضویہ تشریف لے گئے جہاں اخیر عمر تک مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے۔

درس نظامیہ کے جملہ فنون پر آپ کوعبور تھا خصوصاً فلسفہ جدیدہ اورقدیمہ میں تو مہارت تامہ حاصل تھی انگریزی کی بھی اچھی صلاحیت تھی متعدد بار ملحد و بے دین اور دہریوں سے مناظرہ کیا جس میں آپ نے فلسفہ جدیدہ وقدیمہ کی روشنی میں ان کے ملحدانہ اعتراضات کے ایسے شافی ووافی جوابات دیئے کہ اکثر وبیشتر نے آپ کے دست حق پر توبہ کی۔

آپ کی تصنیفات میں قانون شریعت جو دوجلدوں میں بہار شریعت کا اقتباس ہے بہت مشہور اور خاص وعام میں مقبول ومعروف ہوئی۔فن منطق میں قواعد النظر فی مجانی الفکر، اور علم نحو میں قواعد الاعراب بھی آپ کے وفور علم پر دال ہیں۔دس سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ شب جمعہ یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۱۹۸۱ء کو بنارس میں علم وحکمت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا اور اپنے آبائی وطن جونپور میں مدفون ہوئے۔

امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ مدظلہ مفتیِ اعظم کانپور:

بھوانی پور ضلع مظفر پور میں ۱۳۱۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔آبائی وطن حاجی پور چڑھوا جلال گڑھ ہے۔ جڑھوا گڑھ کے مشہور بزرگ حضرت سید شاہ جلال الدین علیہ الرحمہ سے نسبی تعلق ہے۔ابتدائی تعلیم درجہ چہارم تک بھوانی پور کے ایک

اسکول میں ہوئی۔ فارسی کی کتابیں مولوی طاہر حسین مرحوم عارض پوری سے پڑھیں، والد ماجد نے اپنی رحلت سے ایک سال قبل مدرسہ احمدیہ مظفر پور میں داخل کرادیا جہاں علم الصیغہ ،فصول اکبری وغیرہ پڑھیں۔۱۳۴۳ھ میں مدرسہ عزیزیہ بہار شریف تشریف لائے اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن بہاری سے شرح وقایہ شروع کی اور مولانا مفتی عبد المتین سے آثار السنن کا درس لیا۔ ۱۳۴۵ھ میں جونپور کا تعلیمی سفر فرمایا اور مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخلہ لے کر مشکوٰۃ شریف، سراجی وغیرہ پڑھیں۔فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے درس کا شہرہ سن کر ۱۳۴۷ھ میں جونپور سے اجمیر شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ حاضر ہو کر حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی، حضرت مولانا حکیم سید عبد الحئی افغانی اور مولانا مفتی امتیاز احمد امیٹھوی قدست اسرارہم سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ خارج اوقات میں حضرت صدر الشریعہ سے متقدمین کی کتابوں کا درس لیا۔۱۳۵۱ھ میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کے ہمراہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف حاضر ہوئے۔۱۳۵۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قدس سرہٗ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔

اسی سال مدرسہ محمدیہ جائس رائے بریلی کے صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے کچھ عرصہ بعد مدرسہ محمدیہ سے علیحدگی اختیار کر کے مطب شروع کیا اور ساتھ ہی درس بھی دیتے رہے۔ چند سال جامع مسجد سلطانپور کے خطیب رہے اسی دوران آپ نے اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ روافض کا رد بلیغ فرما کران کا زور توڑ دیا اور سنیت دشمن سرگرمیوں کا قلع قمع کیا۔ وہاں سے وطن آ کر تین سال تک مطب کیا، اس کے بعد دوبارہ جائس تشریف لے گئے اور تقریباً سترہ (۱۷) برس تک دینی و تعلیمی خدمات انتہائی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔سولہ (۱۶) شوال المکرّم ۱۳۶۹ھ کو مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور میں بحیثیت صدر المدرسین آپ کا تقرر ہوا۔ ذوالقعدہ ۱۳۷۹ھ میں

دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد کے منصب صدارت پر فائز ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ سال تک درس و تدریس کا مشغلہ جاری رہا پھر مدرسہ مسکینیہ دھوراجی ضلع راج کوٹ تشریف لے گئے۔ ۱۳۸۲ھ تک تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دیں اس کے بعد پھر مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور کے سرپرست منتخب ہوئے اور اب دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات کو دینی و علمی سرپرستی اور اپنے فیض سے سیراب فرما رہے ہیں۔

آپ کا شمار اس دور کے صف اول کے اکابر علما میں ہوتا ہے۔ علمی لیاقت، خاندانی وجاہت اور تفقہ فی الدین بدرجہ اتم آپ میں موجود ہے یہی وجہ ہے کہ مجلس علمائے اہل سنت کانپور نے ۱۳۷۲ھ میں مفتیِ اعظم کانپور کا منصب آپ کے سپرد کیا۔

حضرت الحاج سید شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے اور تمام سلاسل کی اجازت بھی۔ زیارتِ حرمین طیبین کی سعادت دو مرتبہ حاصل ہوئی، مدینہ منورہ میں حضرت علامہ ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ نے سند حدیث اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی مکہ مکرمہ میں الگ قیام جماعت کے سبب قاضی القضاۃ نجدی سے گفتگو ہوئی۔ جس میں اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے ہندوستان کے اکثر مقامات پر آپ کے مریدین و متوسلین کی کافی تعداد موجود ہے۔ مولیٰ کریم آپ کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر دراز تر فرمائے۔ (آمین)

جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری علیہ الرحمہ:

آبائی وطن ماچھی پور سبور ضلع بھاگلپور (بہار) کے اعلیٰ خاندان میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد میں حضرت مولانا سید شاہ محمد اشرفی کچھوچھوی سے درس نظامیہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل ہو کر صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین صاحب مراد آبادی

قدس سرہٗ سے اکتساب علم کیا۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کا علمی شہرہ سن کر جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف حاضر ہوئے، دار العلوم کے دیگر اساتذہ کے علاوہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ سے کتب متداولہ کا درس لیا اور درس نظامیہ کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اس کے بعد ایک طویل عرصہ تک دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے نائب شیخ الحدیث رہے اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی نیابت میں انتہائی حسن وخوبی کے ساتھ دینی و تعلیمی خدمات انجام دیں۔ مدرسہ بحر العلوم کٹیہار اور دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس میں عرصہ دراز تک صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہنے کے بعد مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم مانجھی پور ضلع بھاگلپور کے صدر المدرسین مقرر ہوئے۔

درس نظامیہ کے جملہ فنون میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ علوم عقلیہ سے خاص شغف تھا چنانچہ علمی حلقوں میں جامع معقولات کے لقب سے مشہور تھے۔ مزاج بہت ہی نفاست پسند اور شاہانہ پایا تھا۔ آپ کے تلامذہ بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ شرف بیعت قطب المشائخ حضرت مخدوم اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل تھا۔ دنیائے سنیت کی یہ عظیم شخصیت ۲؍ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۳؍مارچ ۱۹۷۷ء چہارشنبہ کو راہی ملک عدم ہوگئی۔

ابو المحاسن حضرت علامہ محمد محسن صاحب فقیہ شافعی:

مہاراشٹر کا مشہور اسلامی شہر بھیونڈی (ماضی میں جس کا نام اسلام آباد تھا) آپ کا آبائی وطن ہے۔ یہیں ۱۹۰۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ ایک انتہائی علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ ابًا عن جدٍ آپ کا خاندان فقیہ کہلاتا ہے تاریخی اعتبار سے آپ کے خانوادہ کے لوگ مدینہ طیبہ سے حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آکر وارد ہند ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ نجم الاسلام بھیونڈی میں پائی۔ چند سال مدرسہ محمدیہ

جامع مسجد بمبئی میں بھی تعلیم حاصل کی۔آپ کے والد گرامی مولانا محمد یوسف صاحب فقیہ نے آپ کی تعلیم کے سلسلہ میں اپنے پیرومرشد شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف رجوع کیا۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے دنیائے سنیت کی مشہور شخصیت حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیا اور آپ کو دارالعلوم معینیہ عثمانیہ روانہ فرمایا۔ اجمیر مقدس میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کر کے درس نظامیہ کی تکمیل کی۔آپ کا شمار بھی حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے رفقائے درس میں ہوتا ہے۔

فراغت کے بعد بھیونڈی ضلع تھانہ میں ایک مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ چند سال بعد مدرسہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی کی تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔۱۹۴۷ء میں حالات سے تنگ آکر پاکستان چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ کراچی کی شافعی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے جہاں آج بھی آپ کی دینی وتبلیغی سرگرمیاں جاری ہیں۔حکومت پاکستان کی جانب سے کراچی کے ایک بڑے حصہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے جو ہنوز برقرار ہے۔صدر ایوب خاں کے عہد میں علما کی ایک جماعت کے رکن کی حیثیت سے حکومت کی جانب سے عرب ممالک میں نمائندگی کے لئے تشریف لے گئے۔

آپ نے اپنے استاذ گرامی فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ کی تصنیف بہار شریعت کے طرز پر فقہ شافعی میں ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا حصہ طہارت کے بیان میں بنام ''سامان آخرت'' ۱۳۵۴ھ میں منظر عام پر آکر بہت مقبول ہو چکا ہے دوسرا حصہ مکمل ہو چکا ہے مگر ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

مسائل عقیقہ اور قربانی میں آپ کا تحقیقی رسالہ۔''حقیقة النسيكة'' بھی منصۂ شہود پر آچکا ہے۔شرف بیعت شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔

عرس چہلم حضور مجاہد ملت کا آنکھوں دیکھا حال

جناب فروغ احمد الاعظمی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

رؤفیہ اسٹیٹ کے آخری تاجدار آقائے نعمت حضور مجاہد ملت علامہ الحاج شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ قادری جنھیں اللہ تعالیٰ نے دین کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھی بہت ساری نعمتیں عطا کی تھیں اور ایسا خوش نصیب و کامیاب انسان بنایا تھا جو رفتہ رفتہ خود اہل عالم کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت بن گئے تھے۔

آپ بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳/ مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ شام پانچ بج کر چالیس (۴۰) منٹ پر اسماعیلیہ اسپتال داروخانہ بمبئی میں لاکھوں متعلقین ومتوسلین اور مریدین کو چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جاملے۔ مجاہد ملت موجودہ دور میں ملت اسلامیہ کا دھڑکتا دل تھے۔ حضرت کی ہمہ گیر شخصیت کا اندازہ کچھ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جیسے ہی بی بی سی لندن، آل انڈیا ریڈیو اور اخبارات ورسائل نے حضرت کے وصال کی خبر سنائی۔ ہر سننے والا ایک دم کے لئے سکتے میں آگیا اور ملک وبیرون ملک جگہ جگہ شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں، بے شمار مدارس سیاسی، مذہبی، فلاحی اور سماجی اداروں، تنظیموں، انجمنوں اور لائبریریوں نے تعزیت اور ایصال ثواب کی مجلسیں منعقد کر کے حضرت مجاہد ملت کی روح کو خراج عقیدت پیش کیا۔

اہل سنت کی روایت کے مطابق حضرت کے وطن دھام نگر ضلع بالسیر اڑیسہ میں ۱۸/ اپریل ۱۹۸۱ء کو بروز سنیچر بڑے جذبات کے ساتھ عرس چہلم کی تقریبات منعقد ہوئیں جن میں ملک کے مختلف صوبہ جات یوپی، بنگال، کرناٹک، مدراس، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر وغیرہ کے مختلف علاقوں اور بنگلہ دیش سے آئے ہوئے تقریباً ایک لاکھ زائرین نے شرکت کی اور اپنے محبوب ملکی وملی رہنما کے ساتھ اپنی گہری وابستگی کا

ثبوت دیا اور حضرت مجاہد ملت کے فیوض و برکات اور ارشادات وتعلیمات کے انمول تبرکات کے ساتھ واپس ہوئے۔

حضرت سے قلبی تعلق و ارادت نے ہمیں بھی حضرت کے وطن اور اب آخری آرام گاہ دھام نگر جانے پر مجبور کیا۔ اشرفیہ کے طلبا کا ایک وفد راقم کے ساتھ ساتھ (جس میں اسداللہ حبیبی، افضل حسین حبیبی، اور غلام جیلانی مرادآبادی، وغیرہم شامل تھے) دھام نگر کے لئے عازم سفر ہوا۔ ۱۶؍اپریل صبح آٹھ بجے ہم لوگ مبارک پور سے چلے اور بائی ٹرین ۱۷؍اپریل گیارہ بجے شب بھدرک پہنچے۔ بھدرک ریلوے اسٹیشن پر ہمیں دھام نگر تک لے جانے والی ایک خصوصی بس ملی۔ بھدرک اسٹیشن پر مجاہد ملت کے نیاز مندوں کا ایک ہجوم تھا جو دور دور سے عرس میں شرکت کے لئے دھام نگر جانے والے تھے۔

ہم لوگ سلطان پور، فیض آباد، الہ آباد سے آنے والے زائرین کے ہمراہ ایک بس میں سوار ہو کر دھام نگر کے لئے روانہ ہوئے۔ ہر شخص بے تابانہ، نگاہ شوق و انتظار واکئے دھام نگر کی گلی کوچوں کو تک رہا تھا، جوں جوں منزل قریب تر آتی جارہی تھی شدت شوق وانتظار اور ذوق باریابی بڑھتا جارہا تھا۔ چلتے چلتے ہم مجاہد ملت روڈ پر آ گئے جو اب سے پہلے دھام نگر روڈ تھا، دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو رہا ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں دل مضطرب ہے آنسو روکے تھم نہیں رہے ہیں اب بیتابی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے قوت برداشت جواب دے رہی ہے کہ اچانک اندھیرے چھٹتے دکھائی دینے لگے اور انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں دور سے ایک روشنی نظر آئی پھر وہ روشنی دھیرے دھیرے چاروں طرف پھیلتی چلی گئی قبر انور کا ہلکا سا منظر دور ہی سے دکھائی دینے لگا جذبات کے طوفان میں تلاطم برپا ہو گیا، دل بے قابو ہو گئے، آنکھیں آنسوؤں کی بارش برسا رہی ہیں، کوئی دھاڑیں مار مار کر رو رہا ہے، تو کسی کی سسکیاں بندھی ہوئی ہیں، دیوانگی کا عجیب وغریب عالم ہے۔

فجر کا وقت ہو چکا تھا لاؤڈ اسپیکر سے فجر کی اذان ہوئی اور نماز کی تیاریاں

شروع ہونے لگیں، اب لو! خانقاہ میں ہزاروں زائرین پہنچ چکے تھے لوگوں نے وضو کیا باجماعت نماز فجر ادا کی گئی اور پھر مجاہد ملت کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر سارے زائرین نے فاتحہ پڑھا اور بارگاہ رسالت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ اس کے بعد اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام ہوا جو دن بھر جاری رہا۔

انتظامات:

دور دراز سے آئے ہوئے زائرین کے قیام وطعام کے لئے حضرت مولانا عبد الوحید صاحب کی سرپرستی میں ایک عرس کمیٹی اور تحریک خاکساران حق کے مجاہدین کی مدد سے شاندار اور عظیم پیمانے پر انتظامات کیے گئے تھے۔

تقسیم لنگر:

عرس کے کئی دن پہلے ہی سے اہتمام عرس تک برابر لنگر تقسیم ہو رہا تھا جو مقامی و بیرونی تمام شرکاء عرس کے لیے عام تھا۔ دورانِ عرس تقسیم لنگر سے متعلق ایک رضا کار نے ایک ملاقات میں ہمیں بتایا کہ اب تک سترہ گائیں ذبح ہو چکی ہیں۔ جب کہ ابھی عرس کی تقریبات جاری ہیں۔

قیام گاہیں:

باہر کے تمام خاص وعام زائرین کی قیام گاہ کے لئے مدرسہ رؤفیہ اور دھام نگر کے سرکاری اسکولوں کی عمارتیں، ہاسٹل وغیرہ (جو حضرت مجاہد ملت ہی کی وقف کردہ ارضی پر قائم ہیں اور خود آپ ہی نے انھیں بنوایا تھا اور چلا بھی رہے تھے مگر کچھ دنوں سے ان سب پر گورنمنٹ کا قبضہ ہے۔) خالی کرا دیئے گئے تھے۔ کچھ مقامی لوگوں نے بھی اپنے مکانات زائرین کے قیام کے لئے چھوڑ دیئے تھے، اس طرح زائرین کے لئے رہنے سہنے کی دقتوں سے بڑی حد تک آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں۔

عرس کے انتظام کے سلسلے میں حکومت اڑیسہ نے بھی کافی حصہ لیا۔ چنانچہ پینے اور وضو کرنے کے لئے نلوں اور ٹینکروں کے ذریعہ پانی کا انتظام کیا تھا۔

مجاہد ملت کو حکومت اڑیسہ کا خراج عقیدت:

مجاہد ملت نے ہندو مسلم، امیر و غریب، عوام و خواص یہاں تک کہ حکومت پر بھی اپنی دینداری اور دنیاوی ثروت کا کافی گہرا اثر چھوڑا ہے جیسا کہ عرس کے موقع پر گورنمنٹ نے سارے سرکاری اسکولوں میں چھٹی کر دی تھی اور پانی وغیرہ کا انتظام کیا، امن و امان قائم کرنے کے لئے پولیس تعینات کئے اور حفظ ماتقدم کے طور پر ایمبولنس گاڑیوں کا انتظام تھا۔ عرس میں مختلف وزرا اور حکومت کے اعلیٰ حکام نے بھی شرکت کی اڑیسہ کے وزیر اعلیٰ مسٹر بیجو پٹنا تک بذات خود شریک ہونے والے تھے مگر اچانک کسی مجبوری کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔

حکومت اڑیسہ نے مجاہد ملت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے مجاہد دوراں حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی ایم. پی. کے توسط سے تین چیزوں کا اعلان کیا۔ (۱) عرس یا دوسرے مواقع پر مجاہد ملت کے مہمانوں کو ٹھہرنے کے لئے مجاہد ملت گیسٹ ہاؤس بنایا جائے گا۔ (۲) بھدرک سے دھام نگر آنے والی سڑک کا نام اب مجاہد ملت روڈ ہوگا۔ (۳) بھدرک اسٹیشن پر جو طویل المسافت ٹرینیں نہیں رکتی تھیں اب وہ بھی رکیں گی۔

قل شریف:

شام پانچ بجکر ۴۰ منٹ پر قل شریف کی مجلس منعقد ہوئی جس میں تمام زائرین نے شرکت کی اور مجاہد ملت کی روح سے کسب فیض کیا اور حضرت کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔

اجلاس:

رات میں بعد نماز عشا اجلاس شروع ہوا جس میں مجاہد ملت کی حیات طیبہ اور کارناموں پر روشنی ڈالی گئی شعرا اور نعت خواں حضرات نے نعت شریف اور منقبتیں پیش کیں۔ اناؤنسری کے فرائض جناب مولانا نعمت حسین صاحب حبیبی انجام دے رہے تھے۔ اس اجلاس کی افتتاحی تقریر جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے طالب علم غلام جیلانی مرادآبادی نے کی پھر حضرت مولانا عاشق الرحمٰن صاحب قادری صدر المدرسین جامعہ حبیبیہ کی تقریر ہوئی اور اس کے بعد منقبت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا جو دیر تک چلتا رہا۔ منقبت خوانی کے بعد مبلغ اسلام حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ العالی نے مجاہد ملت کے کارناموں کا تفصیل کے ساتھ تعارف کرایا۔

حضرت علامہ تقریباً ایک گھنٹہ بولتے رہے پھر خطیب عصر مولانا سید محمد ہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی، مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین ایم پی اور عالیجناب مشتاق احمد صاحب مرکزی سالار تحریک خاکساران حق نے یکے بعد دیگرے تقریریں کیں۔ اس عرس چہلم میں ملک کے سیکڑوں علما و مشائخ نے شرکت فرمائی جس میں درج ذیل حضرات کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتیِ اعظم کانپور، حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت مولانا ضیاء الحسن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ شیخ الحدیث دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام، حضرت علامہ اختر رضا ازہری بریلی شریف، حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی مہتمم دارالعلوم غریب نواز الہٰ آباد، حضرت علامہ سید محمد مدنی صاحب کچھوچھوی جانشین محدث اعظم ہند، حضرت علامہ نظام الدین صاحب قبلہ الہ آبادی، حضرت مولانا عاشق الرحمٰن صاحب قادری، حضرت مولانا قاری مقبول حسین صاحب الہٰ آبادی، حضرت مولانا عبد القدوس صاحب بھدرکی، حضرت مولانا عبدالرب صاحب مرادآبادی، مولانا سید تنویر

اشرف صاحب، مہتمم دارالعلوم اہل سنت جبل پور، مولانا نورالدین صاحب نظامی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور، مولانا واسع صاحب رحمانی۔ یہ اجلاس فجر تک جاری رہا سارے لوگوں نے سلام پڑھا۔اورسب کے لئے دعا خیر کی گئی۔

حضور مجاہد ملت ایک مکمل نائب رسول

جناب غلام جیلانی مراد آبادی، متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ

معجزہ اور کرامت دونوں اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں فرق صرف اتنا ہوتا ہے جو خرق عادت کام ولی کے ہاتھ سے انجام پائے اسے ہم کرامت کہتے ہیں اور وہی کام نبی کے دست پاک سے انجام پائے اسے معجزہ کہا جاتا ہے، مثلاً: ایک ایسا شخص ہے جو بالکل ہی اپاہج ہے نہ خود سے اٹھ سکتا ہے نہ خود سے کھا سکتا ہے نہ خود سے پی سکتا ہے اس کے ایک ہی بیٹا ہے وہی اس کو کھلاتا پلاتا ہے وہی اس کی زندگی کا ایک سہارا ہے۔ مشیت الٰہی سے اس کے بیٹے کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے وہ شخص جناب مسیحا کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اپنی فریاد پیش کرتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی بارگاہ میں دعا فرماتے ہیں اور وہ بیٹا زندہ ہو جاتا ہے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ کہا جاتا ہے مان لیجئے وہ زمانہ حضرت غوث پاک کا ہے اور وہ باپ غوث پاک کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور روتا گڑگڑاتا ہے حضرت غوث پاک دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور مردے سے کہتے ہیں قم باذن اللہ۔ اور وہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اس کو غوث پاک کی کرامت کہا جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہر زمانے میں علما اور اولیا پیدا فرماتا ہے۔

مگر ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کچھ ایسے لوگوں کو بھی پیدا فرماتا ہے جن کو علم کی لازوال نعمتوں سے نوازتا ہے اور اس نگاہ سے بھی نوازتا ہے کہ جس کے سامنے حجابات اٹھتے ہوئے نظر آتے ہیں پوشیدہ چیزیں روشن اور صاف نظر آتی ہیں انہی لوگوں میں سے حضور مجاہد ملت بھی تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم بیکراں سے بھی نوازا ہے اور کرامت جیسی لازوال نعمت سے بھی علم دیا تو اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہے۔ حضور مجاہد ملت کے علم پر میں روشنی کیا ڈالوں ان کے علوم وفنون کے بارے میں اس نمبر میں ایسے

ایسے نکات ملیں گے جن کو پڑھ کر آپ دنگ رہ جائیں گے میں تو حضور مجاہد ملت کی اس نظر کو دکھانا چاہتا ہوں جس کے سامنے حجابات اٹھتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس تقویٰ کی ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں کہ جس کا خیال تک ہم لوگوں کو نہیں آتا۔ ملاحظہ فرمایئے:

حضور مجاہد ملت ایک بار میرے مکان پر تشریف لے گئے تھے میرے یہاں حضور مجاہد ملت اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے اس لئے کہ میرے والد محترم مولانا محمد عبد الرب صاحب کو حضور مجاہد ملت ہی نے پالا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب میری عمر آٹھ یا نو برس کی تھی حضور مجاہد ملت میرے مکان دین نگر پور ضلع مرادآباد پہنچے حضرت نے غسل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ غسل کرنے کا انتظام ہینڈ پائپ پر کیا گیا تھا بہت سے مریدین جمع تھے، حضرت کے غسل میں مریدین مدد کرتے رہے میں بھی اسی جگہ کھڑا ہوا تھا میرے دل میں بھی یہ تمنا تھی کہ حضرت کی خدمت کروں جب بالٹی میں پانی کم ہوتا ہوا نظر آیا تو میں نے ہینڈ پائپ کا دست پکڑ لیا چاہا کہ چلاؤں لیکن حضرت نے فرمایا کہ تم نہ چلاؤ میرے والد گرامی بھی وہیں کھڑے یہ دیکھتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ غلام جیلانی چلاؤ، میں ہینڈ پائپ چلانے لگا اور حضرت نے غسل فرما لیا کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکا سب لوگ حیران رہ گئے کہ کیا بات ہے پہلے تو حضرت نے منع فرمایا لیکن جب مولانا عبد الرب صاحب نے چلانے کو کہا تو حضرت نے کوئی اعتراض نہیں فرمایا لوگوں نے بعد میں میرے والد سے پوچھا کہ کیا بات تھی چلانے والا تو وہی تھا جس کو پہلے منع کیا گیا تھا اور اب بھی چلانے والا وہی ہے جس کو پائپ چلانے دیا والد صاحب نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ یہ حضرت کا تقویٰ تھا مسئلہ یہ ہے کہ کسی غیر مختار سے خدمت لینا ٹھیک نہیں ہے یہ میرا بچہ ابھی مختار نہیں ہے پہلے پائپ چلانے کی اجازت میری طرف سے نہیں تھی تو حضرت نے منع فرمایا لیکن جب میں نے اجازت دے دی تو حضرت نے کوئی اعتراض نہ فرمایا اتنی باریک باریک باتوں پر حضرت کا عمل تھا انھیں باریکیوں کو

سمجھنے کے بعد ایک دانش مند انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت کا تقویٰ کتنا بلند تھا اس تقوے اور علم کی بنیاد پر حضرت اس نگاہ کے حامل تھے جس نگاہ کے سامنے حجابات اٹھتے ہوئے نظر آتے ہیں اب اس نگاہ کا منظر ملاحظہ فرمایئے جس نگاہ کے سامنے پوشیدہ چیزیں روشن نظر آتی ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ میں تنظیم المدارس کے سلسلے میں ایک میٹنگ تھی جس میں حضرت تشریف لائے صبح آٹھ بجے کا وقت تھا حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب کے کمرہ میں تشریف فرما تھے اس کمرے میں حضرت مولانا ارشد القادری صاحب، مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب اور بھی علمائے کرام تشریف فرما تھے حضرت چار پائی پر نیچے پیر لٹکائے ہوئے نیچے نگاہ کئے ہوئے تشریف فرما تھے ایک صاحب حضرت کی پیٹھ دبا رہے تھے پیچھے کی طرف سے میں کمرے میں پہنچا اور میں نے جیسے ہی حضرت کی کمر دبانے کے لئے ہاتھ رکھا فوراً حضرت کی زبان سے یہ نکلا ''کون ترک'' یہ کہتے ہوئے حضرت نے میری طرف دیکھا حضرت مجھ کو ترک ہی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے میں نے اس وقت اچھی طرح غور کیا اور میں حیرت میں رہ گیا کہ حضرت نے پہلے یہ فرمایا، کون ترک، اور بعد میں مجھ کو دیکھا۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضور مجاہد ملت ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جس کے اندر بیک وقت بے پناہ علم اور کرامت جیسی ٹھوس حقیقت موجود تھی جو ایک مکمل نائب رسول کے لئے ضروری ہوتی ہے حضرت کی ایک کرامت اور ملاحظہ فرمایئے۔ میرے والد اکثر لوگوں میں بیٹھ کر یہ بیان فرماتے ہیں اور یہ بیان میرے والد کا ہے جو میں بیان کر رہا ہوں ایک مرتبہ بمبئی میں ایک غیر مقلد سے حضرت کا مناظرہ طے ہو گیا شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیے حضرت اور میں اور دو تین آدمی ساتھ گئے وہ غیر مقلد ایک دو منزلہ عمارت پر ایک کمرہ میں مقیم تھا وہاں شرائط مناظرہ طے ہوئے جب ہم وہاں سے

چلنے لگے تو غیر مقلد مولانا کہتا ہے کہ اے حبیب الرحمٰن جس طرح اس وقت میں تمہاری پیٹھ دیکھ رہا ہوں اسی طرح کل مناظرہ میں تمہاری پیٹھ دیکھوں گا اس کے جواب میں حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ کل مناظرہ میں میں تمہارا منھ ہی نہ دیکھوں گا مشیت الٰہی سے اسی رات میں غیر مقلد کا انتقال ہو گیا یہ حضرت کی وہ نظر تھی جس کو بلا جھجک کرامت کہا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ میرے والد کو حضرت نے بغداد شریف چلنے کی دعوت دی اس وقت میرے بھائی غلام محی الدین پیدا ہونے والے تھے والدہ کی حالت بہت ہی نازک تھی ہر دیکھنے والا یہی کہتا تھا کہ وقت ولادت ان کا انتقال ضرور ہو جائے گا ایسی حالت میں میری دادی مرحومہ نے والد صاحب سے فرمایا تم ضرور جاؤ کفن وغیرہ کا انتظام کر دو یہاں سب ٹھیک ہو جائے گا جب یہ لوگ بغداد شریف پہنچے تو رات میں والد صاحب نے خواب دیکھا کہ گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے زچہ، بچہ دونوں تندرست ہیں والد صاحب کی آنکھ کھلی اور کچھ پریشان سے نظر آئے اور اس خواب کی الٹی تعبیر سوچنے لگے اور دل میں یہ خیال کیا کہ وقت ولادت بیوی کا انتقال ہو گیا۔ دنیا کی تکلیفوں سے نجات پاکر مجھ کو صحت مند و توانا نظر آئی۔ اس کے تھوڑے ہی دیر بعد حضور مجاہد ملت تہجد کے لئے اٹھے اور والد صاحب سے معلوم کرنے لگے کہ عبد الرب کیوں سست ہو۔ والد صاحب نے بیان کیا ساتھ ہی ساتھ اپنی تعبیر بھی۔ حضور مجاہد ملت نے فرمایا واہ خود ہی خواب دیکھا خود ہی تعبیر نکالنے بیٹھ گئے ارے شاہ بغداد کی دعا سے خدا نے لڑکا دیا ہے اور اس کا نام غلام محی الدین رہے گا حضرت نے فرمایا یقین نہ ہو تو اطمینان قلب کے لئے ٹیلی گرام کر کے گھر کی خیریت معلوم کر لو۔ والد صاحب نے جوابی ٹیلی گرام کیا اور گھر سے خیریت معلوم کی گھر سے دادی مرحومہ نے جواب دیا واہ کیا بات ہے یعنی وہی الفاظ ہیں جو حضور مجاہد ملت کی زبان سے ادا ہوئے تھے کہ شاہ بغداد کی دعا سے لڑکا پیدا ہوا ہے زچہ بچہ

دونوں تندرست ہیں آپ لوگوں کی جب مرضی ہو تب واپس آئیں یہ تھی حضور مجاہد ملت کی وہ نظر جس کے سامنے حجابات اٹھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اسی نمبر میں میرے والد محترم کا بھی ایک مضمون ہے جو صرف حضور مجاہد ملت ہی کی کرامتوں سے بھر پور ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ مرد مجاہد صرف یہ کہتے ہوئے گذر گیا۔

خوب کی سیرِ چمن پھول چنے شاد رہے
باغباں جاتا ہوں میں گلشن ترا آباد رہے

پیکرِ ایماں

جناب قمر مصطفوی شمس آباد

مرد مجاہد، پیکر ہمت، مظہر سنت، دین کے ساماں
اللہ اللہ شان طریقت دیں کے نگہباں گوہر ایماں
دنیا کو پیغام دیا ہے حق کا پرچم اونچا کیا ہے
نجد کے طوفانوں کے دشمن حق کے حامی ساحل ایماں
دین کی خاطر رنج اٹھائے دین کی خاطر غم بھی اٹھائے
چھوڑا نہ پھر بھی حق کا داماں صبر کے سلطاں صبر کے سلطاں
صدق زباں سے کہتا قمر ہے خوف نہیں ہے جھوٹ نہیں ہے
کیسے چکائیں ان کا احساں کیسے بھلائیں ان کا احساں

وصل الحبیب الی الحبیب

جناب محمد اشرف رضا قادری، سیتامڑھی

سلطان التارکین، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری قدس سرہ الباری اپنی ابتدائی حیات سے لے کر وقت ممات تک زندگی کی ہر شاہراہ پہ جہد مسلسل اور عمل پیہم کا ایک روشن مینار چھوڑ گئے۔ جس کی روشنی میں ہر عامل شریعت و حامل طریقت عمل پیرا ہو کر اپنے مقصد حیات کی راہیں طے کر سکتا ہے۔ آپ کی مقدس شخصیت **الحب فی اللہ و البغض فی اللہ** کی عملی تفسیر تھی بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ حضرات جنھوں نے حضرت کی معیت میں رہ کر **الحب فی اللہ** جیسی جمالی صفت کا بارہا مشاہدہ کیا فدوی پہلی بار جب دانش کدۂ علم و ادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا تو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ جو بھی مہمان رسول دست بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جھکتا اس سے پہلے حضرت وفور محبت میں اس مہمان رسول کو اپنی نوازش سے نواز دیتے۔ **البغض فی اللہ** جیسی جلالی صفت کو روزِ ازل ہی سے گویا آپ کی سرشت کا جزء لاینفک بنا دیا گیا آپ نے اپنی پوری زندگی باطل کے استیصال میں گذاری، احقاق حق و ابطال باطل میں آپ کو کامل مہارت تھی اور اپنے معاصرین میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

مناظروں کی اکثر روداد میں آپ کا جابجا تذکرہ ملتا ہے بالخصوص شیر بیشۂ اہل سنت عبید الرضا حضرت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد تو آپ ہر مناظرہ گاہ میں خواہ وہ آریہ سماج سے ہو یا دیوبندی وہابی جماعت سے ہر ایک میں آپ یا تو مناظر ہوتے یا مسند صدارت پر متمکن نظر آتے اپنی زندگی کے آخری ادوار میں بھی جہاں کہیں مناظرہ کی بات آتی دیگر مشاغل کو چھوڑ کر مناظرہ کی طرف متوجہ ہوتے اور دشمنانِ رسول کو رسوا کرتے۔

حکومت کے مظالم، سزائیں اور قید خانوں کی زنجیریں بھی آپ کو اپنے موقف سے کبھی ہٹا نہ سکیں آپ ہمیشہ حق کا اعلان کرتے رہے یہی وہ آپ کی اعلیٰ خصوصیت تھی جس کے سبب ساری قوم آپ کو "مجاہد ملت" کے عظیم لقب سے یاد کرتی ہے، آپ آقائے دو جہاں انیس بیکساں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول حق پر ہمیشہ عمل پیرا رہے "**افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر**" یعنی سب سے افضل جہاد ظالم شہنشاہ کے روبرو کلمہ حق کا کہہ دینا ہے" آپ کے اعلان حق کی زندہ مثال آپ کی زندگی کا وہ حسین لمحہ ہے جب آپ نے مدینۃ الرسول میں شیخ عبدالعزیز نجدی امام مسجد نبوی کی اقتدا سے قولاً وفعلاً انکار کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا صرف اس کی اقتدا ہی سے انکار نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے اعلان حق کا ایک عظیم سیلاب متلاطم تھا۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے نام نہاد اسلامی حکومتوں میں فرمانرواؤں کے زیر اثر جن جن فتنوں نے سر ابھارا۔ علماے سوء نے اپنی چالبازیوں سے غلط تاویلیں کر کے اس فتنہ کو استحکام بخشا اور فرمانرواؤں کی ہاں میں ہاں ملا کر انھیں گمراہ کیا جس کی وجہ سے سلاطین وقت نے اس فتنہ کی تائید کرنے والوں کو نوازا اور اس کے انکار کرنے والوں کو سخت اذیتیں پہنچائیں، علما حق نے بادشاہ وقت سے فی الفور تعرض کر کے علماے سو کی باطل تاویلات کی اپنے دلائل قاہرہ براہین ساطعہ سے تار عنکبوت کی طرح دھجیاں اڑا دیں اور اس فتنہ کو اس کی باطل تاویلات کے ساتھ ہمیشہ کے لیے سپرد خاک کر دیا۔

یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حکومت سعودیہ کا سیاسی کردار آل سعود کے زیر نگیں ہے لیکن اس کے شرعی احکام کے نفاذ کی باگ ڈور آل الشیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے ہاتھوں ہے۔ قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز نجدی امام مسجد نبوی اسی آل شیخ کا ایک فرد ہے۔ اسی کے باپ داداؤں کے خود ساختہ وہابی احکام پر عمل کر کے ابن سعود نے

حرمین طیبین میں ظلم وعدوان کا بازار گرم رکھا اور جنۃ المعلّٰی (قبرستان مکہ معظّمہ) جنت البقیع (قبرستان مدینہ منورہ) میں امہات المومنین، اہل بیت اطہار، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے قبہ جات کو ڈھایا مزارات مقدسہ کو شہید کیا اور یہ نجدی امام جو سعودیہ عربیہ کا قاضی القضاۃ بنا ہوا ہے خود اس کے دور قضا میں سعد الحرمین نے الدّعوۃ میں انہدام گنبد خضریٰ کی ناپاک تجویز پیش کی لیکن اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ اب آپ خود بتلائیں کہ رسول انام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی توہین کرنے والوں، ان کے مزارات کو ڈھانے اور مسمار کرنے کی تجویز پیش کرنے والوں کی اقتدا کو مجاہد ملت قدس سرہ کیسے تسلیم کر لیتے۔ آپ کی حمیت حق اور غیرت ایمانی کا زندہ جاوید ثبوت الٰہ آباد کی غیر معروف مسجد اعظم ہے جس کی تعمیر کو تقریباً پونے تین سو سال ہو گئے بالکل غیر آباد تھی اس کے قرب وجوار میں جو شکستہ قبریں اور مزارات تھے ان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی تھی کہ اس مسجد کے گرد ونواح میں پہلے مسلم آبادی ضرور رہی ہوگی جو امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئی۔ بڑی تلاش وجستجو کے بعد ایک تاریخی کتبہ جو مسجد کے شکستہ دروازے پر پایا گیا اس سے اس کے بانی اور تاریخ تعمیر کا سراغ لگتا ہے۔ کتبہ کے اشعار یہ ہیں۔

باب نشیں باشد معظم خاں خلف اعظم کہ او
دیندار بالیقیں فخر بنی آدم.......... بود
فکر کردم دوش تاریخ بنایش را ز غیب
ہاتفے گفتہ بگوشم مسجد اعظم بود

اس غیر آباد مسجد میں کسی مرد صالح نے آ کر ۱۹۳۳ء میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں اس غیر مسلم آبادی میں اس کے نعرۂ حق وصداقت نے ایک کھلبلی پیدا کر دی جس کے سبب اس مرد خدا کو نہ صرف اذیتیں پہنچائی گئیں بلکہ غیر مسلموں نے اراضی

مسجد پر اپنا قبضہ بھی جمانے کی کوشش کی اس صور صداقت سے جب اس وقت کے مسلمانوں کا ملی جذبہ بیدار ہوا تو مسلمان مقام مقدس کو پھر سے اپنے سجدوں سے آباد کر دینے کی کوشش میں لگ گئے جس کے حصول میں انھیں رنج ومحن، مصائب وآلام اور اذیتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا اسی پہ بس نہیں بلکہ سرکاری کچہری کا منہ بھی دیکھنا پڑا بہر حال مسلمانوں نے اس قضیۂ مسجد کو سلجھانے اور آراضی مسجد کے حاصل کرنے کی پوری ذمہ داری لے لی۔

اس قضیۂ مسجد کے سلسلے میں جملہ مصائب ومشکلات کا مقابلہ کرنے والوں میں سب سے پیش پیش سلطان التارکین حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ تھے آپ کے ایثار نفسی اور مجاہدانہ کارناموں سے الہ آباد کا بچہ بچہ واقف ہے آپ نے دوپہر کی تپتی ہوئی دھوپ میں رات کی بھیانک تاریکی میں، گرجتے ہوئے بادل، چمکتی ہوئی بجلی اور موسلا دھار بارش میں بھی الہ آباد کے ہر محلّہ کی مسجدوں میں جاجا کر مسجد اعظم کی آواز پہنچا کر لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا، آپ کی شعلہ بار اور ایمان افروز تقریروں سے لوگ دہکتی آگ کے انگارے بن گئے ان کے جذبات میں ایسی تحریک پیدا ہوگئی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا خوشگوار نتیجہ ہے کہ آج مسجد اعظم موجودہ شکل میں لوگوں سے داد تحسین حاصل کر رہی ہے مجھے مسجد اعظم کی تاریخ بتانی مقصود نہیں بلکہ بتانا یہ تھا کہ ایک غیر معروف مسجد اور اس کے جوار میں نامعلوم مسلم شخصیتوں کی قبروں کی حفاظت وصیانت میں آپ اپنا تن من، دھن سب قربان کرنے کے لئے پوری زندگی تیار رہے تو وہ حرمت والی جگہ جس کی قسم قرآن مقدس نے کھائی۔ **لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد**'' اور وہ مقدس ہستیاں جن کی محبت کو سرکار ابد قرار نے اپنی محبت قرار دیا اور ان کی دشمنی کو اپنی دشمنی فرمایا ان کی اذیت کو سرکار ابد قرار محبوب

پروردگار نے اپنی اذیت اور اپنی اذیت کو اللہ رب العزت کی اذیت بتلایا۔ بھلا ایسے فسّاق جو صحابۂ کرام و رسول انام اور اللہ رب العزت کو اذیت پہنچائیں، ایسے امام کی اقتدا میں یا ایسوں کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے الصلوۃ معراج المومنین جیسی اہم عبادت کیوں کر ادا کرتے آپ نے اپنے قول وفعل سے بیا نگ دہل اعلان کر دیا کہ سر کٹا سکتے ہیں لیکن تیری اقتدا میں سر جھکا سکتے نہیں۔

ایک مومن کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ یہ ہے کہ اسے معرفت الٰہی حاصل ہو جائے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ جہاں دن کے مجاہد اور رات کے عابد تھے وہیں دن کے غازی اور رات کے نمازی بھی تھے آپ اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول، جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا، عبادت الٰہی، اطاعت ربانی میں تلاش کرتے رہے نیز رضائے الٰہی کے لئے مالی عبادت میں سبقت کرنا آپ کی اعلیٰ خصوصیات میں سے تھی مندرجہ ذیل حدیث پاک میں جو ایک مرد مومن کے لئے بشارت دی گئی ہے آپ کی شخصیت اس حدیث کی مکمل آئینہ دار تھی۔

حدیث: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من انفق زوجين من شئى من الاشياء فى سبيل الله دعى من ابواب الجنة وللجنة ابواب فمن كان من اهل الصلوة دعى من باب الصلوٰة، ومن كان من اهل الجهاددعى من باب الجهاد، ومن كان من اهل الصدقة دعى من باب الصدقة ومن كان من اهل الصيام دعى من باب الريان فقال ابو بكر ما على من دعى من تلك الابواب من ضرورة فهل يدعى احد من تلك الابواب كلّها قال نعم ارجوان تكون منهم متفق عليه. (مشكوٰة شريف: ص:١٦٧)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ارشاد فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس نے جوڑا خرچ کیا کسی چیز کا اللہ کے راستے میں وہ جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ جو شخص نمازی ہے وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا جو مجاہد ہے وہ باب الجہاد سے پکارا جائے گا جو صدقہ دینے والا ہے وہ باب الصدقہ سے پکارا جائے گا اور جو روزہ دار ہے وہ باب الریان سے پکارا جائے گا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے پکارا جائے گا اس کو دوسرے دروازے کی ضرورت نہیں اور عرض کی یا رسول اللہ! کیا کوئی سب دروازوں سے پکارا جائے گا؟ حضور نے فرمایا ہاں اور فرمایا اے ابوبکر میں امید کرتا ہوں کہ تم انھیں میں سے ہو۔ آپ عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کی بدولت عطائے الٰہی سے وہ منزل بھی طے کر چکے تھے جس منزل پہ پہنچ جانے کے بعد اللہ رب العزت کی طرف سے اولیائے کرام کو یہ بشارتیں سنائی جاتی ہیں۔

لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہٗ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھاورجلہ التی یمشی بھا.

یعنی بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا تقرب چاہتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس منزل پہ پہنچ جانے کے بعد کب کوئی یہ چاہے گا کہ جس کے لئے یہ ساری تگ و دو ہے اس کے بعد ہمارے درمیان تا دیر دنیا کا کثیف پردہ حائل رہے، صوفیائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ: **الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب.** یعنی موت ایک ایسا پل ہے جو حبیب کو حبیب کی طرف پہنچا دیتا ہے۔

حضور مجاہد ملت بھی مثالی ''حبیب الرحمٰن'' تھے مناسک حج ادا کر کے حرمین

طیبین کی واپسی پر جدائی محبوب کی تاب نہ لا سکے، سفر ہی میں جان، جان آفریں کے حوالہ کر کے جسر موت کو عبور کر کے **وصل الحبیب الی الحبیب** کے مصداق بن گئے ؎

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
کہ شب گور ہے اس گل سے ملاقات کی رات

مجاہد ملت

جناب محمد علی قادری، متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

جب بیمارانِ عشق اور گرفتارانِ درد کے قافلے دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرتے ہیں تو گم کردہ راہوں کے لئے نشان منزل بھی چھوڑ جاتے ہیں، دل والے جب دنیا سے جاتے ہیں تو اپنی یادوں کے نقش سنگ کی طرح دلوں میں پیوست بھی کر جاتے ہیں اور ان کے تذکرے، ہمیشہ ہمیش کے لئے گلدستۂ بزم اور شمیم جاناں بن کر ساری محفل میں عطر بیزیاں کرنے لگتے ہیں اسی وادی میں نظر آنے والے ایک مجاہد ملت حضرت الشاہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ قدس سرہ بھی تھے، جن کا دل انوار الٰہی سے معمور، جن کی پیشانی پر تقدس کی چمک، اور جن کی آنکھیں شراب طہور کے پیالے ؎

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب دوام ما

آپ سنت وقرآن کے صحیح عامل تقویٰ وطہارت کے پیکر، اور امتیاز حق و باطل کے سچے نمونہ تھے، حدیث نبوی ہے۔ اللہ کے رسول رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **انہ سیکون فی آخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجراو لھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن(مشکوۃ شریف، ص: ۵۸۴)**

بیشک عنقریب میری امت کے آخر میں ایک ایسی قوم آئے گی جسے گذشتہ قوموں کی طرح ثواب ملے گا جو لوگوں کو بھلائی اور رشد و ہدایت کی تعلیم دیں گے اور ان کو برائی اور ضلالت و گمراہی سے روکیں گے اور فتنہ وفساد، کفر والحاد کرنے والوں سے نبر آزما ہوں گے۔ حدیث بالا میں مذکورہ ساری خوبیاں اور سارے کمالات بدرجۂ اتم آپ کی ذات بابرکت میں موجود تھے۔

مذہب سے بیزاری ایک عام فضا بن چکی ہو، زہد فروش علما بڑھتے جا رہے ہوں، دلوں میں کدورت، ذہنوں میں فتور اپنی انتہا کو پہنچ رہا ہو۔ ایسے پرآشوب ماحول میں پرچم اسلام بلند کرنا کوئی آسان کام نہیں بڑے حوصلہ کی بات ہے۔ حدیث میں ہے

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيدٍ.

میری امت پر فتنہ وفساد، ہلاکت کے تہہ بتہ گھرے بادل اڈر رہے ہوں ایسی۔ تیرگی میں کوئی میری سنت پر عمل پیرا ہوا سے سو شہیدوں کا اجر وثواب ملے گا۔

چنانچہ آپ کی ذات سنت رسول کی صحیح محافظ ہونے کے ساتھ ساتھ نہ جانے کتنے سنتوں سے بھٹکے ہوؤں کے لئے مشعل راہ بنی۔

اور آپ کی ذات نے بے شمار مردہ دلوں کو اتباع رسول کی تعلیم دے کر روشن کیا۔ غزارت علمی کا ایک سمندر تھے جس سے بے شمار تشنگان علم نے اپنی پیاس بجھائی اور بہتوں نے شرف تلمذی سے مشرف ہو کر مدرسوں اور خانقاہوں کو اپنی سطوت علمی اور جلالت شان سے آباد کیا۔ اللہ کے رسول رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **خیر کم من تعلم القراٰن وعلّمه.** تم میں کا بہتر وہ شخص ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو قرآن سکھائے۔

آپ حدیث بالا کے صحیح مصداق تھے اور آپ کی ذات خود تفسیر امین واماں تھی اور دوسروں کے لئے درس حدیث وحجت وبیان ۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

عشق رسول آپ کی زندگی کا ایک اہم کردار اور آپ کی پوری حیات جنون عشق میں بے چین و بیقرار تھی۔ یہ عشق حبیب ہی کی کشش تھی کہ آپ نے زیارت کعبہ اور دیدار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے متعدد بار سفر کیا۔ آپ کی ذات گرامی اسم بامسمی حبیب الرحمٰن اور حبیب انس و جان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تھی ۔

گفتم اے دور افتادہ از حبیب
ہم چو بیمارے کہ دور ست از طبیب

جذبہ ایثار:

راہ خدا میں مال و زر لٹانے کا وہ فقید المثال جذبہ جو مال سے بیگانگی کی صاف نشاندہی کرتا ہے معلم اخلاق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

انّ لکل امة فتنة و فتنة امتی المال.

ہر قوم کے لئے کوئی نہ کوئی فتنہ ضرور ہے مگر میری امت کے لئے فتنہ مال ہے۔ آپ نے سارا اثاثہ اور اپنا تمام زر و مال تعمیر مساجد اور فروغ مدارس کے لیے صرف کر دیا۔ اور یہ بہت بڑی قربانی اور بہت بڑا ایثار ہے کہ ماوشما تو خوب منبر خطابت پر بخل قارون کی مذمت کرتے ہیں اور ابوبکر و غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی سخاوت کے تذکرے چھیڑتے ہیں۔

مگر خود ہمارا حال ۔

واعظاں کیں جلوۂ منبر و محراب می کنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

مجاہد ملت! آپ نہ صرف ایک زاہد و پرہیز گار، متقی و سپید کار تھے بلکہ انھیں وہ رتبۂ رفیع

اور وہ درجۂ عظیم بھی ملا ہے جو مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان کرب و بلا میں اور سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منصور (سلطان وقت) کی مخالفت میں ملا تھا۔

جس عظیم نعمت کا ذکر پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حدیث پاک میں کیا ہے:

افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر.

حق بات کو ظالم و جابر، ستم پیشہ و ستم گر حکمراں کے سامنے کہنا بہت بڑا جہاد ہے جس کو اسلام میں افضل الجہاد کے نام سے یاد کیا گیا۔

بچا کے اپنی جماعت کی آبرو لوٹا

جناب احمد کمال، سکریٹری مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

صدائے حق کا نقیب و وفا شعار تھا جو میان رزم جسے تیغ برہنہ کہئے''
طبیب روح کا، ملت کا غم گسار تھا جو صفا و صدق کا شفاف آئینہ کہئے
فقیہ عصر، ولایت کا تاجدار تھا جو متاع لوح و قلم، دین کی قبا کہئے
کمال، اپنی جماعت کا افتخار تھا جو حصار ظلمت باطل میں پر ضیا کہئے

رہا زمانے میں جو میر کارواں بن کر جو قید و بند کے لمحوں میں مسکرا کے جیا
امینِ مہر و وفا، دیں کا پاسباں بن کر ستمگروں کی نظر سے نظر ملا کے جیا
زمین عدل و صداقت کا آسماں بن کر غم حبیب کلیجے سے جو لگا کے جیا
نبی کے عشق و محبت کا رازداں بن کر جو سنگ سخت میں بھی راستہ بنا کے جیا

دیار نجد سے لوٹا تو سر خرو لوٹا
بچا کے اپنی جماعت کی آبرو لوٹا

مردِ حق شناس حضرت مجاہد ملت

جناب مولوی قاری محمد اسماعیل تبسّم عزیزی، مبارکپور

دل شکستہ خشک آنکھیں روح تنہا لب خموش
بستیوں میں دیکھتے ہیں صورت ویرانہ ہم

مجاہد ملت نے اپنے علمی و عملی کارناموں سے دنیائے سنیت کو اتنا کچھ دیا کہ اس کا شمار مشکل ہے۔ راہ خدمات میں آپ کو ایک اعلیٰ اور منفرد مقام حاصل ہوا۔ آپ کی خداداد صلاحیت خلوص وایثار اور تبلیغی جذبہ نے دنیائے سنیت کو خوب خوب توانائی بخشی جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی زبوں حالی، کردار کی ابتری، اور دلوں کو جذبہ للّٰہیت سے خالی دیکھ کر آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایک ایسی اصلاحی تحریک کی بنیاد ڈالی جائے جس سے دنیائے سنیت میں سدھار پیدا ہو۔ چنانچہ تحریک خاکسارانِ حق کی بنا ڈالی اور آپ نے اس کی تربیت اور اشاعت میں پوری دلچسپی لی جس کے نتیجے میں چند سالوں کے اندر ملک کے مختلف شہروں میں اس تحریک کے ممبران نظر آنے لگے جن کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ واقعی یہ کسی مرد مجاہد اور مرد حق شناس کے تربیت یافتہ ہیں۔

یہ زمانہ دنیائے اسلام کے لئے بڑا ہی پر آشوب ہے کفار و مشرکین کی عیاریوں سے بڑھ کر دیوبندیت وہابیت کی مکارانہ روش اور شاطرانہ چال گلشن اسلام کو پامال کرنے میں لگی ہوئی ہیں جس کا شکار علم دین کے جانکاروں کے علاوہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ، خاص طور سے خوش عقیدہ اور سادہ لوح مسلمان ان کی زد میں آتے جا رہے ہیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی طرح حضور مجاہد ملت نے بھی خاص طور پر اس طرف توجہ کی اور گمرہی و

بدعقیدگی کے خلاف قلمی، علمی اور عملی جہاد آخر دم تک کرتے رہے۔

آپ کا حسّاس دل و دماغ مسلمانوں کی معاشرتی وتمدنی اور مذہبی زبوں حالی سے بہت متاثر تھا چنانچہ مسلمانوں کے کردار وعقیدے کی سدھار اور ایمان کی سلامتی کے لئے آپ نے بدعات و بدعقیدگی کے خلاف مہم شروع کی۔ آپ کے دل میں ملت کا اتنا درد تھا کہ الٰہ آباد میں جب بدعقیدگی پھیلنے لگی اور بدعقیدوں نے اس کو اپنا مرکز بنانا چاہا اور معلوم ایسا ہو رہا تھا کہ کچھ دنوں کے بعد وہاں کی سنیت کافی خطرے میں پڑ جائے گی تو آپ نے اپنی خداداد صلاحیت کے سہارے الٰہ آباد میں تبلیغ واشاعت دین کا تازہ سلسلہ شروع کیا اور الٰہ آباد سے بدعقیدگی کا جنازہ نکلا۔ چنانچہ اسی جذبے کے تحت، خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ایک ادارہ بنام جامعہ حبیبیہ قائم فرمایا جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد میں ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے طالبانِ علم دین اپنے علم کی پیاس بجھاتے ہیں۔

مجاہدِ ملت نے اپنی پوری مجاہدانہ زندگی ہر لحاظ سے اللہ ورسول کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے گذاری۔ انھوں نے کبھی بھی تجارتی یا کاروباری نقطۂ نظر نہیں اپنایا بلکہ اپنی تمام تر توجہ تبلیغ و اصلاح پر مرکوز رکھی۔ تہذیب دیوبندیت کو مجاہد ملت نے اپنے مخصوص انداز میں اس طرح بے نقاب کیا کہ اس کی بے وقعتی اور تہی دامانی بالکل عیاں ہوتی گئی اور انصاف پسند ذہنوں میں گمراہی سے جو ناپاک مرعوبیت پیدا ہوگئی تھی وہ بڑی حد تک دور ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہندوستانی مسلمانوں میں حب الوطنی کا صحیح جذبہ پیدا کرنے اور انھیں مذہب کی جانب مائل کرنے کے سلسلے میں آپ نے بڑا کام کیا اور بلاخوف وخطر قوم وملت کی رہبری اور رہنمائی کرتے رہے۔

حضور مجاہد ملت ایک عابد وزاہد اور ایک اچھے عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مخصوص انداز کے ایک بہترین مقرر بھی تھے آپ کی تقریروں کا ایک ایک لفظ

احتیاط ونزاکت کے سانچے میں ڈھلا رہتا تھا آپ کی تقریروں کا حسن یہ بھی تھا کہ ان میں ہر موضوع پر بڑے ہی سلیقہ اور متانت کے ساتھ اس طرح اظہار خیال فرماتے کہ ایک طرف سننے والا تقریر کی جامعیت اور شگفتگی پر سر دھنتا تو دوسری طرف معنوی بلاغت پر عش عش کرنے لگتا۔ آپ کے انداز تقریر میں غضب کی روانی اور بلا کی آمد تھی، تبلیغ و ارشاد کی پُر خار وادی میں صنائع و بدائع کا استعمال آسان نہیں ہوتا وہ بھی روانی کے ساتھ۔ لیکن آپ کی زبان اس سلسلے میں بھی ممتاز اور منفرد نظر آتی تھی کیا مجال کہ کوئی لفظ غلط یا بے ادب یا شریعت کے خلاف نکل جائے یا کبھی ہلکا سا شائبہ بھی۔

آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا مناظرے سے مرکزی دلچسپی تھی اس پر مستزاد تھی آپ کی بے پناہ قوت حافظہ۔ یہی وجہ ہے کہ مناظروں میں برمحل اور برجستہ اور جتنا حسین جواب آپ کے یہاں ملتا ہے کسی اور دوسرے اچھے سے اچھے مناظر کے یہاں بھی نہیں ملتا۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود آپ کے اندر انانیت اور نام ونمود کی طلب بالکل نہیں تھی۔ بلکہ جو بھی قدم اٹھتا خلوص کے ساتھ جو بھی لفظ زبان سے نکلتا جذبۂ للّٰہیت کے ساتھ غرضیکہ جو کام بھی کرتے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کے لئے کرتے۔

ان کے علاوہ آپ کے اپنے چند زریں اصول بھی تھے وہ یہ کہ ہوش کو ہمیشہ جوش پر غالب رکھا جائے۔ متانت وشائستگی کو آپ نے اپنی پوری مجاہدانہ زندگی میں جس طرح ملحوظ رکھا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ توازن اور اعتدال کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا، رواداری وحق گوئی اور اصول کی پابندی کی روش اختیار کی اور کسی حال میں ترک نہ فرمایا، راستہ سے منحرف ہونا کبھی گوارا نہ کیا آپ ایسے ہی عبادت گذاروں، پرہیز گاروں اور مجاہدوں میں تھے جو لوگ عبادت وریاضت، پرہیز گاری و جہاد کے میدان میں آگے آگے رہے۔ دوسروں کی دل آزاری سے ہمیشہ بچتے رہے۔ اور ان کے دل

ہمدردی اور نرمی سے جیتنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان سب اصولوں کو آپ نے اپنی زندگی میں بڑے سلیقہ سے برتا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ دنیائے سنیت نے آپ کو اپنا محترم و محبوب مقتدا اور پیشوا تسلیم کیا۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

مجاہد ملت اپنے دور کے ممتاز ترین اور تاریخ ساز شخصیتوں میں سے تھے آپ ایک آفاقی انسان اور ایک عظیم مرد مجاہد تھے سرزمین ہندوستان سے پیدا ہونے والے بہت سے علما اور فضلا نے ایک عالم کو روشنی عطا کی ان کی بصیرت ان کے علم و عمل اور ان کے مجاہدات رہتی دنیا تک انسانوں کے دل و دماغ کو تابندگی بخشتے رہیں گے تاریخ ساز شخصیتوں میں علم و حکمت کے مینار بھی نظر آئیں گے اور حریت و آزادی کے پیکر بھی دکھائی دیں گے اور کچھ ہستیاں ایسی بھی نظر آئیں گی کہ ہر اعتبار سے ممتاز معلوم ہوں گی انھیں میں سے مجاہد ملت بھی ایک ایسے عظیم انسان ہیں جن کی علمی لیاقت قائدانہ بصیرت سے کوئی باخبر انسان انکار نہیں کر سکتا کوئی انصاف پسند مورخ ان کی دینی و علمی خدمات سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔

مجاہد ملت کو دنیائے سنیت کبھی فراموش نہیں کر سکتی کیونکہ آپ نے اپنی پوری زندگی گلشن اسلام کی آبیاری اور اس کی حفاظت میں صرف کی آپ نے اپنے بزرگوں کی بارگاہ سے اور خصوصیت کے ساتھ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان سے ایمان وعقیدے کی جو دولت حاصل کی تھی اس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا اور ان کی تمنا اور دلی خواہش تھی کہ یہی سرمایہ میرا حاصل زندگی قرار پائے اور میرے سر کا جو سودا ہے وہی سودا ملت کے ہر فرد کے سروں میں سما جائے اور ایمان و عقیدے کی جو دولت میرے سینے میں ہے ملت کا ہر فرد اسے قبول کرنے کے لیے اپنے دل و دماغ کا دروازہ کھول دے۔

آپ زندگی بھر اعلا کلمۃ الحق کے لیے کوشش کرتے رہے اور جان تک کی بازی لگاتے رہے۔ چنانچہ آپ کی اس جد و جہد کے نتیجے میں کتنے ہی بدعقیدوں کا عقیدہ درست ہو گیا اور یہی نہیں بلکہ کتنے نور ایمان سے محروم دلوں کو ایمان کی روشنی ملی اور کتنے بدعقیدہ تو صرف آپ کے چہرے کے انوار دیکھ کر تائب ہوئے اور غم گردش ایام سے چھٹکارا حاصل کیا اور ؎

کوشش اہل عمل کوشش ناکام نہیں
ہم وہ ہیں جن کو غم گردش ایام نہیں

کی عملی تفسیر بنے۔

مجاہد ملت نے اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اور سرکار دو عالم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گذاری آپ کو پروردگار عالم نے عزت و دولت کے ساتھ ساتھ ولایت کا درجہ بھی عطا فرمایا تھا۔ فرمانِ خداوندی الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کے مصداق مجاہد ملت بھی تھے۔ کون نہیں جانتا کہ مجاہد ملت ایسے خاندان کے پروردہ تھے جہاں دولتوں کی فراوانی تھی اور آرام و آسائش کے سارے لوازم موجود تھے وہ چاہتے تو ساری زندگی عیش کے ساتھ گذار سکتے تھے لیکن ان کے دل میں دین کا درد ملت کی تڑپ تھی جس نے انھیں گاؤں گاؤں پھر کر تقریر کرنے اور جگہ جگہ مسجدوں کی تعمیر کے لئے، دربدر کی تکلیفیں برداشت کرنے پر مجبور کیا۔

ویسے تو مجاہد ملت کا دیدار مجھے کئی بار ہوا لیکن میری زندگی میں ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے جس کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا (تفصیل میں نہ جاتے ہوئے عرض کر دوں) تین چار سال قبل کی بات ہے کہ میں محلّہ غیبی نگر بھیونڈی کی جامع مسجد میں امامت کر رہا تھا، اسی دوران وہابیوں نے اسی محلّہ میں ایک جلسہ کیا جس میں مجھ کو بھی

مکاروں نے اپنی چیرہ دستیوں کا شکار کرنے کے لئے مدعو کیا میں نے مصلحتاً اقرار کرلیا اس لئے کہ وہاں کے وہابیوں نے کچھ ایسا ایسا لوز ماحول پیدا کرلیا تھا جس کے پیش نظر انکار مناسب نہیں تھا لیکن بعد میں جب میں نے غور کیا تو فیصلہ کرنے سے عاجز رہا کہ جاؤں یا نہ جاؤں؟ ایسے کٹھن وقت میں پروردگار عالم نے حضور مجاہد ملت کے ذریعہ مجھے وہابیوں کے نتیجۂ شر وفساد سے نجات کا راستہ عطا فرمایا! اس لئے میرا عقیدہ ہے کہ مجاہد ملت اللہ کے ایک برگزیدہ ولی ہیں۔

اللہ کا ولی نہ تو کسی سے ڈرتا ہے (سوائے اللہ کے) اور نہ اس کو کسی کا غم ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ جب کہ سمندروں کی طغیانیوں کے اُس پار جسے سعودیہ عربیہ کہا جاتا ہے نجدی حکومت کے ناپاک اور سرکش حکمرانوں کی چیرہ دستیوں کے حصار میں قاضی حرم نے آپ سے سوال کیا کہ امام حرم کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے تو آپ نے ہر خوف اور غم سے بے نیاز ہوکر مجاہدانہ انداز میں برجستہ فرمایا کہ امام حرم کی بدعقیدگی کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

کیا مجاہد ملت نہیں جانتے تھے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اور کر رہا ہوں سراسر نجدی حکومت کے خلاف ہے، کیا آپ نہیں جانتے تھے کہ نجدی حکومت میرا سر اڑا سکتی ہے جانتے تھے اور یقیناً جانتے تھے مگر سچی بات تو یہ ہے کہ مجاہد ملت نام کے مجاہد ملت نہیں تھے بلکہ کام کے اور اسم بامسمّٰی مجاہد ملت تھے۔ یہ ان کا جہاد ہی تو تھا کہ نجدی بادشاہ کے روبرو انھوں نے حق گوئی اور مجاہدانہ کردار کا مظاہرہ کرکے ہم مسلمانوں کو سبق آموز عبرت دے گئے کہ اے اللہ اور اس کے رسول کے ماننے والو! ہمیشہ حق گوئی اور انصاف ودیانت سے کام لو اور ایمان وعقیدے کی حفاظت کے لئے مال ودولت اور جان تک کی بازی لگادو۔

لیکن افسوس صد افسوس! کہ یادگار سلف، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، مقتدائے اہل سنت حضور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ

والرضوان ساری ملت اسلامیہ کو یتیم کر کے چلے گیے۔

آپ کا وصال ۱۳؍ مارچ ۱۹۸۱ء کو بمبئی میں ہوا بذریعہ طیارہ جنازہ کلکتہ اور وہاں سے لاری کے ذریعہ آپ کے وطن مالوف ''دھام نگر'' کٹک اڑیسہ لے جایا گیا۔ جہاں نماز جنازہ کے بعد ۱۵؍ مارچ ۸۱ء شام کو سپرد آغوش رحمت پروردگار کر دیا گیا۔

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

حضور مجاہد ملت کا مجاہدانہ کردار

جناب ڈاکٹر منور علی انصاری، اصلاحی دواخانہ ہنڈیا، الہ آباد

حضرت قبلہ الحاج مولانا حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ صحیح معنوں میں ملت اسلامیہ کے مجاہد تھے آپ کی ذات بابرکات دنیائے سنیت کے لئے باعث فخر رہی۔ آپ کی متبرک تعلیم اور فیض و برکات نے بڑے بڑے عالم دین اور نائب رسول بنائے آپ کی ذات بابرکات کی اعلیٰ صفات یہ تھی کہ آپ اپنے متعلقین سے جب بھی ملتے تو مصافحہ کے لئے خود پہل کرتے اور کوئی سنت اپنے تئیں چھوڑنے کی کوشش نہ کرتے آپ کی سادگی لوگوں کے لیے ایک مثال بن کر رہ گئی۔

آپ کا ایک واقعہ اور کارنامہ میرے ذہن میں ابھی تک تازہ ہے۔ جبکہ ۱۹۳۹ء میں میں زیر تعلیم مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں حافظ محمد شفیع صاحب قبلہ کے زیر سایہ حفظ کر رہا تھا۔ اور اسی زمانہ میں جب کہ گورنمنٹ برطانیہ کا زمانہ تھا اور حکومت کا بڑا دبدبہ اور رعب موجود تھا۔ اسی زمانہ میں ایک اسکیم ایمپرومنٹ کی سڑک بنانے کی چلی جس میں دریا آباد میں والد ماجد کا قبرستان تھا اور اسی میں سے سڑک بنانے کا پروگرام تھا جس قبرستان سے سڑک بنتی اس میں ایک مسجد بھی بوسیدگی کے عالم میں فریاد کناں بنی

ہوئی تھی الٰہ آباد میں مولانا شاہد فاخری، مولانا محمد الفاروقی، حافظ محمد غضفر اللہ صاحب اور ہندوؤں میں پنڈت جواہر لال نہرو، پنڈت وشنبھر ناتھ وغیرہم سبھی سیاست داں اور رہنما موجود تھے۔ مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدانہ طور پر گورنمنٹ برطانیہ کی اور ایمپرومنٹ ٹرسٹ کی سخت مخالفت کرتے ہوئے قبرستان اور مسجد کو محفوظ کرانے کے لیے ایک اپیل مسلمانان الٰہ آباد سے کی جس کے نتیجہ میں جمعہ کے دن ۱۹۳۹ء کو ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا جو کہ بلوا گھاٹ سے لے کر بہادر گنج الٰہ آباد تک پورے زور وشور سے ہاتھوں میں کالی جھنڈیاں اور پٹیاں باندھے ہوئے خاموش مگر جوش وخروش کے ساتھ اسی محکمہ کے ایک آفیسر غالباً مسلمان ہی تھے جن کا نام اس وقت یاد نہیں پڑ رہا ہے۔ بہادر گنج میں ایک اونچے چبوترے پر واقع تھا جہاں پر مسلمانوں کا جوش بے قابو ہو گیا تھا۔ مگر مولانا مجاہد ملت نے سمجھا بجھا کر جلوس والوں کو آگے بڑھنے کو کہا اور جلوس آگے کوتوالی اور جامع مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔

بالآخر مولانا مجاہد ملت کی سعیٔ پیہم سے اس جگہ کا قبرستان بچا اور ایک مسجد بھی از سر نو تعمیر کرائی جس میں ایک مدرسہ بھی اس زمانہ سے چل رہا ہے۔ یہ مدرسہ جو جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم دریا آباد کے نام سے ہے۔ مجاہد ملت کی ایک جیتی جاگتی یادگار ہے جو مسلمان اور قوم کے لئے خصوصاً الٰہ آباد کے لئے ایک فخریہ اور بے بہا خزانہ ہے۔ اسی سلسلے میں اسی زمانہ کے کسی شاعر کا یہ ایک مطلع مجھے اب تک یاد ہے ؎

رہے اغیار سے آزاد دریاباد کی مسجد
خدایا جلد ہو آباد دریاباد کی مسجد

جو اس وقت ہم جیسے طالب علموں کے زبان پر رہا کرتا تھا۔ اسی مدرسہ اور مسجد اعظم سے مسلم قوم کے بچے عالم دین اور نائب رسول بن کر کتنے نکل گئے۔ اور خدا سے دعا ہے کہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی یہ یادگار ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے اور علم دین کا یہ فوارہ

جاری وساری رہے۔رب کریم اپنے جودوکرم سے انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے اوران کی روح پاک کے صدقے میں ہم لوگوں کوصبر واستقامت اورسنت رسول پر چلنے کی توفیق عطافرمائے اورمجاہدملت علیہ الرحمہ کی طرح سبھی مسلمانوں کوحق گوئی وصداقت پرقائم ودائم رکھے۔(آمین)

اہل سنت کا تاجور حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ

جناب خورشید جان قریشی (بی۔ایس سی۔آنرز علیگ)
جواہر نگر، سری نگر کشمیر

آہ! ملت اسلامیہ کی ایک تاریخ ساز شخصیت ۱۳؍ مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ ہمارے درمیان سے رخصت ہوگئی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. جسے دنیائے سنیت مجاہد ملت کے حسین لقب سے یاد کرتی ہے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج مفتی محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم وفضل کا شہرہ آج پوری دنیا پر مسلم ہے حضور مجاہد ملت ایک ممتاز عالم دین، ایک باکمال صوفی اور ایک روشن دماغ مفکر تھے۔

علم ظاہر و باطن کے ایسے سنگم تھے۔ جہاں ہر ایک تشنہ لب کو آسودگی کی دولت گرانمایہ ملی وہ اس دور کے تاریخ ساز قائد تھے عہد حاضر کے اس صاحب ثروت و دولت رہنما نے اپنے جسم پر درویشی کی چادر ڈال رکھی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ اس کی سادگی پر زینت و آرائش کی ہزاروں رعنائیاں قربان رہیں جس کے سینے میں قوم مسلم کا صحیح درد اور سچی تڑپ تھی۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آج کے دور ابتلا و آزمائش میں علمائے اہل سنت کتنی کٹھنائیوں اور دشواریوں سے گذر رہے ہیں۔ آسمان کے نیچے یہی علمائے اہل سنت ہیں جن کی راہ میں قدم قدم پر کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔ مگر یہ مجاہدین اپنے نورانی کردار و عمل کو زندہ جاوید اور پائندہ رکھتے ہوئے وقت کا ہر غم جھیلتے جاتے ہیں۔ انھیں اپنے سے زیادہ اپنی قوم کا احساس رہا کرتا ہے اس راہ میں اگرچہ دشمنوں

نے پھولوں کے بدلے ہمیشہ تیر برسائے مگر اللہ کے مجاہد مصائب سے کبھی نہیں گھبراتے مجاہد ملت پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھے۔ تاریخ ان کی نگاہوں کے سامنے تھی راہِ استقامت میں ان کا قدم ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹ سکا جن کا کردار بزرگوں کی زندگی کا آئینہ دار بنا۔

واقعی آپ موجودہ صدی کے ایک عارف باللہ اور کامل درویش تھے نہ صرف درویش بلکہ شب و روز تنظیمی و تبلیغی مشن میں بھی سرگرم عمل تھے۔ آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے تحریک خاکساران حق، آل انڈیا تبلیغ سیرت اور جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد معرض وجود میں آئے۔ حضرت موصوف نے زندگی کے آخری ایام تک ملک کے مختلف مقامات پر دین اسلام کے فروغ و ارتقا کے لیے دینی و علمی درسگاہوں کا نہ مٹنے والا ایک جال بچھا دیا آپ کی آغوش تربیت میں بیدار مغز اور نامور علما و ادبا پیدا ہوئے۔

یہی علمائے اہل سنت دین اسلام کی لازوال نعمتوں سے مالا مال ہو کر دینی اور تبلیغی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں مجاہد ملت جس کوچے سے گذرتے بلاد ہند ہوں یا ملک عرب، متاع عشق رسول لٹاتے گئے، عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انداز سکھائے بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کے صحیح طریقے بتائے۔ ضرورت بھی ایسے ہی رہنما کی تھی جو اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اور صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر حضرت فاضل بریلوی کی یاد تازہ کر دے۔

حضور مجاہد ملت کا انداز تواضع

جناب بدر عالم فیض آبادی

حضور مجاہد ملت کی شخصیت سے کون واقف نہیں حضور مجاہد ملت ایک ایسی عظیم شخصیت جو دنیائے سنیت کے لیے روح رواں تھی اس چودہویں صدی کے مرد مجاہد نے

ایک ایسی تحریک پیدا کر دی تھی کہ جسے دیکھ کر مشاہدین تو اریخ کو حالاتِ صحابہ کا نقشہ نظر آنے لگتا تھا حضور ہی کی ایک ایسی قائم کردہ جماعت ہے جسے دنیا خاکسارانِ حق سے جانتی پہچانتی ہے اس میں حضرت موصوف علیہ الرحمہ نے ایسا مجاہدانہ ولولہ پیدا فرما دیا تھا کہ ہر انسان کی زبان پر یہ الفاظ بغیر غور و فکر کے نکل پڑتے تھے کہ دیکھو مجاہدین اسلام کی ٹولی جارہی ہے جوش مجاہدانہ ہی نہیں بلکہ اسلام کے ہر شعار کی پابندی کے نمونہ نظر آتے ہیں میرا خود اپنا مشاہدہ ہے پہلی مرتبہ اس وقت شرف ملاقات حاصل ہوا جب میں بسلسلہ امتحان فیض آباد گیا ہوا تھا وہ حسین و متبرک موقع زندگی بھر فراموش نہ ہوگا اسی موقع پر حضور مجاہد ملت بھی ٹاٹ شاہ جامع مسجد فیض آباد میں تشریف لے آئے یہ روح افزا خبر ہمیں ہمارے استاذ محترم مولانا محمد کوثر خاں نعیمی صاحب نے سنائی پھر کیا تھا ہم لوگ فوراً اشتیاق ملاقات میں ٹاٹ شاہ جامع مسجد کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ جب ہم لوگوں نے مسجد میں قدم رکھا تو دیکھا اس وقت حضرت وظیفہ میں مشغول تھے مؤدب انداز میں ہم لوگ وہیں بیٹھ گئے جب حضرت وظیفہ سے فارغ ہوئے تو ہم لوگوں نے بڑھ کر قدم بوسی و دست بوسی کا شرف حاصل کیا پھر حضرت ایک کمرے میں تشریف لے گئے جہاں خاکسارانِ حق کا جھرمٹ تھا حضرت ایک تخت پر تشریف فرما ہوئے پھر ہم لوگ بھی وہیں پہنچ گئے۔

یہ انداز تواضع بھولتا نہیں کہ ہم لوگوں کے پہنچتے ہی حضور کھڑے ہونے لگے اور پیارے انداز میں فرمانے لگے تشریف لائیے تشریف لائیے مجھے بے حد ندامت کا احساس ہوا لیکن میں حضرت کی تواضع انکساری کے بارے میں پہلے ہی بہت کچھ سن چکا تھا جتنا تواضع و انکساری حضور مجاہد ملت میں پایا جاتا تھا اتنا معاصر علما میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ اتنی عظیم شخصیت کا ہم جیسے نالائق و گنہگار کے لیے کھڑا ہونا تواضع و انکساری کی حد ہی تو ہے۔

وہیں تھوڑی ہی دیر مجھے اور بھی تواضع کی نشانیاں دیکھنے کو ملی میں نے دیکھا کہ جو شخص بھی حضرت کی دست بوسی کرتا تو اس پر حضرت **استغفر اللّٰہ ربی** پڑھنے لگتے

اور خود بھی اس کی دست بوسی کرنے کی کوشش فرمانے لگتے۔ یہ تواضع وانکساری کا نمایاں ثبوت ہے۔

حضرت اپنی قائم کردہ جماعت خاکساران حق کے لئے اسلام کے تمام احکام و ضوابط کی پابندی سے کڑی نظر رکھتے تھے میں نے فیض آباد ہی میں دیکھا کہ خاکساران حق کے چند افراد کی نماز باجماعت چھوٹ گئی تھی تو حضرت نے برسر محفل سزائیں دیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے جماعت میں کثرتِ تعداد کی ضرورت نہیں ہے دو تین ہوں یا سو پچاس لیکن ان کے چال چلن کردار و گفتار میں اسلامی رنگ نظر آئے صحیح بھی ہے کہ آدمی کم ہوں لیکن کام کے ہوں۔ حضرت نے مزید فرمایا کہ ہمیں کثرتِ افراد کی ضرورت نہیں ہمیں کام کی ضرورت ہے اور آپ نے ان لوگوں سے توبہ کروایا کہ اب ان شاء المولی الکریم ہم سے ایسی لاپرواہی نہیں ہوگی۔

حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی زندگی کے ہر ہر شعبے میں اسلامی رنگ نمایاں تھا صحابہ کرام کی زندگی پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دیا کہ صحابہ کرام زندگی کیسے گذارتے تھے ۔

دین وملت کی حمایت سے نہ تھکتا تھا کبھی
غازئ ملت امیر کارواں جاتا رہا

دوسری مرتبہ شرف ملاقات کچھوچھہ شریف سیدنا سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاصل ہوا۔ عرس مبارک کے سعید موقع پر حضرت بھی حاضر ہوئے تھے مجھے بھی شرکت کا موقع ملا میں بھی حاضر ہوا تھا وہیں پر بیعت ہونے کا بھی اشتیاق پیدا ہوا لیکن مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے جرأت نہ ہوسکی کہ عرض کروں لیکن میرے ایک محترم نے بڑی ہمت کے بعد عرض کر ہی دیا کہ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں اللہ اکبر سیدزادوں کے احترام پر آپ غور تو فرمائیں۔ فرماتے ہیں یہاں تو مجھ سے بیعت ہونا چاہتا ہے جا، یہاں تو بہت اچھے اچھے حضرات موجود ہیں جا ان کے پاس جا پھر عرض کیا حضور میں تو آپ ہی سے بیعت ہونا چاہتا ہوں فرمایا کہ کچھوچھہ شریف میں بیعت ہونے کا کوئی

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ کچھو چھہ سے باہر ملو تو ہوسکتا ہے بہر حال کچھو چھہ سے باہر نکلنے پر مرید فرمایا۔ حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان تواضع وانکساری کے مرقع تھے۔ سیدزادوں اور پیروں کا بہت احترام کرتے تھے خاکساری کی بنیاد پر بڑوں بڑوں کو جھکنے پر مجبور کیا ہے۔

مادہ تاریخ وصال حبیب محمد مولانا حبیب الرحمٰن

۱۹۸۱ء

بارتباط بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم	خلیق دہر رہنمائے قوم
۱۴۰۱ھ	۱۴۰۱ھ
افضل الفضلاء الکاملہ	مناظر اہل سنت وعالم زمن
۱۹۸۱ء	۱۹۸۱ء
مجاہد ملت ومکارم صفات	حضرت الحاج مفتی
۱۴۰۱ھ	۱۹۸۱ء
مولانا محمد حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ	امیر کل ہند خاکساران حق
۱۴۰۱ھ	۱۴۰۱ھ

بقول قادر وھاب کل نفس ذائقة الموت

۱۹۸۱ء

دعوت اتحاد دوامی دیتے ہوئے

۱۴۰۱ھ

چھ جمادی الاولیٰ بایک ہزار چار صد و یک ہجرت نبوی

۱۴۰۱ھ

بہ مطابق تیرہ ماہ مارچ یوم جمعہ مقدسہ بعد نماز عصر

۱۹۸۱ء

خالق ومنعم برحق سے جا ملے	اور گلستان جنت میں اولیٰ جگہ پائی
۱۴۰۱ھ	۱۴۰۱ھ
قادر اقلیم تیری قبر کو نور سے بھر دے	اور ہم کو صبر جمیل کی توفیق محکم دے
۱۹۸۱ء	۱۴۰۱ھ
نتیجۂ فکر خاک قدم شاہ علما	محبّ قریب مظفر الدین احمد کلیم مصباحی
۱۹۸۱ء	۱۹۸۱ء
خادم وقت الجامعۃ الصمدیہ	از پھپھوند شریف ضلع اٹاوا
۱۹۸۱ء	۱۹۸۱ء

حزیں دل کلیم مصباحی

سنہ ۱۴۰۱ھ

فاق المجاهدين هذا المجاهد

تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری، بریلی شریف۔
(۱۴۳۹-۲۰۱۸)

كيف الوصول صاح لدى الشامخ الاشم — مارئ مثله فى الفضل والثناء
من اعجز الشوامخ طراً من الشمم — فهو السماء ليست من فوقها سماء

ان الذين قالو اللّٰه ربنا — هل ذاكم حبيب الرحمن ثاويا...
عاشوا بموتهم فى دوحة المنىٰ — فى الرمس ام سراج فى الترب خافيا

فاق المجاهدين هٰذا المجاهد — شبّهته ورمساً قد ضم جسمه
هذا الفتى بذاكم شهد المشاهد — بالبدر حلّ فى برج فضمّه

ما رمسه سوى مرأه عينه — قالو امتى مضى أرايت اختّر
يعلوه بهجّه وزين بزينه — ناديت خاض فى النعماء يعبر

حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں نذر عقیدت

حضرت شاہ حکیم محمد یونس نظامی الہٰ آباد

بہارِ گلشن ایماں مجاہدِ ملت   حبیب حضرتِ رحماں مجاہدِ ملت
نگار محفل قرآں مجاہدِ ملت   حبیب شاہِ رسولاں مجاہدِ ملت

حبیب سرورِ مرداں مجاہدِ ملت   غریق بحرِ محبت حضور غوثِ وریٰ
حبیب شاہِ شہیداں مجاہدِ ملت   حبیب سیدِ جیلاں مجاہدِ ملت

حبیب خواجۂ ہند الولی غریب نواز   ہیں جانشین، غزالی و شیخ اکبر کے
ہیں چشتیوں میں نمایاں مجاہدِ ملت   وجودی صوفیٔ دوراں مجاہدِ ملت

امامِ فلسفہ منطق مناظر اعظم   حدیث وشرح قرآنِ مبیں بہ نوکِ زباں
دلیل حجت و برہاں مجاہدِ ملت   فقیہ و عالمِ دوراں مجاہدِ ملت

خدا کرے کہ ہو غارت حکومتِ نجدی   ہمیشہ ہو کے نڈر بات جو تھی حق وہ کہی
کیا ہے تم کو پریشاں مجاہدِ ملت   بہ نزد ظالم و سلطاں مجاہدِ ملت

ہمیشہ عزت و شفقت کرم کیا تو نے   تمہارے لطف و کرم یاد کر کے روتا ہے
نظامیؔ خود پہ ہے نازاں مجاہد ملت   نظامیؔ بندۂ احساں مجاہدِ ملت

وہ بزم صوفیہ کا رازداں کہاں چلا گیا

حضرت ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب شرر مصباحی

حیات نو بہ نو کا ترجماں کہاں چلا گیا — وہ جس کے ساتھ چل رہے تھے قافلوں کے قافلے
بچھڑ کے ہم سے وہ عزیز جاں کہاں چلا گیا — وہ راہبر وہ میرِ کارواں کہاں چلا گیا

وہ شور وغل کے بیچ میں جو زندگی کی روح تھا — وہ جس کے مغز سر میں علم وآگہی کا نور تھا
وہ کر کے ہر نفس کو نیم جاں کہاں چلا گیا — وہ جس کے دل میں دردلب میں نعرۂ سرور تھا

وہ فکر وفن کا گنج شائگاں کہاں چلا گیا — وہ جس کی آنکھ میں حیا، جگر میں سوز عشق تھا
وہ بزم صوفیہ کا رازداں کہاں چلا گیا — وہ مرد پاکباز و پاک جاں کہاں چلا گیا

وہ جس کا خوانِ جود سب کے واسطے دراز تھا — وہ جس کی نرم گفتگو حلاوتوں کی جان تھی
وہ نادر الوجود میزباں کہاں چلا گیا — وہ لے کے اپنی پیار کی دکاں کہاں چلا گیا

وہ جس کے گھن گرج پہ عدو برق کا گمان تھا — وہ جس کا سر نہ جھک سکا کبھی بھی پیش مصلحت
وہ بن کے اک صدائے بے نشاں کہاں چلا گیا — وہ مرد حق پسند وحق بیاں کہاں چلا گیا

وہ جس کے انکسار میں خود آگہی کی شان تھی — وہ جس کی بات بات میں نبات کی مٹھاس تھی
وہ بندۂ خدائے عز و شاں کہاں چلا گیا — وہ لے کے اپنی شمہ کی زباں کہاں چلا گیا

اے شان مجاہد

پروفیسر انجم عرفانی گورکھپوری

اس عہد کی قسمیت میں تھا اک مردِ مجاہد الفاظ نہیں ملتے ہیں شایان مجاہد
تھا صوفی و سالک بھی وہ تھا عابد و زاہد جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

کل تک تھا وہ بیچ اپنے ابھی کر گیا پردہ زندہ ہے ابھی کانوں میں اعلان مجاہد
ہے طرز عمل اس کا دلوں میں ابھی تازہ جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

تھا گنبد خضرا کے مکیں کا وہ فدائی اس خاک سے روشن ہے شبستان مجاہد
کیا خاکِ مدینہ سے وفا اس نے نبھائی جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

خاصان خدا رہتے ہیں زندہ پس تربت تاحشر رواں رہتا ہے فیضان مجاہد
واہوتا ہے ان کے لیے دروازۂ رحمت جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

ناموسِ شریعت کا طریقت کا مجاہد ہے عشقِ نبی، حاصلِ ایمان مجاہد
دربان درِ دیں کا، وہ ''ملت کا مجاہد'' جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

انجم کو بھی ہے حامیٔ سنت سے عقیدت ہے فیض رواں بہر ثنا خوان مجاہد
کہتی ہے جسے خلق خدا ماحیٔ بدعت جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

فرعون ہو، ہامان ہو، نمرود کہ قیصر کب روک سکا ہے کوئی طوفان مجاہد
دارا ہو کہ پرویز کہ جمشید و سکندر جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

ہیں خود زرہ آہنی بکتر نہ سپر ڈھال اک وعدۂ نصرت ہی ہے سامان مجاہد
ہے فکر کم و بیش نہ سودائے زر و مال جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

رہتا ہے ہر اک حال میں راضی بہ رضا وہ پہنچا نہیں عابد در عرفان مجاہد
آنچ آئی جہاں حق پہ ہوا بڑھ کے فدا وہ جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

وہ دیں کی حفاظت کے لیے رہتا ہے بےچین محفوظ ہے ایماں تہہِ دامانِ مجاہد
ہے آہنی دیوار شر و خیر کے مابین جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

ہر قوم میں پیدا ہوا ہر نسل میں پیدا　　حلقوم ستم کے لیے پیکانِ مجاہد
ہر عہد میں پیدا ہوا، ہر فضل میں پیدا　　جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

اس خاک وطن سے بھی اٹھے ہیں در شہوار　　چلتا ہے حکومت پہ بھی فرمان مجاہد
گر جے سر منبر کبھی کڑکے سرِ دربار　　جن و ملک و حور حدی خوان مجاہد

اے آن مجاہد اے شان مجاہد

مجاہد ملت

مولانا اسلم بستوی

وہ پیشوائے طریقت، وہ رہنمائے سلوک　　وہ ایک نقطہ مگر جوہرِ شرافت تھا
وہ ایک ذرہ مگر کوہِ استقامت تھا　　وہ ایک نقش، محبت کی جو علامت تھا

وہ ایک قطرہ مگر عزم کا سمندر تھا　　بلند جس نے کیا تھا صداقتوں کا علم
نحیف جثّہ مگر وہ جہاد پیکر تھا　　رہِ وفا میں ہمیشہ رہا جو تیز قدم

وہ بیقرار کہ رگ رگ میں جس کی قوم کا غم　　وہ خار زاروں میں دیوانہ وار پھرتا تھا
صلیب وقت پہ بن کر رہا جو مشقِ ستم　　وہ دشت ظلم میں مردانہ وار پھرتا تھا

مگر جبیں پہ شکن تھی نہ لب پہ شکوہ تھا　　دلوں میں آج بھی اس کا مقام روشن ہے
رضائے مولیٰ پہ راضی رہے وہ بندہ تھا　　جہاں میں آج بھی اس کا پیام روشن ہے

دلوں میں آج بھی اس کا مقام روشن ہے "عمل پسند رہو اور خاکسار" بنو!
جہاں میں آج بھی اس کا پیام روشن ہے حیاتِ نو کے لیے تم وفاشعار بنو!

زمین قیس پہ اک آسماں بنا کے رہا وہ نجدیوں کو جھلک عشق کی دکھا کے رہا
دیارِ حُسن سے کچھ اور زخم کھا کے رہا وہ ریگزار میں فصل وفا اگا کے رہا

خلیج نجد نہ اس کے جنوں کو روک سکی وہ مضطرب گیا، آیا تو شاد کام آیا
دیارِ حُسن سے رحمت کا پھر پیام آیا وہ کوئی اور نہیں تھا وہ ایک عاشق تھا

وہی امیر شریعت، وہی اسیر حبیب جہاں کو جہد مسلسل کی دے گیا دعوت
مزاج وقت کا نبّاض قوم کا وہ طبیب کہ جس کو کہتی ہے دنیا مجاہد ملت

بازگشت

اسلم بستوی

پھر دعاؤں کی شہ رگ لرزنے لگی
التجائیں بھی سب سرنگوں ہوگئیں
مسلک اہل سنت کی چٹان پر
ایک پیلی تھکن سی
اترنے لگی ہے

چرخ ملت کے روشن ستارے جو تھے
روشنی بانٹتے بانٹتے تھک گیے
تیرگی سے نبرد آزما جو رہا
آخری سانس تک،
عزم نو کا امیں، حوصلوں کا محافظ
وہ کہ دانائے اسرار شرع مبیں
چشمۂ خون دل کی ہر اک موج سے
فصل ایماں کو سیراب کرتا رہا
ظلم اور جہل کے ہر سیہ اژدہے
اس کے سائے سے ہردم ہراساں رہے
چشم حیراں رہے
ولولے بانٹ کر از افق تا افق
حد امکاں سے آگے نئی منزلوں کی طرف
وہ ہوا گامزن

اب نہ واپس وہ آئے گا ہم میں کبھی
ہاں مگر اس کی آواز کی بازگشت
آج بھی ظلمتوں کے تعاقب میں ہے
تا قیامت رہے گی تعاقب میں وہ
اس کے نقش قدم، کہکشاں کی طرح
دل کی ہر رہگذر میں ہیں رخشندہ، تابندہ

کھٹکھٹاتے ہیں یہ، شوق کے بند در
دشمن دین وملت کا کالا لہو
کشت ایمان میں،
فصل کالک کی دیکھو اگانے نہ پائے کہیں
بس یہی آخری آرزو اس کی تھی،
وہ کہ ناموس نبوی کا سچا محافظ
جلا کر گیا ہے جو شمع وفا،
اس نے، اس نور وظلمات کی رزم گہ میں
بنایا ہے فانوس، اور
سونپ دی ہم کو اپنی امانت
تو ہم!
اعتماد اس کا جانے نہ دینگے کبھی
عزم رکھتے ہیں ہم
حوصلہ ہے یہی
مشعل جاں بجھے تو بجھے!
شمع ایمان
بجھنے نہ دینگے کبھی

خراج عقیدت

جناب احمد حسین فائق دمکاوی

آہ اک مرد مجاہد گلفشاں جاتا رہا
گلستانِ سنیت کا باغباں جاتا رہا
اب کہاں پائیں گے ہم ایسا مجاہد دین کا
کر کے بے رونق ہمارا گلستاں جاتا رہا

جن کی کرنوں سے زمیں وآسماں تھے تابناک
آہ وہ روشن ستارا اب کہاں جاتا رہا
فرط غم سے ہر بشر کا آج ہے دل پاش پاش
ہم سبھوں کو چھوڑ کر غمگیں یہاں جاتا رہا

اہلسنت کا منور جن سے تھا قلب و دماغ
وہ محافظ آہ اب وہ پاسباں جاتا رہا
اے چراغ علم وفن ہر سو تجلی تھی تری
آہ تو کر کے اندھیرا اک جہاں جاتا رہا

رہروان منزل حق کی ہیں آنکھیں اشکبار
اک قیامت ہے امیر کارواں جاتا رہا
اک مجاہد اک مدبّر اک مفکّر حق شناش
عالم خاکی سے وہ سوئے جناں جاتا رہا

اس میں کوئی شک نہیں وہ زندۂ جاوید ہے
چشم ظاہر سے مگر ہو کر نہاں جاتا رہا
جن کے علم وفضل، زہد واتقا کے نور سے
قلب انساں تھا منور وہ کہاں جاتا رہا

اس مقدس ذات کے صدقے میں ہم پر رحم کر
سب کو گریاں چھوڑ کر تیرے یہاں جاتا رہا
حکمت ودانش کا تھا اس دور میں کوہ گراں
آہ علم و فن کا بحر بیکراں جاتا رہا

جن کے دم سے رونق بزم ھدیٰ اور دین تھی
آہ وہ مسند نشین و گلفشاں جاتا رہا
اے خدا تربت پہ ان کی نور کی بارش رہے
چھوڑ کر دنیائے دوں خلد آشیاں جاتا رہا

داغ فرقت دے کے فائق تا قیامت آہ آہ
تھا جو ہم پر سب سے زیادہ مہرباں جاتا رہا

ایک عظیم شجر

نذر عقیدت حضور مجاہد ملت شمشیر برہنہ

جناب احمد کمال جمشید پور

حضور حافظ ملت کا زخم دل پہ ابھی !
ہرا تھا!
دست اجل تھا!
اک اور زخم دیا!
اک اور چراغ بجھا!
اک غم گسار اٹھا
طبیب روح کا
ملت کا راز دار اٹھا!
وہ مرد حق جسے شمشیر برہنہ کہئے !
صفا و صدق کا شفاف آئینہ کہئے !
دیار نجد کے کوئے ستمگراں میں بھی
وہ جاں نثار، پرستار و عاشق وشیدا!
صعوبتوں کی کڑے کوس رہگزاروں میں !
لہولہان بھی ہو کر جو سر بلند رہا!
تلاش کرتی ہیں آنکھیں فضا کے سینے میں !
اس حق پسند کو!
مرد خدا کو!
جس کا وجود

تھا اک عظیم شجرا!
کہ جس کے سائے میں ملتا تھا درس بیداری
کہ جس کے قرب کے لمحوں سے لوگ پاتے تھے!
سکون قلب ونظر!
متاع فکر وعمل!
اسی کے سوگ میں مغموم ہے فضا دل کی!
گھٹی گھٹی سی ہے اک کرب میں ہوا دل کی!
فغاں کا شور دلوں کے مکاں سے اٹھتا ہے!!

نیّر تاباں خموش ہے

جناب نورانی مصباحی

علم عمل کا نیّر تاباں خموش ہے — ناموس مصطفےٰ کا نگہباں خموش ہے
جو دوسخا کا مہر درخشاں خموش ہے — حامد رضا کا لعل بدخشاں خموش ہے

حامئ دیں، مجاہد ملت، حبیب حق — فضل وکمال زہد وورع میں بھی بے مثال
صدر نشین مجلس عرفاں خموش ہے — اس دور کا غزالی و سفیاں خموش ہے

قصر وہابیت میں بھی اعلان حق کیا — سونی پڑی ہے مسجد اعظم کی درس گاہ
وہ یادگار حنبلؒ ذیشاں خموش ہے — افسوس اس کا بانی و نگراں خموش ہے

ملتا نہیں ہے چین دل درد مند کو — نورانِی حزیں کسے رودادِ غم کہے
وجہِ سکون قلبِ پریشاں خموش ہے — نورانِی حزیں کسے رودادِ غم کہے

منقبت حضور مجاہد ملت قدس سرہ

جناب محمد عثمان اوج اعظمی

وقار اہل شریعت مجاہد ملت امین راز حقیقت مجاہد ملت
بہار باغ طریقت مجاہد ملت چراغ بزم ولایت مجاہد ملت

نہ آ سکی کبھی پائے ثبات میں لغزش کہاں سے لائیں گے اہل سنن بدل تیرا
بلا کی تھی تری ہمت مجاہد ملت کہاں ملے گی وہ صحبت مجاہد ملت

خلاف دیں کسی سازش کا ہمنوانہ ہوا مخالفوں کے لئے تیغِ قاطع حجت
یہی تھی تیری سیاست مجاہد ملت منافقوں پہ قیامت! مجاہد ملت

ہمیشہ قلعۂ باطل پہ برق بن کے گرا وہ سادہ لوح و خلیق ووجیہ و کم گفتار
وہ مردِ حق و صداقت مجاہد ملت فقیہ و اہل بصیرت! مجاہد ملت

نبی کی عظمت و سنت کا آئینہ بردار رقم ہے اوجؔ! یہ تاریخ سال رحلت آپ
فدائے شاہ رسالت! مجاہد ملت شہید جادۂ الفت مجاہد ملت

سانحۂ ارتحال حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ

ڈاکٹر حشمت علی رستوی (بلیاوی)

اے مجاہد! اے جہان سنیت کا آفتاب
دردفرقت سے بڑھا جاتا ہے دل کا اضطراب
مونس وغمخوار تجھ سا اب کہاں پائیں گے ہم
اب کسے دے گا زمانہ یہ ''مجاہد'' خطاب

ہم سنیوں کے درد کا درماں چلا گیا

جناب تبسم عزیزی مبارکپور

دنیائے سنیت کا نگہباں چلا گیا
علم و ادب کا نازش دوراں چلا گیا

تسلیم ہے ہر ایک بشر کو مری یہ بات
علم و ہنر، جہاد کا عنواں چلا گیا

عالم بڑا عجیب ہے ہر سو ہے ظلم و جبر
ایسے میں ایک منصف دوراں چلا گیا

لب پر ہر ایک شخص کے جاری ہے یہ صدا
ہم سنیوں کے درد کا درماں چلا گیا

سچ پوچھیے تو سینے میں جن کے تھا درد دیں
افسوس ایسا مرد مسلماں چلا گیا

قائم تھا جس کا رعب زمانے میں چارسو
کافر تھے جس سے لرزاں وہ انساں چلا گیا

پھیلا ہوا ہے چاروں طرف گمرہی کا جال
ایسے میں اک مجاہد دوراں چلا گیا

جس کے وجود کا تھا سہارا مجھے مگر
محفل کا میری شمع فروزاں چلا گیا

علم وعمل پہ جس کے ہوں نازاں ملائکہ
افسوس ایسا عامل قرآں چلا گیا

نظر کرم کی بھیک تبسمؔ کو ہو عطا
تو ہی تو تھا ہمارا نگہباں چلا گیا

منقبت درشانِ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ

حضرت امام الدین مصطفوی

مذہب اہل سنن کا پاسباں جاتا رہا تھا جو شیدائے حبیبِ حق تعالیٰ بالیقیں
تھا جو دین مصطفیٰ کا باغباں جاتا رہا آہ وہ اسلام کا حامی کہاں جاتا رہا

خدمتِ دین نبیٔ محترم تھا جس کا کام جو رہا پابند ساری زندگی میں شرع کا
دشمن دیں کے لیے جو تھا سناں جاتا رہا تھا جو بیشک علم کا سیل رواں جاتا رہا

زندگی جس کی برائے دین احمد وقف تھی نام سے جس کے وہابی کانپ جاتے تھے سبھی
ہائے اب وہ سنیت کی جانِ جاں جاتا رہا علم وفن کا جو تھا بحر بیکراں جاتا رہا

مدرسے زندہ تھے کتنے اس کی جیب خاص سے پیر پیراں شاہ جیلاں کا محبّ جاں نثار
دین کا ایسا معاون، مہرباں جاتا رہا ساغر علم و بہار بوستاں جاتا رہا

صبر کی تلقین کر انجم نہ کر آہ و فغاں
سب کو جانا ہے وہیں ہاں وہ جہاں جاتا رہا

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی
ذات مقدسہ ہم غلاموں کی سرپرستی فرمارہی ہے
جنھوں نے بے مرادوں کو با مراد کیا اور کمزوروں کو نئی
زندگی دی ،اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مجاہد ملت کے
صدقے طفیل مرشد طریقت حضور تاج الشریعہ کو بے انتہا درجات عطا
فرمائے۔

گدائے تاج الشریعہ محمد سراج رضوی تلسی پور۔
محمد فیروز رضوی تلسی پور کٹک اڑیسہ

و لو تقی علی قلو بکم و یثبت به الا قدام

صبح و شام اول و آخر درود شریف ایک ایک مر
تبہ پڑھیں اورسات مرتبہ یہ دعا پڑھیں ان شاءاللہ تمام امراض سے
نجات ملے گی۔اس دعا سے فائدہ اٹھانے والے حضرات میری
والدہ مرحبنہ خاتون کے شفایابی کے لیے دعا کریں۔

شیخ مظفر حسین منکر پور کیندرہ پاڑا

جو شخص صبح وشام سات سات مرتبہ
اس دعا کو پڑھے گا اسے اللہ تعالیٰ جہنم سے بری کر
دے گا۔

الھم اجرنی من النار

اس دعا سے فائدہ اٹھانے والے حضرات میرے والد عبد الستار مرحوم
کے لیے دعائے مغفرت کریں
منجانب عالی جناب محمد مشتاق بہار

نفع تجارت کی دعا

سبحان الله و بحمده سبحان الله خالق العظيم و بحمده استغفر الله

اس دعا سے فائدہ اٹھانے والے حضرات میری والد سورۃ النساء کے لیے دعائے
مغفرت کریں۔
خاک پائے مجاہد ملت محمد شبیر خان رضوی بالاسور ۔

حادثے سے محفوظ رہنے کی دعا

الله حفيظ ،لطيف ،قديم

محمد اختر حسین حبیبی دو بندہ کیندرہ پاڑا